Scanned with CamScanner

پھر جب میلادِ مصطفی علیہ السلام کا مہینہ آیا، تو حق سبحانہ نے میری جانب الہام کا ایلچی بجھوایا، یہ وحی (کی وہی صورت) ہے جو اُس نے ہمارے لیے باقی رکھی، وہ خطاب جو اُس نے ہم سے کیا، پھر اِس کے بعد اُس نے سر سبز و شاداب باغ (یعنی قلب) میں واضح بشارت دی، جس میں مجھے اِس مخفی کتاب، اور محفوظ و مخزون راز کی نوک پلک سنوارنے کا حکم ہوا، میرے لیے اِس کا نام یہ رکھا: "کتابِ اظہار واِخفا، در معرفتِ ختم و خلیفہ" میں نے فرشتے سے اِس علامت کا پوچھا، تو وہ بولا: اے جوان! خاموش رہ، پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا، اِس پاک جگہ (یعنی قلب) کو ٹھیک کیا، اِس میں داخل ہوا اور بولا: حاضرت نے اِس کتاب کی علامت یہ بنائی ہے: "سدرۃ المنتہی اور سرِّ انبیا، دَر معرفت خلیفہ و ختم الاولیا"

تصحیح نامہ عنقاء مغرب از شیخ اکبر

یہ تصحیح نامہ جناب یاسر اکرام فیروزی صاحب کے توسط سے مرتب کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط عبارت	درست عبارت
۳۸	۲	ابوب	ابواب
۴۰	۹	جڑا بھی نہ بھی	جڑا بھی نہ تھا
۸۷	۱۲	چلا رہیں تھیں	چلا رہی تھیں
۹۳	۴	تو میں نے یہ سب	تو میں یہ سب
۹۷	۱۹	پھیلیں خوشبوئیں	پھیلی خوشبوئیں
۱۰۷	۴	مجھے پر اپنے	مجھ پر اپنے
۱۱۱	۶	مبتوع	متبوع
۱۱۳	۹	بھید دلوں ٹٹولے	بھید ٹٹولے
۱۳۹	۱۳	مجھے میں اتنی	مجھ میں اتنی
۱۷۳	۳	حساب رکھتا ہو	حساب رکھتا ہوں
۲۴۵	۱۱	یہ ہے ان کے	یہ ہیں ان کے
۲۴۷	۸	اللہ کا اس کی	اللہ اس کی
۲۶۵	۱۷	تمہاری جیسے	تمہارے جیسی
۲۶۱	۹	معرفت کے نور	معرفت کا نور
۲۹۱	۱۷	نام والا کھڑے ہوا	نام والا کھڑا ہوا
۳۲۵	۲	تین متواتر ادور	تین متواتر ادوار
۳۳۶	۳	کے مطابق یہ اپنی	حکم کے مطابق یا اپنی
۳۳۹	۵	آیت لکھی گئی ہیں	آیات لکھی گئی ہیں

عنقاءُ مُغرِب

فی معرفۃ ختم الاولیاءِ وشمسِ المغرِب

تصنیف

شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی

الطائی، الحاتمی، الاندلسی

تصحیح عربی متن

احمد محمد علی

تحقیق وترجمہ

ابرار احمد شاہی

ابن العربی فاؤنڈیشن

www.ibnularabifoundation.org

0334-5463996

نام کتاب : عَنْقاءُ مُغْرِب فِی مَعرِفَةِ خَتمِ الأولیاءِ وشَمسِ المَغرِب

تصنیف : شیخ اکبر محی الدینؒ محمدؐ ابن العربیؒ الطائی، الحاتمی، الأندلسی

تصحیح عربی متن : احمد محمد علی

تحقیق و ترجمہ : ابرار احمد شاہیؒ
0334-5463996

معاونت و پروف : ملک ہمیش گل، نذیر احمد
0334-5463991

ایڈیشن : پہلا، فروری ۲۰۲۰ء

نشرواشاعت : ابن العربیؒ فاؤنڈیشن

ہدیہ : انٹرنیشنل - US $ 45/-

ISBN: 978-969-9305-14-6
www.ibnularabifoundation.org

احمد بک کارپوریشن

اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی

انتساب

شیخ ابو یحیی بن ابی بکر الصنہاجی کے نام۔

شیخ اکبر اپنی کتاب روح القدس فی مناصحہ النفس میں آپ کا تعارف ان القابات سے کرواتے ہیں: الشیخ، العارف، السائح، المتجرد، المنقطع، الصادق، الصالح، عمر رسیدہ ابو یحیی بن ابو بکر الصنہاجی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ اہل اشارات و تمکین میں سے تھے۔ آپ جیسوں سے کم ہی ملاقات ہوتی ہے۔ میرے اور آپ کے مابین حقائق کے بہت سے مسائل تھے۔

میں نے آپ کی خاطر "عنقاء مغرب فی معرفۃ ختم الاولیاء و شمس المغرب" نامی کتاب لکھی۔

چنانچہ ہم یہ کتاب آپ کے نام منسوب کرتے ہیں۔ اِس بات کی ایک دلیل اس کتاب کے ایک مخطوط میں بھی ملتی ہے، اور یہ شیخ اکبر کے چہیتے شاگرد اسماعیل ابن سودکین کے ہاتھ سے لکھا مخطوط ہے۔ شیخ اکبر کو آپ سے محبت تھی، اللہ ہمیں بھی آپ کی محبت سے بہرہ ور فرمائے۔

ابرار احمد شاہی

فہرست مضامین

عنقاء مغرب (آغازِ کتاب)

ابتدائے کتاب
ذات، صفات و افعال کی معرفت

حقیقت محمدیہ کا بیان

موتیوں کے مرجان

امامت اور حکمرانی کا اثبات

اظہارِ تشکر

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ہم شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کی کتاب "عنقاء مُغرب" تحقیق شدہ عربی متن اور رواں اردو ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم اُس پاک ذات کے مشکور ہیں جس نے ہمیں اس عملِ صالح کی توفیق دی اور ایسے وسائل مہیا کیے کہ ہم اِس منزل کو احسن طریقے سے پانے میں کامیاب ہوئے۔ میں اس سلسلے میں ان لوگوں کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی حمایت اور تعاون کے بغیر اِس منصوبے کا پایہ تکمیل تک پہنچنا ممکن نظر نہ آتا تھا۔

سب سے پہلے میں اپنے شیخ احمد محمد علی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کے تعاون سے ہم اس کتاب کے عربی متن اور اردو ترجمہ کی درستگی کے قابل ہوئے۔ آپ شیخ اکبر سے فیض یافتہ ہیں، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مستفید فرمائے۔

اس کے بعد ہم ابن عربی سوسائٹی اُوکسفورڈ اور ان تمام احباب کے شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کی بنیاد بننے والے قدیمی مخطوطات کی فراہمی یقینی بنائی۔ اِسی طرح ہم ان تمام مکتبات کے بھی شکر گزار ہیں جن کے مخطوطات اِس ایڈیشن میں شامل کیے گئے۔

ہم عبد العزیز سلطان المنصوب کے بھی مشکور ہیں کہ آپ نے ہمیں اپنا ایڈیشن فراہم کیا۔ اس جدید ایڈیشن کی بنیاد بھی وہی ہے، اللہ آپ کو بھی جزائے خیر دے۔

اِسی طرح سلاست زبان، محاورات کے استعمال اور پروف پر بے انتہا اور بے لوث کام کرنے کی وجہ سے ہم نذیر احمد صاحب اور ملک ہمیش گل کے نہایت مشکور ہیں۔

اللہ تعالی اِن سب کو اس عمل کی بہترین جزا دے اور ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے آمین! یارب العالمین۔

ابرار احمد شاہی

پیش لفظ

الحمد لله الذي لا إله إلا هو، والصلاة والسلام علىٰ سيدنا محمد الحبيب الشفيع الرفيع القدر العظيم الجاه وعلىٰ آله وأصحابه وسلم تسليما كثيرا كثيرا إلىٰ يوم الدين. اس کے بعد عرض ہے: شیخ اکبر محیی الدین محمد بن علی ابن العربی الطائی الحاتمی الاندلسی قدس اللہ سرہ کی کتاب «عنقاء مغرب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب» تحقیق شدہ عربی متن اور رواں اردو ترجمے کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ یہ اردو زبان میں اِس کتاب کا پہلا ترجمہ ہے اور ہر اولیت ایک اعزاز ہوتی ہے لہذا اس مبارک عمل کی تکمیل پر آپ سب حضرات کو مبارک ہو۔

اِس سے پہلے یہ کتاب عرب دنیا میں متعدّد بار شائع ہو چکی ہے، اور اس کی مندرجہ ذیل اشاعتیں معروف ہیں:

۱. اس کا سب سے قدیمی ایڈیشن محمد حسین الطماوی کے تعاون سے مطبعة الرحمانية مصر سے شائع ہوا۔

۲. سن ۱۹۶۵ء میں قاہرہ کے مطبعة محمد علي صبيح وأولاده نے اِسے ۷۹ صفحات میں شائع کیا۔

۳. سن ۱۹۹۷ء میں قاہرہ کے مکتبہ عالم الفکر نے خالد شبل ابو سلمان کی تحقیق سے اسے ۸۷ صفحات میں شائع کیا۔

۴. سن ۲۰۰۰ میں دار المحجة البيضاء نے اسے مجموعہ رسائل ابن العربی کی جلد نمبر تین میں شائع کیا۔

۵. سن ۲۰۰۲ء میں اسے سعید عبد الفتاح نے مؤسسة الانتشار بیروت سے شائع کیا، اِس تحقیق میں ایک مخطوط اور طبع شدہ متن کا سہارا لیا۔

۶. سن ۲۰۰۴ء میں قاسم محمد عباس نے اسے دار المدی للثقافہ والنشر دمشق سے شائع کیا۔

۷. اس کے بعد سن ۲۰۱۶ء میں استاذ عبد العزیز سلطان المنصوب نے اسے مصر کے شركة القدس للنشر والتوزيع سے شائع کیا۔ آپ نے اِس تحقیق میں ۷ مختلف مخطوطات کا سہارا لیا۔

تقابل مطبوعات:

اِس کتاب کی متعدّد مطبوعات کے ذکر کے بعد اب ہم اس سبب کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب متعدّد بار طبع ہوئی، چند محققین نے اس جانب اشارہ بھی کیا ہے۔

مطبعہ الرحمانیہ مصر ایڈیشن ۱۹۱۷ء:

مصر سے شائع ہونے والے اس ایڈیشن میں مخطوطات کا کوئی حوالہ موجود نہیں، اور نہ ہی یہ بتایا گیا کہ اصل متن کہاں سے اخذ کیا گیا، لیکن کتاب کے آخر میں یہ عبارت ملتی ہے:

تم نسخه في يوم الثلاثاء الموافق احدىٰ عشر رمضان المكرم سنة ۱۳۸۳ هجرية ألف وثلثمائة ثلاثة وخمسون هجرية.

اس عبارت سے واضح ہے کہ یہ کتاب جولائی ۱۹۱۷ء میں مکمل ہوئی۔

عالم الفکر ایڈیشن ۱۹۹۸ء:

عالم الفکر سے طبع ہونے والی یہ اشاعت بھی متن کی تحقیق سے بالکل عاری ہے۔ اِس طباعت میں آیاتِ قرآنی اور چند احادیثِ نبوی کی تخریج شامل ہے لیکن یہ تحقیق ابھی بھی بہت سے کلمات کا معمی حل کرنے میں ناکام ہے۔

دار المحجۃ البیضاء ایڈیشن ۲۰۰۰ء:

دار المحجۃ البیضاء سے چھپنے والا متن کسی پرانے ایڈیشن کی فوٹو کاپی ہے، اسے صرف تجارتی مقاصد کے لیے شائع کیا گیا، اِس میں پروف کی غلطیاں بکثرت ہیں۔

سعید عبد الفتاح ایڈیشن ۲۰۰۷ء:

مؤسسۃ الانتشار العربی سے شائع ہونے والا متن ایک مخطوط اور ایک مطبوع سے اخذ شدہ متن ہے۔ حاشیے میں جا بجا مخطوط اور مطبوع کے حوالے ہیں۔ محقق نے حاشیے میں مشکل عربی الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کی شرح کی کوشش کی ہے۔ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی تخریج کی گئی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں محقق نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ وہ متن کے مشکل مقامات کو آسان کرے، تاکہ قاری زبان کی گہرائیوں میں ہی نہ ڈوب جائے۔ چونکہ محقق نے قدیمی مخطوط جمع کرنے پر زیادہ وقت نہیں لگایا اسی لیے ہم اِس متن سے مطمئن نہیں۔ میرے خیال میں یہ اِس کتاب کی کوئی بہتر تحقیق نہیں۔

سلطان المنصوب ایڈیشن ۲۰۱۶ء:

اگر ہم جدید تحقیق کے معیارات کو سامنے رکھیں تو اِس اشاعت کو کتاب کی بہترین اشاعت قرار دے سکتے ہیں۔ محقق عبد العزیز سلطان المنصوب نے عقلی معیارات کے مطابق حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس تحقیق میں محقق نے سات بہترین مخطوطات کا سہارا لیا ہے اور ان میں سے دو نسخے تو ایسے ہیں کہ اِس کتاب کی ہر تحقیق میں شامل ہونے کے لائق ہیں۔ ایک نسخہ برلین-۳۲۶۶؛ جو اندلسی خط میں سن ۵۹۷ھ میں لکھا گیا، اس پر شیخ اکبر کے دستخط اور متعدّد سماعات کا تذکرہ ہے۔ دوسرا نسخہ راغب پاشا-۱۴۵۳؛ اس نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے شیخ صدر الدین قونوی کے ہاتھ سے لکھے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ اور شیخ صدر الدین نے وہ نسخہ سن ۶۲۹ھ میں اپنے لیے لکھا تھا، اس نسخے پر شیخ اکبر کے دستخط بھی موجود تھے۔ یوں یہ دونوں نسخے ہی اس کتاب کے بہترین نسخے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مزید پانچ نسخوں سے متن کا موازنہ کیا ہے۔ چنانچہ علمی معیارات اور میسر نسخوں کے حوالے سے آپ کا کام بہترین ہے لیکن اِس میں بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ ہم نے اپنی تحقیق میں مزید تین نسخے شامل کر کے متن کو بہتر کیا ہے جس کے نمونے آگے پیش کیے جائیں گے۔

جیرلڈ ایلمور ایڈیشن:

یہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے۔ مترجم نے کتاب کا متن تو نہیں دیا البتہ ترجمے کے لیے بارہ مخطوطات کا سہارا لیا ہے۔ مقدمے میں لکھتے ہیں: دو قدیمی مطبوعہ اشاعتوں کے علاوہ میں نے اپنے ترجمے کی بنیاد بارہ مخطوطات پر رکھی ہے جن میں سے چار دسویں صدی ہجری سے پہلے کے ہیں۔ ان میں مخطوطہ برلین-۳۲۶۶، جار اللہ-۹۸۶، اسعد آفندی-۱۴۱۳، راغب پاشا-۱۴۵۳ اور دیگر مخطوطات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مترجم نے عنقاء مغرب کتاب کی چند شروحات سے بھی مدد لی، ان میں: اظہار المختوم عن السر المکتوم او ابو الفضل عبد الرحمن الحلبی المقبری (و: ۹۵۴ھ) البرق اللامع المُغرب فی شرح عنقاء المُغرب از قاسم بن ابو الفضل السعدی (و: ۹۸۲ھ) اور دو مزید شروحات سے استفادہ کیا۔ لیکن صرف المقبری کی شرح ہی کچھ حد تک معانی کی تحدید میں معاون ہوئی۔

ہم نے جریلڈ ایلمور کے اس ترجمے اور تحقیق کو باریکی سے دیکھا ہے، اور اپنا ایڈیشن مرتب کرتے وقت یہ تمام حوالے ہمارے پیش نظر رہے۔

طبع شدہ متون کا موازنہ

اب ہم اِن طباعات اور اپنی اِس جدید طبع کے چند جملوں کا ایک تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ آپ حضرات پر یہ واضح ہو سکے کہ ہمارا یہ ایڈیشن گزشتہ اشاعتوں سے کس طرح بہتر ہے۔ ہم یہ دعوی نہیں کر رہے کہ ہمارا ایڈیشن حتمی ہے؛ کیونکہ نسخہ اصلی کے میسر آنے تک حتمی ایڈیشن بنانا ممکن نہیں۔ ہم یہاں پر وہ عبارات لائے ہیں جو سمجھنا نسبتاً آسان ہے۔

ابن العربی فاونڈیشن ایڈیشن:

فَعِنْدَ فَنَا حَاءِ الزَّمَانِ وَدَالِـهَا   عَلَىٰ فَاءِ مَدْلُولِ الكُرُورِ يَقُومُ

سلطان المنصوب ایڈیشن:

فَعِنْدَ فَنَا حَاءِ الزَّمَانِ وَجِيمِهَا   عَلَىٰ فَاءِ مَدْلُولِ الكُرُورِ يَقُومُ

مطبعہ الرحمانیہ ایڈیشن:

فَعِنْدَ فَنَا خَاءِ الزَّمَانِ وَدالها عَلَىٰ فَاءِ مَدْلُولِ الكُرُورِ يَقُومُ

سعید عبد الفتاح ایڈیشن:

فَعِنْدَ فَنَا خَاءِ الزَّمَانِ وَداله عَلَىٰ فَاءِ مَدْلُولِ الكُرُورِ يَقُومُ

دار الفکر ایڈیشن:

فَعِنْدَ فَنَا خَاءِ الزَّمَانِ وَجِيْمِهَا عَلَىٰ فَاءِ مَدْلُولِ الكُرُورِ يَقُومُ

جیرلڈ ایلمور ایڈیشن:

For with the passing of the *Khā'* of time, and its *Jīm*,
added to the *Fā'* of the meaning of the sequence,

اس مقام پر ہمارا ایڈیشن تمام سابقہ ایڈیشنز سے مختلف ہے۔ منصوب صاحب اور جریلڈ ایلمور کو چھوڑ کر کسی سابقہ ایڈیشن نے یہاں متغیرات کا ذکر نہیں کیا۔ اگر ہم مخطوطات کو دیکھیں تو اس جگہ یہاں متعدّد حروف استعمال ہوئے ہیں؛ کچھ متن میں اور کچھ حاشیے میں، مثلا: مخطوطہ برلین میں خَاءِ الزَّمَانِ وَجِيْمِهَا ہے اور جیم کو کاٹ کر حاشیے میں دال لکھا گیا ہے۔ منصوب صاحب نے اسی لفظ کو اختیار کیا ہے لیکن کوئی تشریحی نوٹ نہیں لکھا کہ آپ کے نزدیک ایسا کیوں ہے۔ جریلڈ ایلمور نے یہاں ایک لمبا حاشیہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان تین حروف کی عددی قیمت ۶۸۳ ہجری بنتی ہے اور یہ سال ختم یا مہدی کے ظہور کا سال ہے۔ اس کے بعد آپ نے متعدّد مخطوطات میں ذکر کردہ الفاظ یعنی حا، خا، جیم اور دال کے بارے میں بتایا ہے۔ سب سے آخر میں شیخ اکبر کے دیوان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دیوان میں اس جگہ دال کا حرف ہے۔

شیخ احمد محمد علی کے مطابق یہاں یہ الفاظ کسی عددی قیمت یا کسی تاریخ کی جانب اشارہ نہیں بلکہ شیخ اکبر نے شعری ضرورت کے تحت حا اور دال کو الگ الگ لکھا ہے اور اگر ان کو ملا کر

پڑھا جائے تو یہ "حد الزمان" بنتا ہے۔ اور اگلے مصرعے میں فا فلک کی جانب اشارہ ہے۔

ابن العربی فاونڈیشن، مطبعہ الرحمانیہ ایڈیشن:

وعنه كانت العَرّش، والعالم الأوسط والفَرّش.

سلطان المنصوب ایڈیشن:

وعنه كانت العُرُش، والعالم الأوسط والفُرُش.

سعید عبد الفتاح، عالم الفکر ایڈیشن:

وعنه كان العرش، والعالم الأوسط والفرش.

جیر الڈ ایلمور ایڈیشن:

from which proceed the [Divine] Throne (*al-'arsh*) and the Intermediate World and the Earth (*al-'alam al-awsat wa-l-farsh*)

اس جگہ تمام محققین نے عَرش اور فَرش ہی مراد لیا ہے۔ منصوب صاحب نے عُرُش اور فُرُش استعمال کیا جس کی مخطوطات میں بھی کوئی دلیل نہیں ملتی۔

ابن العربی فاونڈیشن، مکتبہ الرحمانیہ، سعید عبد الفتاح ایڈیشنز:

فرجعتِ الأسماءُ إلى الاسم العليم الفاضل.

سلطان المنصوب ایڈیشن:

فرجعتِ الأسماءُ إلى الاسم العليم الفاصل.

جیر الڈ ایلمور ایڈیشن:

They [all] derive from the Eminent, Knowing Name (*al-ism al-'alim alfādil*)

یہاں کچھ نسخوں میں الفاصل کا لفظ ہے تو دیگر قدیمی نسخوں میں الفاضل بھی ہے۔ پرانے زمانے میں لکھتے وقت بعض اوقات مولف نقطے چھوڑ دیا کرتا تھا اور بعض اوقات مکمل نقطے لکھتا تھا۔ فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ جو شیخ نے اپنے ہاتھ سے لکھا اس میں اس سے ملتی جلتی عبارت موجود ہے اور وہاں اسم العلیم کو فاضل کہا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بھی الفاضل ہی درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ابن العربی فاونڈیشن ایڈیشن:

فلنرجع إلى ما كنّا بسبيله، من جنس النشء وقبيله.

سلطان المنصوب، دار الفکر ایڈیشن:

فلنرجع إلى ما كنّا بسبيله، من حسن النشء وقِيله،

مطبعہ الرحمانیہ ایڈیشن:

فلنرجع إلى ما كنّا بسبيله، من جنس الشيء وقبيله.

سعید عبد الفتاح، جیر الڈ ایلمور ایڈیشن:

فلنرجع إلى ما كنّا بسبيله، من حسن النشء وقبيله.

اگر آپ ان تمام متون کا جائزہ لیں تو ایک بات واضح ہے کہ دو متغیرات کی وجہ سے متن کیا سے کیا ہو گیا۔ حُسن اور جنس میں صرف نقطوں کا فرق ہے، اسی طرح النشء اور الشیء میں بھی زیادہ فرق نہیں۔ چونکہ یہاں بات حقیقتِ محمدیہ کی جنس اور قبیلے کی ہو رہی ہے اِسی لیے جنس ہی مناسب لفظ ہے، شیخ اکبر نے چند سطر پہلے اس جانب اشارہ بھی کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: ولكن لمّا فطره سبحانه على الصورة، فصار كأنّ ثَمَّ جنسا يجمعها ضرورة. لہذا یہاں مراد اس حقیقت کی جنس اور قبیلے کا بیان ہے۔

ابن العربی فاونڈیشن ایڈیشن:

فاعتكفَتْ ملائكة التقييد على قدميه لاحِظة، ولما يصدر عنه من العلوم فيها حافظة.

سلطان المنصوب ایڈیشن:

فاعتكفَتْ ملائكة التنفيذ على قدميه لاحِظة، ولما يصدر عنه من العلوم فيها حافظة.

سعید عبد الفتاح ایڈیشن:

فاعتكفَتْ ملائكة التقييد على خدمته لا حظه، لما يصدر منه في العلوم لاحظة حافظة.

دار الفکر ایڈیشن:

فاعتكفَتْ ملائكه التقيد على قدميه لاحِظه، ولما يصدر عنه من العلوم فيها حافظة.

جیرلڈ ایلمور ایڈیشن:

The Angels of devotion (*malā'ikat al-taqayyud*) cling to [Adam's] feet, carefully observing (*lāḥiẓah*), while faithfully preserving (*ḥāfiẓah*)the instances of Knowledge (*al-'ulum*) issuing from him among them.

اس مقام پر مختلف مخطوطات میں مختلف لفظ آئے ہیں۔ مخطوط: ب، م، ع میں یہاں لفظ واضح نہیں، مخطوط: ش میں التقیید ہے، مخطوط ن، ج میں التنفیذ ہے۔ ع اور س کے متن میں التنفید ہے جبکہ س کے حاشیے میں التقبیل ہے۔ یہ اس قدر مبہم مقام ہے کہ اصل لفظ تک پہنچنا آسان نہیں۔ ہم نے یہاں شیخ احمد محمد علی کی رائے کو اہمیت دی ہے اور التقیید لکھا ہے؛ کیونکہ لکھنے والے فرشتے اس حقیقت کے قدموں پر نظر رکھتے ہیں اور وہاں سے جو علوم نکلیں انہیں لکھ لیتے ہیں۔

ابن العربی فاونڈیشن، مطبعہ الرحمانیہ ایڈیشن:

وسطع النّور، وتنزّل الأمر، فلم يبق ملأ أعلى إلّا صعِق لذلك التجلّي.

سلطان المنصوب ایڈیشن:

وسطع الدّور، وتنزّل الأمر، فلم يبق ملأ أعلىٰ إلّا صعِق لذلك التجلّي.

سعید عبد الفتاح ایڈیشن:

وسطع الدّور، ويتنزَّل الأمر، فلم يبق ملأ أعلىٰ إلّا صُعِق لذلك التجلّي.

دار الفکر ایڈیشن:

وسطع النور، وتنزّل الأمر، فلم يبق أحدا أعلا إلّا صعِق لذلك التجلّي.

جیرلڈ ایلمور ایڈیشن:

and the [New] Aeon (*al-dawr*) dawns and the Command comes down. There is no Heavenly Host (*mala' a'lá*) not thunderstruck by that Theophany (*al-tajallī*)

اس مقام پر جیرلڈ ایلمور نے حاشیے میں ذکر کیا ہے کہ دیگر مخطوطات میں النور کا لفظ موجود ہے لیکن الدور کو اہمیت دی۔ سلطان المنصوب نے جن مخطوطات کا انتخاب کیا ان میں شاید النور کا لفظ نہیں تھا۔ میرے خیال میں بات واضح ہے کہ جب نور چھا گیا اور حکم اترا تو اس تجلی پر ملا اعلی والے بھی ہوش گنوا بیٹھے۔ النور ہی درست لفظ معلوم ہوتا ہے۔

ابن العربی فاونڈیشن، سعید عبد الفتاح، مکتبہ الرحمانیہ ایڈیشن:

لَأَصْبَحَ عَالِمًا حَيًّا كَلِيمًا طَلِيقَ الوَجْهِ يَرْفُلُ فِي البُرُودِ

سلطان المنصوب، دار الفکر ایڈیشن:

لَأَصْبَحَ عَالِمًا حَيًّا كَرِيمًا طَلِيقَ الوَجْهِ يَرْفُلُ فِي البُرُودِ

جیریلڈ ایلمور ایڈیشن:

It surely would wake up-Knowing, Alive, and Speaking,
-with countenance beaming, and trailing its shroud.

یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم نے جتنے مخطوطات بھی استعمال کیے کسی میں بھی "کریما" نہیں اور نہ ہی جریلڈ ایلمور نے اس کا تذکرہ کیا۔ پھر سلطان المنصوب صاحب نے کس طرح اسے "کریما" ہی رہنے دیا اور ٹھیک نہ کیا۔ میرے خیال میں یہ لفظ ان کی نظروں سے اوجھل رہا۔

جیریلڈ ایلمور کا انگریزی ترجمہ:

ہم نے جریلڈ ایلمور کے انگریزی ترجمے کو لفظ بلفظ سطر بسطر عربی سے ملا کر دیکھا اور بعض اوقات اپنے ترجمے میں اس سے مدد بھی لی ہے۔ اس کی وجہ تو واضح ہے کہ محقق نے اس کتاب کے تمام مخطوطات، مطبوعات اور شروحات کو ایک جگہ سمو دیا۔ کتاب میں اس کثرت سے حاشیہ پردازی کی گئی ہے کہ کسی بھی محقق کے لیے اس سے استفادہ لازم ہو جاتا ہے۔ حاشیہ پردازی کا مقصد قاری کو درست معلومات یا متن میں دی گئی معلومات کی شرح فراہم کرنا ہوتا ہے لیکن اگر حاشیہ آرائی میں اس حد تک کثرت سے کام لیا جائے کہ حاشیے کتاب سے دوگنے ہو جائیں تو پھر یہ زائد معلومات قاری کو تذبذب میں ڈالنے کا سبب بھی بنتیں ہیں۔

اس ترجمے کے بارے میں ہماری رائے یہی ہے کہ انگریزی زبان میں یہ اِس کتاب کا ایک بہترین ترجمہ ہے اور اگر کوئی اس ترجمے سے یہ کتاب پڑھنا چاہے تو اسے یہ پڑھنی چاہیے۔ مترجم کا شمار شیخ اکبر ابن العربی کو سمجھنے والے سکالرز میں ہوتا ہے لہذا وہ ان تمام بنیادی مفاہیم سے آگاہ ہیں جن سے آگاہی کے بغیر کوئی شیخ اکبر کی کتابوں کا درست ترجمہ نہیں کر سکتا۔ یہاں میرا مقصد صرف ان چند گنے چنے مقامات کو ذکر کرنا ہے جہاں ہمارا ترجمہ اس انگریزی ترجمے سے الگ ہے۔ اور مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ کسی پہلے ترجمے کو دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ اس کی اندھی تقلید کرتے ہیں بلکہ مقامِ اختلاف پر کھل کر اختلاف بھی کرتے ہیں۔

مثال ۱:

وَفِي الرَّوْضَةِ الخَضْرَاءِ سُمُّ عُدَاتِـهِ		وَصَاحِبُهَا بِالمُؤْمِنِينَ رَحِيمُ

In the "Green Meadow" his enemies were blasted,

but [Damascus'] Lord is merciful to the Believers. (p 233)

جیریلڈ ایلمور نے یہاں شرح کو دیکھتے ہوئے "روضہ خضرا" کو دمشق قرار دیا ہے، جبکہ ہمارے نزدیک یہ گنبد خضرا اور مدینہ منورہ کی جانب اشارہ ہے کیونکہ اگلے مصرعے میں یہ بات نمایاں ہے کہ آپ ﷺ مومنین پر رؤوف الرحیم ہیں۔ یہ قرآن مجید کی اس آیت کی جانب اشارہ ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۲۸] یہاں مراد یہ ہے کہ دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اور اس جانب متعدّد احادیث اشارہ کرتی ہیں۔

مثال ۲:

وَيظْهرُ عَدْلُ الله شَرْقًا وَمَغْرِبًا		وَشَخْصُ إِمَامِ الْمُؤْمِنِينَ رَمِيمُ

And the Just One of God will be triumphant, East and West,

though the body of the Imam be gone to dust. (p 234-235)

حاشیے میں اِس کی شرح آپ کچھ یوں لکھتے ہیں:

Wa-shakhsu imāmi l-mu'minīna ramīmu: lit., "while the body/individual substance of the leader of the believers [was] decayed. ... In any case, the point is to indicate that the condition of the physical body "does not matter." On the term, shakhs.

اس جگہ ہم نے آپ سے اختلاف کیا ہے اور اس کی وجہ وہ حدیث پاک ہے جو مسند احمد بن حنبل اور سنن ابن ماجہ میں آئی اور جس کی توثیق شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں کی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "مہدی ہم میں سے یعنی اہل بیت میں سے ہے، اللہ اسے ایک ہی رات میں اس منصب کے لائق بنا دے گا۔" یعنی وہ اس رات سے قبل ایک غیر معروف عام سا آدمی ہو گا۔ لہذا یہاں مراد مومنین کے امام کے جسم کا بُھرنا نہیں بلکہ مراد اِس کا غیر معروف ہونا ہے۔

مثال ۳:

فإنّ الذي سألتَ عنه من هذه الأسرار المصُونة عن ملاحظة الأنوار، فكيف بعالم الإنكار؛ لا يصلح في كلّ وقت إفشاؤها.

Verily, that which you have asked me about concerning these Secrets preserved from perception by the [intellectual] lights (*mulāḥaẓat al-anwār*)-how [could it ever be received] in the world of rational notions (‘alam al-afkār), when their disclosure (*ifshā'u-hā*) is not permissible at any time, (p 262)

اس مقام پر تمام معتمد نسخوں مثلا نسخہ برلین، نسخہ جار اللہ -۹۸۶، نسخہ اسعد آفندی-۱۴۱۳، نسخہ راغب پاشا-۱۴۵۳ اور دیگر مخطوطات میں "عالم الانکار" کا لفظ ہے۔ حتی کہ میرے پاس موجود ایک شرح میں بھی "عالم انکار" ہی ہے۔ پتا نہیں آپ نے کہاں سے "عالم افکار" کا لفظ لایا اور حاشیے میں اس کا حوالہ تک نہ دیا۔

مثال ۴:

فرأيتُ ختم أولياءِ اللهِ الحقّ، في مقعد الإمامة الإحاطيّة والصدق. فكشف لي عن سرّ محتَدِه، وأُمِرتُ بتقبيل يده. ورأيته متدلّيا على الصدّيق والفاروق، متدانيا من الصادق المصدوق، محاذيا له من جهة الأُذن، قد ألقى السمع لتلقّي الإِذن، ولواءُ تَقدُّمِه منشور، وخاتَمَاه نور على نور.

He showed me the Secret of his lineage *(sirr maḥtidi-hi)* and I was commanded to kiss his hand. And I saw him descend upon the "Faithful one" *(al-Ṣiddīq)* and the "Discriminator" *(al-Farūq) [viz.,* Abu Bakr al-Siddiq and 'Umar b. al-Khaṭṭāb, the first and second Caliphs] and approach the "Truthful and Trustworthy one" *(al-Ṣādiq al-maṣdūq [*sci., 'Ali b. Abi Talib, the third Caliph?)," standing parallel to him, next to his ear. The latter listened intently to receive information *(al-idhn)* the Banner of [the Seal's] Precedence unfurled (*liwa' taqaddumi-hi manshūr*), and his two Seals (*khātamā-hu*) were "Light upon Light."(p 283)

آپ صادق المصدوق کے حاشیے کی ابتدا یوں کرتے ہیں:

The referent is not at all certain here, and may, rather, be the Prophet Muhammad.

لیکن پھر حاشیے میں ایک مبہم سی بات کر کے اس سے مکمل توجہ ہٹا دی۔ آپ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ شیخ اکبر کے کلام میں صادق المصدوق صرف نبی پاک ﷺ کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے اور اس کے متعدّد شواہد موجود ہیں۔ آپ نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ میں صادق کا ترجمہ نبی صادق محمد ﷺ ہی کیا ہے۔

اگر ہم اس نکتے کو دیکھیں تو ترجمہ نہایت آسان ہے۔ شیخ اکبر فرما رہے ہیں: میں نے ختم الاولیا یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے مجھے اپنے اتحاد کا راز بتایا اور مجھے ان کی دست بوسی کا حکم ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صدیق اور فاروق کو کچھ بتا رہے ہیں اور صادق المصدوق (یعنی نبی پاک ﷺ) سے قریب ہو رہے ہیں، اپنا کان ان کی جانب کیا تا کہ جو حکم آئے اسے پورا کریں۔ آگے نبی پاک ﷺ کے لوائے حمد کا ذکر ہے جو پھیلا ہے اور آپ کے دو ختموں کا ذکر ہے جو نور علی نور ہیں۔ لیکن آپ نے سیاق و سباق سے ہٹ کر نبی پاک ﷺ کی جگہ حضرت علی کا نام لکھ کر بات کہاں سے کہاں پہنچا دی۔

مثال ۵:

والصدّيقيّة لا ينالها إلّا أهل الولاية، ومَن كان له عند الله أزلًا سابق عناية، وهي السبيل في نجاة مَن اتّصف بها، وتمذهب بمذهبها. فلهذا جعلنا الشمس دونها، وإليها ركونها، كما أنّ الختم فوق رتبة الصدّيق؛ إذ كان الممهِّد للطريق، الذي مشى عليه عتيق. فالختم نبويُّ المحتِد، علويُّ المشهد؛ فلهذا جعلناه فوق الصدق كما جعله الحقّ.

whereas [the Station of] Supreme Faithfulness (al-ṣiddīqīyah) is attained only by the People of Sainthood (ahl al-walayah) and he to whom it is foreordained by God from Pre-eternity (azal^an sābiqa 'inayat^in) For [Faithfulness] is the Way of Salvation [sabīl al-naJāt]

for one who possesses it and proceeds according to its way (madhhabu-hā).

This, then, is the reason we made the [Western] Sun to be beneath [the Faithful One] and dependent upon him, even as the Seal is above the Station of the Faithful: [The Mahdi] is the one who paves the way (al-mumahhid li-l-ṭarīq) upon which a Noble One ('atīq) will walk. But the Seal is Prophetary in origin (nabawī al-maḥtid); Heavenly in appearance ('alawī al-mashhad). Therefore, we have placed him above the [Station of] Truthfulness (al- ṣidq) even as the Real had placed him. (p 295)

یہاں بھی وہی غلطی دوہرائی گئی جو پچھلی مثال میں کی گئی۔ شیخ اکبر یہاں تین لوگوں کی بات کر رہے ہیں: صدیقیت سے مراد ولایت کا اعلی ترین منصب ہے اس سے اوپر نبوت کا مقام ہے، صدیقیت میں ابو بکر صدیق کی جانب اشارہ ہے، شمس سے مراد امام مہدی ہیں جنہیں آپ شمس بیتی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں، اور ختم سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔ ان تین شخصیات کو جان لینے کے بعد اب عبارت بالکل واضح ہے۔ شیخ بتا رہے ہیں کہ صدیقیت اہل ولایت کو ملتی ہے اور یہ ولایت کا اعلی ترین منصب ہے۔ اسی لیے ہم نے تمام اولیا بشمول امام مہدی کو اس کے نیچے رکھا، اور ختم کو صدیق سے اوپر کہا؛ کیونکہ ختم ہی وہ راہ درست کرتا ہے جس پر صدیق چلتا ہے، ہمارا ختم اپنی اصل میں نبوت اور علوی مشاہدے والا ہے اسی لیے ہم نے اسے صدق سے اوپر قرار دیا کہ حق نے اِسے یہ منصب بخشا۔

جریلڈ ایلمور نے بے تکے انداز میں مہدی کو ختم کی جگہ پر ذکر کر دیا اس سے سارا مطلب گڑ بڑ ہو گیا۔

مثال ٦:

واللہ یعصمنا من غوائل الفِتن، ویصرف عنّا وجوہ المحن.

May God protect us from the perils of temptations (ghawāfil al-fitan) and turn away from us the designs of afflictions. (p 504)

اس مقام پر حیرت یہ ہے کہ تمام شائع شدہ عربی متون اور تمام مخطوطات میں "غوائل الفتن" کے الفاظ ہیں۔ جیرلڈ ایلمور نے اس کا ذکر نہ حاشیے میں کیا اور نہ ہی بتایا کہ انہوں غوائل کی جگہ غوافل کا لفظ کیسے استعمال کیا۔

مثال ۷:

وفي "الحديد" موضعٌ أُلحِق تاليا، ولم يصحّ أن يكون متلوًّا، فكان صدّيقا وليّا. فإنّ النبيّ هو المتلوّ لا التالي، والوليّ المولّى عليه ليس الوالي.

In *Iron (al-ḥadīd)* is a passage [in which] he is admitted [to the list of Prophets] at the "End" (*al-yā'* [= the Omega]) it not being possible that he be followed (*matlūw*), for he is a Faithful One, a Saint (*ṣiddīq walī*); whereas the Prophet, verily, he is the One Followed (al-matlūw), not the Follower (al-tālī) (p 519)

یہاں سلطان المنصوب اور دار الفکر ایڈیشن میں بھی بالیاء کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، صرف سعید عبد الفتاح اور مطبعہ الرحمانیہ نے "تالیا" کا لفظ لکھا ہے جو ہمارے نزدیک درست ہے اور عبارت کا مکمل مفہوم ادا کرتا ہے۔ یہاں سورت الحدید کی آیت نمبر ۲۷ کی جانب اشارہ ہے جہاں آپ کو تالی قرار دیا گیا۔ وہ آیت یہ ہے: ﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰٓ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ﴾.

یہ اور ان جیسی دیگر لاتعداد مثالوں سے واضح ہے کہ عنقاء مغرب شیخ اکبر کی مشکل ترین کتابوں میں سے ہے، اسی لیے اِس کی طبع شدہ اشاعتیں اغلاط کا مجموعہ اور ناقابل بھروسا ہیں۔ لہذا اس امر کی ضرورت تھی کہ اِس کتاب پر نئے سرے سے تحقیق کی جائے۔ ہم استاذ منصوب اور جیرلڈ ایلمور کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے اِس کتاب کی بہتر تحقیق پیش کر کے آنے والوں کے لیے راہ ہموار کی۔ ہم نے شیخ احمد محمد علی الاکبری کے تعاون سے اس کتاب پر کام شروع کیا اور پوری کوشش کی کہ اسے نقائصِ متن سے پاک کیا جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس سلسلے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں لیکن شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھا اصلی نسخہ ملنے تک

اصلاح کی گنجائش باقی ہے۔

منہج اردو ترجمہ

ہم نے اپنے ترجمے میں شیخ اکبر کے منہج کو نقل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے؛ جہاں شیخ نے آسانی کی اور بات سلجھائی ہے تو ہم نے بھی قاری کو راہ دکھلائی ہے۔ لیکن جہاں شیخ نے ابہام رکھا اور بات الجھائی ہے، اُس جگہ ہم نے اردو ترجمے میں بھی وہی روش اپنائی ہے۔ جو مقامات اصل عربی میں ابہام کے متقاضی ہیں اردو میں ان کا ابہام قائم رکھا ہے، کسی شرح سے انہیں ایسے کھولنے کی کوشش نہیں کی کہ اشارات زائل اور اسرار واضح ہو جائیں۔ اردو ترجمے میں متن کو مسجع اور مقفع بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے تاکہ اصل عربی کی تھوڑی سی چاشنی اردو قارئین بھی محسوس کر سکیں۔

تحقیق عربی متن

عربی متن کی تحقیق میں اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ استاذ المنصوب نے جب اس کتاب کا ایک جدید ایڈیشن مرتب کیا تو ہمیں بھی اس کی ایک کاپی ارسال کی تاکہ ہم اسے ابن العربی فاونڈیشن سے بھی شائع کریں۔ پہلے ہمارا ارادہ اِسے مِن و عَن چھاپنے کا تھا لیکن جب ہمیں اپنے شیخ سے اِس اشاعت کی اجازت نہ ملی اور اِس میں اغلاط کی نشاندہی ہوئی تو ہم نے ایک جدید متن پر کام شروع کیا۔ ہم نے استاذ المنصوب کے ایڈیشن کا پانچ مزید مخطوطات سے موازنہ کیا۔ ان میں سے ایک نسخہ تو اس کتاب کے اولین نسخوں سے نقل شدہ تھا اور اکثر مقامات پر وہ ایک بہترین متن پیش کرتا دکھائی بھی دیتا ہے۔ لیکن باقی دو نسخے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ لہذا دوسرے مرحلے میں عربی متن کا دیگر تین نسخوں سے موازنہ کیا گیا۔ ایک ایک لفظ کو تمام نسخوں میں دوبارہ دیکھا گیا، کمی بیشی کو حاشیے میں لکھا گیا اور اشکالات اور ابہامات کا ازالہ کیا گیا۔ یہ سارا عمل نہایت ہی صبر آزما اور تکلیف دہ تھا۔ لیکن اُس پاک ذات کی توفیق اور غیبی امداد سے ہم یہ مرحلہ بھی احسن طریقے سے طے کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اپنی طرف سے تحقیق کر لینے کے بعد ہم نے اِس متن کی شیخ احمد محمد علی سے تصدیق کروائی، متغیر الفاظ کے بارے میں پوچھا اور

آپ کے اِس بے مثال تعاون کے باعث ہی ہم اس کتاب کا بہترین متن تیار کر سکے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس عمل کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے، آمین

اردو ترجمہ

جس کلام میں بیان اشارے کنایے تک ہی محدود ہو اُس کا کما حقہ ترجمہ کرنا ممکن نہیں ہوتا، شیخ اکبر کا کلام تو الہیات کے بلند ترین مدارج میں سے ہے۔ ہم نے اللہ کا نام لے کر اِس عمل کی ابتدا کی، ترجمہ کرنے میں ہمارا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے سلیس عبارات کا ترجمہ کرتے ہیں اور مشکل عبارات چھوڑتے جاتے ہیں، یوں دو سے تین ماہ کی محنت کے بعد ترجمے کا پہلا مرحلہ مکمل ہوتا ہے۔ جس میں اس کتاب کا ایک ابتدائی مسودہ تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حسب عادت ایک بار پھر اصل عربی سے ملا کر مکمل ترجمہ چیک کیا جاتا ہے، اغلاط کو کم سے کم کیا جاتا ہے اور ترجمے میں مزید سلاست اور نفاست اپنائی جاتی ہے۔ دوسری مرتبہ اُن مقامات پر بھی غور کیا جاتا ہے جو پہلی بار ترجمہ ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ چونکہ ترجمے کا پہلا مسودہ پرانے متن سے کیا گیا تھا لہٰذا اِس کو نئے متن سے ہم آہنگ کیا گیا۔

حسب روایت اِس کتاب کے ترجمے میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ شیخ اکبر کا اسلوبِ عبارت نقل کیا گیا، ترجمے میں بھی وہی طرز اپنانے کی کوشش کی گئی جو اصل متن میں ہے۔ جہاں آپ حقائق کی بات کرتے ہوئے واضح کلام کرتے ہیں وہاں ترجمے میں بھی وضاحت کو اولین ترجیح دی گئی۔ واقعات میں جہاں آپ نے عربی روزمرہ اور محاورے کا استعمال کیا، ترجمے میں بھی اردو روزمرہ اور محاورے کا استعمال کیا گیا۔ غرض اپنی طرف سے پوری کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ بھی اسلوبِ شیخ سے ہٹنے نہ پائے۔

ہم نے اس عبارت کو اشاعت کے بنیادی اصولوں سے مزین کر کے شائع کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱. عربی متن میں موجود تمام قرآنی آیات کی تخریج کی گئی ہے۔
۲. عربی متن میں مشکل مقامات پر حاشیے میں حسبِ استطاعت سلیس معانی درج کیے گئے

ہیں اور یہی اسلوب اردو ترجمے میں بھی اپنایا گیا ہے۔

۳. کتاب کا ترجمہ سلیس کیا گیا ہے اور ہر مشکل عربی لفظ کے مقابل اردو لفظ لانے کی کوشش کی گئی ہے الّا یہ کہ وہ شیخ اکبر کی اصطلاح ہو۔ لفظ بلفظ ترجمے سے اجتناب کیا گیا ہے، لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر کماحقہ ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ عربی متن پیش کرنے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ کلام سے دلیل پکڑنے کی غرض سے اصل عربی سے رجوع کیا جائے اور ترجمے کو صرف فہم کا ایک ذریعہ سمجھا جائے، بلکہ جو حضرات عربی پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں انہیں عربی متن ہی پڑھنا چاہیے۔

۴. علوم شیخ اکبر کی ترجمانی کسی کے بس کی بات نہیں۔ ہم نے اپنی سی کوشش کی ہے لیکن اگر کسی مقام پر ہم عربی متن اور ترجمے کو شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کے مطابق پیش نہیں کر سکے تو ہم ان سے معافی کے خواستگار ہیں۔

۵. کتاب کو بڑے سائز پر بہترین صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اشاعت کے سلسلے میں بین الاقوامی معیار کو سامنے رکھا گیا ہے۔

ہمیں نہایت خوشی ہے کہ اُس پاک ذات نے ہمیں اپنے عزم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دی، بیشک محض اس کی توفیق اور عطا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد، شیخ اکبر کے فیض اور اپنے مرشد کی نظر کرم سے ہی ہم اِس منزل کو پانے میں کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہماری نیتیں ٹھیک رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے سے بچائے: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران: ۸) یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہمارے اِس عمل کا بنیادی مقصد تیری رضا کا حصول اور لوگوں تک حق بات کا پہنچا دینا ہے، اِس لیے ہمارے عمل کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخش اور ہمیں آئندہ بھی اُن اعمالِ صالحہ کی توفیق دے جو ہمارے لیے تیری طرف سے اِس عمل کی قبولیت کی ایک نشانی ہوں۔

ابرار احمد شاہی

فروری ۲۰۲۰ء

عنقاء مغرب ایک تعارف

یہ شیخ اکبر کی ان اولین کتب میں سے ایک ہے جو آپ نے اندلس اور مغرب کی سرزمین میں لکھیں۔ اپنے موضوعات کے حوالے سے یہ ایک متنوع کتاب ہے کہ ذات، صفات، افعال اور اسماسے لے کر حقیقت محمدیہ پر شیخ اکبر کے کلام کا نفیس ترین حصہ سامنے لاتی ہے۔ اسی کتاب میں "خاتم الاولیا" کی تحدید اور "شمسِ بیتی" کا تذکرہ ہے، اور یہی کتاب امامت کے اثبات اور استحقاق پر بھی بات کرتی ہے۔

اسلوب کتاب

کتاب کی زبان اسرار و اشارات سے بھرپور ہے، مسجع و مقفع نص زبان کا حسن بڑھاتی ہے، لطیف اور کثیف معانی کو عیاں کرتی اور روحانی شعور کو جلا بخشتی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں: "میرا ارادہ ہے کہ اِس (کتاب) میں وہ کچھ لکھوں، جو کبھی بتاؤں اور کبھی چھپاؤں" لہذا اندازِ تحریر میں شوخی اور بانک پن ہے۔ حقائق تک پہنچا کر بھی حجاب برقرار رکھا گیا ہے "اِس کتاب میں - ان شاء اللہ - میں تجھے "اَصداف کے دُرر" اور "برزخ کے معاملات" کے بارے میں بتاؤں گا" یعنی حقائق اور معارف سے کماحقہ روشناس کرواؤں گا۔ "میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب میں تجھ پر اسرار فاش کروں، بلکہ تجھ پر ان کی برسات کروں" یہ وہ اَن چھوئے اسرار ہیں جو اہل اللہ کو حق تعالی کے غیب کے خزانوں سے ملتے ہیں۔

انہی اسرار کے بارے میں شیخ کہتے ہیں: "جب دلوں نے دلوں کے بھید ٹٹولے، غیبی سورج اور اُن کے انوار ظاہر ہوئے، محفل جمی اور ابو العباس اور ان کے ساتھی آئے؛ تو میں اس معرفت کو متحقّق کر کے چلا جو مجھے حاصل ہوئی، اب کوئی ایسا نادر نکتہ باقی نہ رہا جس کا گزر میری حاضرت کے دروازے سے نہ ہوا ہو، اگر عہدِ غیرت نہ لیا گیا ہوتا، اِفشا کی حرمت اور اِس پر سزا نہ ہوتی، تو ہم تیرے سامنے ان اسرار کو شان و شوکت سے ظاہر کرتے، لیکن میں انہیں ایک باریک

پردے کے پیچھے سے تجھ تک لاؤں گا؛ کہ جو جرات کر کے یہ پردہ اٹھائے تو اِنہیں سامنے پائے۔"

فرماتے ہیں: "جب میں نے اُس کی بات سنی، اور اُس نے وہ کچھ میرے سامنے کیا جو اِس سے پہلے اوجھل تھا، تو مجھے اِس پاک مضمون کے لکھنے پر اکسایا گیا، اور مجھ سے یہ عہد لیا گیا کہ میں اِسے اِس کے سُندسی ملبوس سے نہیں نکالوں گا، تا کہ اس کے اسرار کسی نا اہل پر ظاہر نہ ہوں اور نہ اُس کے انوار کی چمک دکھائی دے، بولا: یہ (اسرار) تیرے ہاتھ بند امانت ہیں، لہٰذا پریشان مت ہو، اِنہیں تھام لے اور ظاہر مت کر، وگرنہ تو انہیں کھو بیٹھے گا۔"

یہ کتاب وہ معمی ہے جسے شیخ اکبر نے حکم الٰہی پر اُلجھایا، تاکہ نا اہل اِس سے دور رہے، فرماتے ہیں: "پس دانا اور سمجھ دار؛ جو شکم سیری کی بجائے حکمت کا طالب ہے، وہ ہماری رمز پر ٹھہرتا اور اُس معمے کو سلجھاتا ہے جسے ہم نے الجھایا۔ اگر حکم الٰہی نہ ہوتا تو ہم خود آنے جانے والے کو یہ سب کھول کر بتاتے، اسے مقیم کی غذا اور مسافر کا زاد بناتے۔"

غرض وغایتِ کتاب

عنقاء مُغرب کی ابتدا میں شیخ اپنی کتاب "التدبیرات الالٰہیہ" کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: ہم پہلے بھی ایک روحانی کتاب اور ربانی تصنیف مرتب کر چکے ہیں، جس کا نام ہم نے "مملکتِ انسانی کی خدائی تدبیرات" رکھا تھا۔ اُس (کتاب) میں ہم نے بتایا ہے کہ انسان "عالم کبیر" سے نکلا "عالم صغیر" ہے، اور اِس بڑی کائنات میں جو کچھ ظاہر ہوا وہی سب اس چھوٹے نسخے میں بھی نمایاں ہے۔ میں نے اُن اوراق میں انسان کی عالم سے مطلق مشابہت پر بات نہیں کی، بلکہ خلافت اور تدبیر کی جہت سے ان دونوں کا موازنہ کیا، میں نے بتایا کہ اِس میں کون کاتب ہے اور کون وزیر، کون عدل والا قاضی ہے اور کون امانت دار (مشیر)، کون ٹیکس کلکٹر ہے اور کون سفیر۔ وہ وجہ بھی سامنے لایا کہ جس نے عقل اور خواہش کے درمیان جنگ چھیڑی، وہاں میں نے دشمن کے مقابلے کی ترتیب بتائی اور ممکنہ تصادم پر روشنی ڈالی، میں نے اِس (روح) کی تائید ونصرت کی، اِسے تدبیر والا امیر بنایا، ایک مملکت بنائی؛ جس کے ایک حصے سے زندگی اور دوسرے سے ہلاکت منسوب کی۔" آگے فرماتے ہیں: اس کتاب میں بھی میں وہی منہج اپناؤں گا

اِس نسخہ انسانی کی روحانی نشأت میں ختم الاولیا اور مہدئ زماں کی بابت بتلاؤں گا۔ اُس پر ان دو مقامات کے راز آشکار کروں گا۔ یہ کتاب ان دو مقامات کی معرفت کے لیے ہے، اور اے بھائی! کبھی یہ مت سوچنا کہ میری کتابوں میں میری غرض میری ذات سے باہر کا عالم ہے، ایسی بات نہیں بلکہ میں اپنی راہِ نجات کا طالب ہوں۔

تمہید:

اس کے بعد شیخ نے چند تمہیدی اشعار میں تمثیلی اسرار بیان فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں: جب صبح کے اجالے نے تاریکی کے لشکروں کو مات دی اور اُسے اُس کی عین کا مشاہدہ کروایا تو اہل تبریز کے ایک شخص نے مجھ سے علاماتِ قیامت کا انسانی نسخے میں موجود ہونے کا سوال کیا۔ شیخ نے اُس کے سوالات کو حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعے کی تمثیل میں بیان کیا۔ اُس کا تعارف اہل انکار میں سے کروایا، فرمایا: "کیا حق نے تجھے بتایا ہے کہ میں ہی صاحبِ علم و رحمت ہوں؛ تو اِس بات کی بشارت سُن کہ تو ہی صاحبِ شدّت و مذمت ہے؛ کیونکہ میں حقیقت میں ہوں جبکہ تو مقدار میں ہے۔ تو اپنی مملکت کا امیر اور اپنے ظاہری عالم کی زندان کا اسیر ہے، جبکہ میں اپنی ملکوت میں لپٹا اپنی نشأت کا خبیر ہوں۔"

اس کے بعد اُس پر یہ حقیقت کھولی: جب تک تیرے انکار میں کمی نہ ہو گی تو اسرار تک رسائی نہیں پا سکے گا، لہذا سر تسلیم خم کر اور اہلِ اقرار میں سے بن۔ آگے فرمایا: جن اسرار کا تو متلاشی ہے وہ عالم نور کے ادراک سے بھی پرے ہیں، عالم انکار کا کیا کہنا؟ کسی آن ان کا افشا اور کسی صورت ان کا اظہار درست نہیں۔ لیکن جب شیخ نے دیکھا کہ اس کے سوال کا مقصد انکار میں افزونی ہے تو آپ نے اُس سے احتراز کیا۔

فرماتے ہیں: "اگر میں اُس پر یہ اسرار بغیر مجاہدے کے آشکار کرتا تو اُس کا دل توہمات کا شکار ہوتا؛ اُس کی فکر کا راز اُسے عالم تجسیم میں لے جاتا اور اُس کے انکار کی قوت اُس کے دل کو ڈھانپ لیتی، ایسی صورت میں اُس کا نور نار اور قرار اضطراب میں بدل جاتا۔" شیخ نے اُس پر اُس کی حالت کھولی تاکہ وہ اپنی حقیقت پہچانے اور اپنی استعداد سے زیادہ کا طالب مت بنے۔ یہاں

شیخ نے چند رمزی اشعار میں ان تجلیات و کیفیات، قلوب کی انتہاؤں اور غیوب کی بلندیوں کی جانب اشارہ کیا جن سے شیخ اِس انسانی مملکت کے روحانی اسرار اور ربانی صفات تک پہنچے۔ اس کے بعد آخر میں اُسے یہ بھی بتایا کہ جب آپ وصول کے بعد عالم شہادت کی طرف لوٹے تو راستے میں حوادثِ کائنات کا سامنا ہوا اور وہاں آپ نے حال اور مستقبل کے حوادث کو دیکھا اور جانا۔ لیکن اُسے اِن کے بارے میں نہ بتایا۔

مشاہدہ ختم ولایت:

انہی اسرار و مشاہدات میں مشاہدہ ختم ولایت ہے جس کی ابتدا سن پانچ سو پچانوے ہجری میں ہوئی۔ اور شیخ اکبر نے ایک روحانی مشاہدے میں ختم ولایت کو نشست امامت پر دیکھا۔ اس منظر میں نبی پاک ﷺ، صدیق اکبر، فاروق اعظم، امام مہدی اور ختم ولایت سبھی موجود تھے۔ شیخ فرماتے ہیں: جب ہماری بات چیت چلی، اور ہم نے قدیم اور حدیث کے گن گائے۔ جب دلوں نے دلوں کے بھید ٹٹولے اور جب غیوب کے انوار آشکار ہوئے تو حضرت خضر اور حضرت الیاس بھی آن پہنچے۔ اور وہاں وہ کچھ ہوا جسے میں نے بیان نہ کیا لہذا اچھے کا گمان کر اور یہ نہ پوچھ کہ کیا ہوا۔ فرماتے ہیں: اگر عہدِ غیرت نہ ہوتا، حُرمتِ افشا اور اس پر سزا نہ ہوتی، تو میں یہ سب کچھ بڑی شان و شوکت سے تیرے سامنے ظاہر کرتا۔ اب میں یہ اسرار تیرے قریب تو کروں گا لیکن انہیں چھپاؤں گا، تاکہ تُو جرأت کر کے یہ پردہ اٹھائے تو انہیں اپنے سامنے پائے۔

مراتب کا بیان:

پھر حق کے پیامبر نے الہام کی صورت میں شیخ کو اس مخفی کتاب کے ظہور کا حکم دیا اور ابتداً اِس کا نام "کتابِ اظہار و اخفا در معرفتِ ختم و خلیفہ" رکھا۔ بعد میں ایک نفیس خطاب میں یہ نام تبدیل کر کے "عنقاء مغرب فی معرفہ ختم الاولیا و شمس المغرب" رکھ دیا گیا۔ بعد ازں جب پردے اٹھے اور معرفت پہنچی تو خلیفہ و ختم، صدیق و مہدی کے مراتب کا اظہار ہوا، شیخ اکبر فرماتے

ہیں: شمس المغرب مرتبے میں صدیق (اکبر) سے نیچے ہے، جیسا کہ صدیق اور آپ سے نیچے سب "ختم" کے پرچم تلے ہیں۔ صدیقیت اہلِ ولایت کو ملی، وہ جن کے لیے اللہ کے ہاں ازلاً سابق عنایت تھی، اِسی لیے ہم نے "شمس المغرب" کو اس سے نیچے رکھا، اور اُسے اِس کی جانب مائل کہا، جیسا کہ "ختم" مرتبۂ صدیق سے اوپر ہے؛ کہ یہ اُس راہ کو ہموار کرتا ہے جس پر عتیق چلتا ہے۔ "ختم" نبوی اصل اور عُلوی مشہد والا ہے؛ اِسی لیے ہم نے اُسے صدق سے اوپر قرار دیا کہ حق نے اُسے ایسا بنایا۔ پس جو نبوت کے طاق سے نور اخذ کرے وہ اُس سے بڑھ کر ہے جو صدیقیت کے طاق سے اخذ کرے، (نور کے) تابع اور صاحبِ (نور) میں اسی قدر فرق ہے جو شاہد اور غائب میں ہے۔

اسرار کی برکھا اور انوار کی شعاعیں:

ذرا اس عبارت کی فصاحت اور بلاغت پر غور ہو: جب مجھ پر اسرار کی برکھا برسی، اور میری نشأت کے ہر مسام میں انوار کی شعاعیں پھوٹیں، تو اِن مساموں کی بندش کے لیے میں بے میل پانی سے نہایا، پھر یہ انوار الہام کی جا (یعنی قلب) پر منعکس ہوئے؛ ان (انوار) کی نہریں اور دریا امڈ آئے، پچھم کی ہوا میں تیزی آئی تو ان کے سمندر متلاطم ہوئے، موجیں آپس میں ٹکرائیں، اور ان پوشیدہ اسرار کی جانب تیزی سے بڑھیں؛ پس تہہ در تہہ بادل اور چھا جانے والی موج کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا ﴿اُس عمیق بحر میں جس کی ایک موج کے اوپر دوسری موج اور اُس کے اوپر بادل تھے، یوں ایک دوسرے کے اوپر اندھیرے ہی اندھیرے تھے﴾ (النور: ۴۰) یہاں تک کہ اِس سمندر میں کوئی تیرتی کشتی، اور اِس کی فضا میں کوئی ظاہر ستارہ نہ رہا، پھر اُس مدد گار سبحانہ نے اپنا لطف (وانعام) کیا تو یہ طوفان تھما، یہ (بلند وبالا) لہریں ساحل سے آشنا ہو کر مٹیں، اِنھوں نے اپنا خلاصہ (یعنی جھاگ) ساحل کے حوالے کیا، ہر عارف اور غیر عارف کے لیے خالص جھاگ ﴿ہر ایک نے اپنے پینے کی جا معلوم کر لی﴾ (البقرۃ: ٦٠) اپنا راستہ اور اپنا مذہب چن لیا۔ یہی وہ خلاصہ ہے جو عارفین کے قلوب سے باہر مخلوق کی جانب آیا، اور اِس کا قدر دان کوئی صاحب ذوق ہی ہوتا ہے۔

یہاں تک اس کتاب کا مقدمہ، ابتدائیہ، تمہید، دیباچہ اور پیش لفظ ہے۔ کتاب کا اصل آغاز معرفتِ معبود سے ہوتا ہے، جس میں ذات، صفات اور افعال پر تین ابوب ہیں۔

ذات: وہ مخفی بھید جسے کوئی نہ پا سکا

شیخ فرماتے ہیں: غوطہ خور نے جب غوطہ لگایا کہ وہ (ذات کے) اِس (سمندر) کی سفید سیپی سے سرخ یاقوت نکالے، تو وہ ہمارے سامنے تہی دست، بے مایہ، تاریک چشم، مہر بلب اور دم بخود لوٹا۔ جب اُس کی سانس بحال ہوئی، وہ تیرگی سے اُجالے میں آیا، تو اُس سے پوچھا گیا: تجھے کس شے نے بے خود کیا؟ اور تجھے یہ کیا ہوا؟ وہ بولا: بہت دور ہے جس کے یہ متلاشی ہیں، بہت دور ہے جس کے یہ متمنی ہیں! اللہ کی قسم کوئی اُس تک نہیں پہنچ پایا، روح اور جسم اُس کی معرفت کہاں پا سکتے ہیں؟ جب عقول اور ادراکات اُس کی صفات میں ہی سرگرداں ہو جائیں، تو یہ اُس کی ذات تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ وہ ذات تو عما میں چاروں اطراف سے خیرہ کرنے والے نور میں گھری ہے، وہ حجاب عزت سے محجوب اور اسما و صفات سے محفوظ ہے۔

اصل میں شیخ یہ بتانا اور سمجھانا چاہتے ہیں کہ مخلوق تجلی ربوبیت (یعنی صفات) کی تاب نہیں لا سکتی، تجلی الوہیت یعنی ذات کا کیا کہنا؟ لہٰذا اہل بصیرتِ و فہم کو ادب لازم کرنا چاہیے کیونکہ یہ وہ حجاب ہے جو کبھی نہیں اٹھتا۔ اِسی حجاب میں اس کا مشاہدہ ہے اُسے بے حجاب نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کے ادراک سے عجز کا ادراک ہی اصل ادراک ہے۔

صفات: چمکتی بجلی اور کھٹکتا خیال

صفات کے باب میں شیخ نے یہ بتایا ہے کہ اُس کی صفات کو اسی حیثیت میں جانا جا سکتا ہے جس حیثیت میں یہ صفات مخلوق کے پاس ہیں۔ اگر وہ الحی المتکلم المرید وغیرہ ہے تو مخلوق میں بھی یہ وصف ہیں۔ اگر وہ الراحم القاہر ہے تو مخلوق بھی ہے۔ معرفتِ صفات میں تیری انتہا یہی ہے کہ تو اس سے ان نقائص کی نفی کرتا ہے جو اس میں نہیں۔ لہٰذا اگر تو اہل معرفت میں سے ہے تو یہ

سب تیری طرف لوٹتا ہے۔ کسی سے وہی لباس اتروایا جاتا ہے جو اس نے پہن رکھا ہو۔ لہذا خود سے نقائص کی نفی کر کہ تو نقائص کا مجموعہ ہے، نہ کہ وہ۔ تجھے تو اپنے معبود کی کسی ایک صفت کی بھی حقیقی معرفت نہیں۔

افعال:

شیخ اکبر کے نزدیک اسما کی تین اقسام ہیں: اسمائے ذات، اسمائے صفات اور اسمائے افعال۔ شیخ فرماتے ہیں: اِس طریقے پر ہم اُس کے اسم القدوس، العزیز، الغنی کو صفاتِ جلال میں شمار کرتے ہیں۔ اُس کے اسم العلیم، السمیع، البصیر کا شمار صفاتِ کمال میں ہے۔ اور اس کے اسم الخالق، الباری، المصور کا تعلق صفاتِ افعال میں سے ہے۔

اِس کے بعد ایجاد کائنات کے حوالے سے اسمائے الٰہیہ کا ایک ازلی مکالمہ درج ہے جو پڑھنے اور سمجھنے کے لائق ہے۔ اس مکالمے سے پتا چلتا ہے کہ اسما نے یہ کائنات کس طرح سے ایجاد کی اور کس طریقے پر اسے چلا رہے ہیں۔ اور یہ کہ اسما کائنات اور ذات کے مابین نسبتیں ہیں۔

آفرینش کی اصل حقیقت محمدیہ کا بیان:

یہ اس کتاب کا اہم ترین موضوع ہے اور جس وضاحت سے شیخ نے اسے یہاں بیان کیا ہے اپنی کسی اور کتاب میں بیان نہیں کیا۔ حقیقت محمدیہ غیب سے غیب کے ظہور کے لیے کیا گیا سوال ہے، اور اس میں وہی سائل اور مسؤل، وہی داعی اور مجیب ہے۔

اس حقیقت کو شیخ اکبر نے موتیوں کی صورت میں بیان کیا۔ یہ (حقیقت) اُس ذات میں تنزیہ کی طرح پنہاں تھی، اُس کا جود (یعنی صفاتِ ایجاد) اُس کے علم کی حاضرت میں داخل ہوا، تو حقیقتِ محمدیہ اُس کے حکم کی صورت پر ظاہر ہوئی، اُس نے اِسے اپنے غیب کی رات سے نکالا تو یہ دن کی طرح روشن ہوئی، اِسے چشموں اور نہروں کی طرح جاری کیا، پھر اِس سے عالم نکالا تو اُس پر اِس (حقیقت) کا مینہ برسایا۔

وہ اِس طرح کہ اُس سبحانہ نے اپنے غیب کے نور سے ایک ٹکڑا کاٹا، یہ وہ ٹکڑا تھا جو اُس سے متّصل نہ تھا؛ اور اِس جدائی پر اُس سے مکمل الگ ہو گیا۔ لیکن جب (اللہ) سبحانہ نے اِسے صورت اوڑھائی، تو یہ تمام اجناس کی اصل بن گیا، پس اتارا گیا نور کا یہ ممثل ٹکڑا اِسی متخیل جنس میں سے تھا، جبکہ باری تعالی اپنی ذات میں اس بات سے منزہ ہے کہ اسے کاٹا یا جوڑا جائے، یا انسان کو اُس کی جنس سے اضافت دی جائے، یہ ایک مثلی اور ابدی ٹکڑا تھا، جسے ازلی معنی پر کاٹا گیا؛ یہ اِس معنی کی حاضرت کا دروازہ اور اِس کے چہرے کا حجاب تھا۔

ان معانی کو سمجھنا آسان نہیں۔ ہر ایک انہیں اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق سمجھے گا لیکن اصل بات انہیں شیخ اکبر کی فہم کے مطابق سمجھنا ہے۔ ان میں بہت باریکیاں ہیں، کس طرح غیب سے نور کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا، وہ جو اُس سے جڑا بھی نہ بھی، اور اِس جدائی پر اس سے مکمل جدا ہو کر تمام اجناس کی اصل بن گیا۔ یعنی تمام اجناس کو قائم کرنے والا بن گیا کہ اب ہر شے اسی سے قائم ہے۔ جبکہ باری تعالی اپنی ذات میں منزہ ہے کہ اسے کاٹا یا جوڑا جائے۔ یہاں ایک بات تو واضح ہے کہ یہ ذاتِ بحت کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ اس کی تفصیل بیان کرتے وقت شیخ نے حق کے لیے تنزیہ اور اس سے مماثلت اور تشبیہ کی نفی فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں: جب حق نے صورت سے مشابہ اس ٹکڑے کو الگ کیا تو اس سے محمد علیہ السلام کی نشأت کو اٹھایا۔ پھر آپ نے تفصیلاً ذکر کیا، محمد ﷺ نسخہ حق ہیں، اور آدم آپ کا نسخۂ تمام ہیں، ہم آپ دونوں انبیا کا نسخہ ہیں اور عالم ہمارا نسخہ ہے۔ اس کے بعد جب سارا عالم تخلیق ہوا اور جب وقت مقررہ آن پہنچا تو جسم محمد ﷺ تخلیق کیا گیا، لہذا حقیقتِ محمدیہ جسم محمد نہیں۔ عالم حقیقتِ محمدیہ سے تخلیق ہوا اور جسم محمد عناصرِ عالم سے تخلیق ہوا۔ حقیقت محمدیہ اس وقت تخلیق ہوئی جب نہ زمان تھا نہ مکان، جبکہ عالم زمان اور مکان میں تخلیق ہوا۔ اسی حقیقت سے فرشتے تخلیق ہوئے، اسی حقیقت سے عرش تخلیق ہوا، اسی سے کرسی بنی؛ کرسی سے مراد عالم امر و نہی ہے۔ اسی حقیقت سے افلاک اور سات راستوں کی تخلیق ہے، اسی حقیقت سے عناصر اربعہ کی تخلیق ہے، اسی سے زمین و آسمان کی تخلیق ہے۔

اس کے بعد آپ نے ان موتیوں کے مرجان یعنی انتہائیں بتائی ہیں: پہلے مرجان میں انسان

کا نصیب اپنی مجرد حقیقت سے نکلنا اور اپنی استعداد کے مطابق علم کلی کا احاطہ کرنا ہے، ایسا شخص کسی کے سوال پر لاجواب نہیں ہوتا۔ دوسرا مرجان خواطر کا بیان ہے۔ تیسرا مرجان وراثت نبوی میں قربت والا مقام ہے۔ چوتھا مرجان برزخ البرازخ میں شان و شوکت والا مقام ہے۔ پانچوان مرجان افلاک اور گردش ایام کے احکام ہیں۔ چھٹا مرجان عناصر اربعہ کا استحکام ہے۔ ساتواں مرجان وجود کا سراب ہے۔ آٹھواں مرجان عروج اور اوج پر قیام ہے۔ نوواں مرجان عالم شہادت کا اتمام ہے۔ دسواں مرجان استعداد کے مطابق تسلیم اور انجام ہے۔

امامت اور حکمرانی کا بیان:

آخر میں شیخ نے حکومت اور امامت کی بات کی ہے، فرماتے ہیں: جان لے؛ حکومت ہی وہ منصب ہے کہ اِس پر فائز کی اتباع کی جاتی ہے، اُس کی بات سنی جاتی ہے، اُس سے کیا عہد توڑا نہیں جاتا اور اُس کی بات کو موڑا نہیں جاتا؛ اگر وہ کسی شے کا قصد کرے تو اسے نافذ کرتا ہے اور کوئی اُس کا فیصلہ لوٹا نہیں سکتا۔ اُس کی تیغ بے نیام ہے اور خاموشی بھی اُس کا کلام ہے۔ معترض اِس کی راہ نہیں پاتا، اور اگر اعتراض کرے تو سزا اٹھاتا ہے۔ (اللہ) سبحانہ نے اسے کُبری اور اَکبر، صُغری اور اَصغر میں ثابت کیا؛ چاہے یہ مرتبے میں چھوٹی ہو یا بڑی، زیادہ ہو یا کم؛ پیروی کرنے والے کی اِس میں اطاعت ایک سی ہے، اور اِس کی مخالفت نقصان دہ ہے؛ کہ اس کے منہج میں یکسانیت، جبکہ حد اور حقیقت میں اشتراک ہے۔

آپ نے بتایا کہ جمادات، نباتات اور حیوانات یعنی ہر امت میں امام ہیں۔ انسانوں کا نسق قائم کرنے کے لیے معاشرے میں امام یعنی حکمران کی حاجت ہے۔ شیخ فرماتے ہیں: امام وہ ہونا چاہیے جو شرائطِ امامت کو پورا کرے۔ اور اماموں کا امام خود حق تعالیٰ ہے۔ پھر آپ نے مختلف اماموں کی بات کی اور ان کے مراتب بتائے۔ امام مسجد نماز میں امام ہے۔ قاضی منصبِ قضا میں اور سپاہ سالار سپاہ میں امام ہے لیکن ایک امام وہ ہے جو پوری قوم کا امام ہے، وہی اصل حکمران ہے۔

خاتم الاولیا کے اسرار کا بیان:

اس کے بعد خاتم الاولیا کا بیان ہے، شیخ نے اسے ارفع گھرانے کا مقیم کہا اور ظاہری نسب کو اہمیت نہ دی۔ آپ فرماتے ہیں: انسان کے دو نسب اور عالم میں دو منصب ہیں۔ اس کا شرف والا نسب حق سے منسوب ہونا ہے نہ کہ اپنے آباؤ اجداد سے۔ کیونکہ انسان کے غیبی عالم کو اس کے حیوانی عالم پر تقدم حاصل ہے۔ اسی طرح وراثت بھی دو طرح کی ہے ؛ ایک تجلیات و انوار کی وراثت جبکہ دوسری عالم ادنی کے انتظام و انصرام کی وراثت۔

پھر خاتم الاولیا اور امام مہدی کا فرق بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں میں وارد شدہ آیات سے اس کی ختمیت واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد ایک رمزی عبارت لا کر اس کا نام اور مقام و مرتبہ بتایا گیا ہے۔ ختم کے زمانے کو واضح کیا گیا ہے، اور اس کے ظاہری حلیہ کا بیان ہے۔ پھر رمزی عبارت میں ختم کا نام اور مقام بتایا ہے اور انہیں سید الاولیا کہا ہے۔

اس کے بعد کتاب کا اختتام قیامت کی چند نشانیوں پر کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ ختم کا دور قُرب قیامت کا دور ہے۔ حالانکہ آپ نے رمزاً اس دور کی ابتدا کی جانب بھی اشارہ کر دیا لیکن اس کو سمجھنا دشوار ہے۔

مخطوطات عنقاء مغرب

عنقاء مغرب کتاب کے اِس جدید متن کی بنیاد دس سے زائد مخطوطات پر رکھی گئی ہے۔
ہم نے ان دس مخطوطات کو دو زمروں میں تقسیم کیا ہے:

مخطوطات درجہ اول:

پہلے درجے کے مخطوطات سے مراد وہ نسخے ہیں جو براہِ راست نسخۂ اصلی سے نقل شدہ ہیں، یا جن کی کتابت شیخ کی حیات یا وفات کے ایک صدی کے اندر اندر ہوئی۔ یہ بہترین متن پیش کرتے اور زیادہ تر نسخہ اصلی سے نقل شدہ ہوتے ہیں۔ متن کی تیاری میں زیادہ بھروسا انہی مخطوطات پر ہوتا ہے۔ ان کی مزید تفصیل درج ذیل ہے:

مخطوط برلین-۳۲۶۶(رمز:ب)

اس مخطوط کو یہ درجہ حاصل ہے کہ یہ کتب شیخ کے حوالے سے ملنے والے مخطوطات میں سب سے قدیمی ہے، یہ ۵۹۷ ہجری میں شہر فاس میں لکھا گیا اور شیخ نے اسے خود دیکھا بلکہ مخطوط کے اندرونی دو صفحات ۴۴ اور ۴۵ پر رمزی عبارت شیخ اکبر کے اپنے ہاتھ سے رقم شدہ ہے۔ جیریلڈ ایلمور کی تحقیق کے مطابق یہ مخطوط موجودہ دور کے مراکش اور الجزائر میں لکھا گیا، جہاں شیخ اکبر نے پورا ایک سال گزارا، جب آپ بجایہ کے سفر پر تھے۔ اور شاید یہ وہ واحد مخطوط ہے جو آپ وہاں سے اپنے ساتھ مشرق میں لائے۔ یہ انمول مخطوط بعد میں ترکوں کے ہاتھ لگا اور سن ۱۹۲۹ء میں ایک ایجنٹ نے اسے جرمن نیشنل لائبریری کے لیے خریدا۔

مخطوط مغربی رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔ مغربی رسم الخط کا امتیاز یہ ہے کہ کچھ عربی حروف مختلف طرح سے لکھے جاتے ہیں: مثلا جب الفاظ میں حرف ف جوڑ کر لکھا جاتا ہے تو اس کا ایک نقطہ حرف ف کے نیچے لگایا جاتا ہے جبکہ عام طور پر یہ اوپر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کسی لفظ میں حرف ق لکھا جاتا ہے تو اس کا نقطہ اوپر لگایا جاتا ہے اور دو کی بجائے ایک نقطہ لکھا جاتا ہے۔ اس کا

ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حرف ف، ق اور غ میں امتیاز قائم ہو جاتا ہے۔

اس مخطوط کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اکثر حروف پر نقاط اور اعراب لگائے گئے ہیں جس سے عبارت پڑھنے میں آسانی ہے۔ کتاب کے عنوانات بڑے خط میں لکھے گئے ہیں۔ اسی طرح حاشیے میں جابجا تصیح اور سماع کے آثار موجود ہیں۔ نسخے کے اختتام پر ایک سماع موجود ہے لیکن الفاظ مٹ جانے کے باعث اسے ٹھیک طرح سے نہیں پڑھا جاسکتا۔ صفحہ اول آدھے سے زائد پھٹا ہوا ہے اور اس کی موجودہ حالت بہت ہی مخدوش ہے۔ صفحہ اول پر ایک سماع کا ذکر ہے جو بہت مشکل سے پڑھی جارہی ہے۔ اسی طرح یہ ایک نامکمل مخطوط ہے جس میں تقریباً متن کے ۱۷ صفحات مفقود ہیں۔

کتاب کے آخری صفحے پر یہ شعر موجود ہے جو بعد میں کسی نے لکھ دیا۔

هذا كتاب مفرد　　من جمع بن العربي

إذ ليس يوجد مثله　　يدي بعنقاء مغربي

مخطوط برٹش لائبریری-Or 9632 (رمز:م)

نسخہ برلین کے بعد یہ اس کتاب کا اہم ترین نسخہ ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس نسخے کے کاتب شیخ اکبر کے اصحاب میں سے ہیں۔ اس نسخے کے کاتبوں میں عبد المنعم بن محمد بن یوسف الانصاری اور اسماعیل ابن سودکین کا نام آتا ہے۔ اگر اس نسخے کے رسم الخط کا موازنہ کیا جائے تو یہ کتابت میں فتوحات مکیہ کے مخطوط فاتح ۲۷۵۰ سے ملتا جلتا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی کاتب نے لکھے ہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس نسخے کے کاتب بھی اسماعیل ابن سودکین النوری ہیں۔

یہ بھی اس کتاب کا ایک نامکمل نسخہ ہے، اس کی ابتدا سے ۱۶ صفحات اور پھر اختتام سے ۶ صفحات غائب ہیں۔ یہ خط نسخ میں لکھا ایک بہترین نسخہ ہے۔ نسخے میں سیاہ روشنائی کا استعمال کیا گیا ہے اور عنواناتِ کتاب کو نمایاں اور بڑے خط میں لکھا گیا ہے۔ عبارت آسانی سے پڑھی جاتی ہے اور تحقیق کے اعتبار سے بھی یہ نسخہ اس کتاب کا بہترین متن پیش کرتا ہے۔ بعض مقامات پر

نسخے میں حاشیہ آرائی بھی کی گئی ہے۔

ہم نے اسے نسخہ برلین کے بعد دوسرا اہم ترین نسخہ قرار دیا ہے۔ یہ نسخہ آج سے پہلے شائع ہونے والی کسی بھی تحقیق کا حصہ نہ بن سکا۔ نہ تو اسے جیریلڈ ایلمور نے استعمال کیا اور نہ ہی استاذ المنصوب نے۔ لہذا اس نسخے کی بدولت ہم چند ان مقامات کی تصحیح میں بھی کامیاب ہوئے جو اس سے پہلے دیگر ایڈیشنز میں درست نہ لکھے گئے تھے۔

نسخے کے اختتام پر یہ عبارت درج ہے: كمل الكتاب بحمد الله تعالىٰ ورحمته يوم الأحد ثاني عشرين جمادي الأخرة سنة ستة وثلاثين وستمائة بمدينة حلب حرسها الله تعالىٰ وصلىٰ الله علىٰ سيدنا محمد وآله أجمعين. جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ شہر حلب میں سن ۶۳۶ ہجری یعنی شیخ اکبر کی وفات سے دو سال قبل نقل کیا گیا۔

مخطوط نور عثمانیہ-۲۴۰۶ (رمز: ن)

خط نسخ میں لکھا یہ نسخہ اس کتاب کا ایک بہترین نسخہ ہے جو استنبول کے مکتبہ نور عثمانیہ میں موجود ہے۔ مخطوط کی عبارت حتی الامکان اعراب سے مزین کی گئی ہے۔ عبارت میں سرخ اور سیاہ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ متن سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے جبکہ عنوانات اور ابتدائی الفاظ سرخ روشنائی سے واضح کیے گئے ہیں۔ حاشیے میں جا بجا موازنہ کیے جانے کے آثار موجود ہیں۔ نسخہ ۲۰ صفحات قبل ہی ختم ہو جاتا ہے۔ شاید آخری ۲۰ صفحات حوادث زمانہ کی نظر ہو گئے۔ آج سے پہلے شائع ہونے والے کسی بھی متن میں یہ نسخہ استعمال نہیں کیا گیا، جیرالڈ ایلمور اور استاذ منصوب نے اسے اپنی تحقیق میں شامل نہیں کیا۔

کاتب عبد اللہ بن ابراہیم نے اسے ایک ایسے مجموعے میں نقل کیا ہے جس میں شیخ اکبر کے ۱۰ سے زائد رسالے شامل ہیں۔ مجموعے میں شیخ اکبر کے رسائل والا حصہ نہایت خوبصورتی اور نفاست سے تحریر کیا گیا ہے اور ہر رسالے کے آخر میں یہ عبارت درج ہے کہ یہ نسخے شیخ اکبر کے سامنے پڑھے گئے مخطوط کی نقل سے نقل ہوا ہے۔ ابن عربی سوسائٹی کے محققین کی رائے ہے: گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت بعد میں کسی نے ڈالی ہے اور کچھ رسائل کے حوالے سے

تو اس پر قطعا بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ اس مجموعے میں موجود دیگر کتب و رسائل شیخ درج ذیل ہیں: كتاب الفناء في المشاهدة، مقام القربة، كتاب الجلالة، كتاب العظمة، كتاب أيام الشأن، كتاب الهو، كتاب عنقاء المغرب، الإعلام بإشارات أهل الإلهام، مراتب علوم الوهب.

نسخہ راغب پاشا-۱۴۵۳ (رمز: ر)

نسخہ راغب پاشا بھی عنقاء مغرب کتاب کے بہترین نسخوں میں سے ایک ہے۔ یہ شیخ صدر الدین قونوی کے نسخے سے براہ راست نقل شدہ نسخہ ہے۔ کاتب نے سرورق پر شیخ صدر الدین قونوی کے نسخے کی روایت بھی من وعن نقل کی ہے۔ اصل نسخے میں کتاب کے نام کے بعد شیخ اکبر کے دستخط میں یہ عبارت موجود تھی: صحت روايته عنّي بهذا الكتاب كما ذكر، وكتب ابن العربي منشئه بخطه في شهر ربيع الأول سنة تسع وعشرين وستمائة. جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتاب ماہ ربیع الاول سن ۶۲۹ ہجری میں آپ کے سامنے نقل ہوئی اور پڑھی گئی۔

کاتب نے متن سیاہ خط نستعلیق میں نقل کیا ہے جبکہ عنوانات سرخ خط نسخ میں درج ہیں۔ کہیں کہیں حاشیے میں تصحیح کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ نسخے میں متعدّد مقامات پر تقابل نظر آتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اسے نہایت دھیان سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ بھی اس کتاب کا ایک نامکمل نسخہ ہے۔ درمیان سے تقریبا ۲۰ مطبوع صفحات کا متن غائب ہے۔ نسخے کے آخر میں یہ عبارت درج ہے: تمّ الكتاب بحمد الله وعونه في الثالث من ربيع الأول سنة تسع وعشرين وستمائة، والحمد لله رب العالمين، ولا حول ولا قوّة إلا بالله العلي العظيم جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ صدر الدین قونوی کے اصل نسخے کی عبارت ہے۔ اور کاتب نے اپنی تاریخ نقل درج نہیں کی۔

نسخہ ایک بیش قیمت مجموعے کا حصہ ہے جس میں شیخ اکبر کی تین کتب شامل ہیں: ۱- کتاب الاسراء، ۲- عنقاء مغرب، ۳- ترجمان الاشواق۔

نسخہ ولی الدین-۱۶۴۰ (رمز: س)

یہ بھی اس کتاب کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ صفحہ اول پر عنقاء مغرب لکھا ہوا ہے لیکن بعد میں کسی نے تدبیرات الٰہیہ بھی لکھ رکھا ہے۔ کاتب کا رسم الخط بہت ہی نفیس ہے اور اکثر کلمات

اعراب سے مزین ہیں۔ متن سیاہ روشنائی جبکہ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ حاشیے میں جابجا تصحیح کے آثار نمایاں ہیں۔ میرے خیال میں پہلے چار نسخوں کے بعد یہ وہ پہلا نسخہ ہے جو اس کتاب کا مکمل متن پیش کرتا ہے۔ صفحہ نمبر ۳۸ پر وقف شیخ الاسلام ولی الدین آفندی کی خوبصورت مہر لگی ہے۔ نسخے کا نقص اس کی رمزی عبارات میں ہے۔ ایک دو مقامات چھوڑ کر رمزی عبارات نقل نہیں کی گئیں۔

نسخے کے اختتام پر یہ عبارت درج ہے: "كمل الكتاب بحمد الله وعونه وصلى الله على سيدنا محمد و آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا". استاذ منصوب نے اس نسخے کو اپنے متن میں شامل کیا ہے لیکن یہ جیرالڈ ایلمور کی تحقیق میں شامل نہیں۔

مخطوطات درجہ دوم:

دوسرے درجے کے مخطوطات سے مراد وہ نسخے ہیں جو براہِ راست نسخہ اصلی سے نقل شدہ نہیں، یا جن کی کتابت شیخ کی وفات کے صدیوں بعد ہوئی۔ اگرچہ یہ بھی اچھا متن پیش کرتے ہیں لیکن ہم انہیں شواہد کے طور پر لاتے ہیں، بعض اوقات ان نسخوں میں اغلاط کی کثرت کے باعث تمام متغیرات حاشیے میں درج نہیں کیے جاتے۔

نسخہ جار اللہ-۹۸۶ (رمز: ج)

خط مغربی میں لکھا گیا یہ ایک قدیمی نسخہ ہے۔ عثمان اسماعیل یحییٰ کے بقول یہ نسخہ شیخ اکبر کی زندگی میں لکھا گیا، لیکن ہمیں کوئی ایسی عبارت نہیں مل سکی جس سے اس دعوے کی تصدیق ہو سکے۔ محقق جیرالڈ ایلمور کے مطابق یہ ایک قدیمی اور متقن متن ہے جس سے ہم بھی اتفاق کرتے ہیں۔ ابن عربی سوسائٹی کے محققین کی رائے میں اس کی تاریخ کتابت سن ۷۰۰ھ سے قبل ہے۔ متن کو بڑے سائز کے صفحے پر چھوٹا چھوٹا کر کے اس طرح سے لکھا گیا ہے کہ عدسے کے بغیر پڑھنا مشکل ہے۔ کتاب عنقاء مغرب صفحہ نمبر ۵۱ سے شروع ہو کر صفحہ نمبر ۶۰ پر مکمل ہو جاتی ہے حاشیے میں جابجا کثرت سے موازنے اور تصحیح کے آثار نمایاں ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ کاتب نے متن کی درستگی میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ متن کے حوالے سے تو نسخہ مکمل ہے لیکن اس کا

نقص اس میں رمزی عبارت کے نہ ہونے سے ظاہر ہے۔ ہم نے اسے دوسرے درجے کے مخطوطات میں شامل کیا ہے لیکن یہ متن کی تصحیح میں کافی حد تک معاون رہا ہے۔

یہ نسخہ ایک بیش قیمت مجموعے کا حصہ ہے جس میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی ۳۵ سے زائد کتب اور رسائل کو نقل کیا گیا ہے۔ ان رسائل کے نام اور ترتیب کچھ یوں ہے: تاج التراجم، كتاب شواهد الحق في القلب، كتاب الأنفاس العلوية في المكاتبات (وهو كتاب الكتب)، رسالة الانتصار، كتاب اليقين، كتاب الحجب، كتاب منزل المنازل، كتاب الجواب المستقيم عما سأل، كتاب الفلك والسماء، كتاب الخطبة، كتاب القطب ومراتب الإمامين، كتاب الأمر المحكم، رسالة الأنوار، كتاب أيام الشأن، كتاب الجلالة، كتاب الأزل، رسالة مقام القربة، كتاب مفاتيح الغيب، كتاب الحق، كتاب الباء، علوم الوهب ومراتبه، رسالة الفناء في المشاهدة، كتاب الإعلام بإشارات أهل الإلهام، إشارات القرآن في عالم الإنسان، عنقاء مغرب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب، كتاب التجليات، كتاب منازل العظمة، فصوص الحكم وخصوص الكلم، المعرفة الأولي (وهو كتاب المسائل)،شرح ألفاظ أهل طريق الله من الصوفية (وهو اصطلاحات الصوفية)، حلية الأبدال، التدبيرات الإلهية، التنزلات الموصلية. یہ تمام کتب اور رسائل ایک ہی ہاتھ کی تحریر ہیں لیکن اس پورے مجموعے میں کہیں بھی کاتب کا نام یا تاریخ نسخ درج نہیں۔ عثمان یحیی نے یہ کہا ہے کہ یہ مجموعہ شیخ اکبر کے کسی شاگرد نے نقل کیا تھا اور شیخ کے سامنے اس کو پڑھا تھا، لیکن جیرالڈ ایلمور، ابن عربی سوسائٹی اور مجھے اس دعوے کی تصدیق میں کوئی تاریخی سند نہیں مل سکی۔ صفحہ اول پر موجود فہرست میں ان تمام کتابوں اور رسائل کو "ذوقی اور تحقیقی" رسائل کا عنوان دیا گیا ہے۔

نسخہ عبد القادر الانصاری (رمز: ع)

یہ بھی کتاب عنقاء مغرب کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا اندلسی رسم الخط میں ہونا اور اس مجموعے پر شیخ اکبر کے ساتھی محمد بن عبد القادر بن عبد الخالق الانصاری کے نام کی قرأت کا درج ہونا ہے۔ جس سے یہ بات تو واضح ہے کہ یہ نسخہ شیخ اکبر کے

سامنے پڑھا گیا ہے۔ نسخہ سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے جبکہ عنوانات کو بڑا کر کے واضح کیا گیا ہے۔ نسخے کی حالت نہایت بوسیدہ ہے اور مجموعے میں بہت سے صفحات غائب ہیں۔ نسخہ نہایت ہی ناقص ہے کتاب کے آخر میں متن کے ۲۸ صفحات غائب ہیں۔

یہ نسخہ ایک ایسے مجموعے کا حصہ ہے جس میں شیخ اکبر کی چار کتب اور رسائل کو یک جا کیا گیا ہے۔ ان میں کتاب عنقا مغرب، کتاب القربہ، کتاب مفاتیح الغیب اور کتاب الحق شامل ہیں۔ ان رسائل کے اکثر صفحات غائب ہیں۔ لہذا یہ اہمیت کا حامل ایک نامکمل مجموعہ ہے۔

نسخہ اورہان-٦٠٦ (رمز:ھ)

یہ بھی اس کتاب کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ اِسے کاتب عبد الکریم بن محمد العربی الصالحی نے محرم سن ۹۹۵ھ میں نقل کیا۔ کاتب نے اسے خط نسخ میں تحریر کیا ہے، عنوانات کو سرخ روشنائی سے واضح کیا گیا ہے جبکہ کتاب کا متن سیاہ روشنائی میں مرقوم ہے۔ کاتب نے حاشیے میں نہ ہونے کے برابر تصیحات کی ہیں۔ اور کتاب کا متن کافی حد تک بہتر ہے جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اسے کسی اچھے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ نامکمل نسخہ ہے لیکن مکمل رمزی عبارت پیش کرتا ہے۔ اس وجہ سے بھی اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ نسخے میں دو مقامات پر تقریبا ١١ صفحات غائب ہیں۔

نسخہ اسعد آفندی-١٤٧٧ (رمز:س)

یہ بھی اس کتاب کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ مجموعے میں عنقاء مغرب کی ابتدا صفحہ نمبر ١٢ سے ہوتی ہے۔ کتاب کا عنوان سرخ روشنائی سے واضح کر کے لکھا گیا، اور باقی عنوانات بھی اسی طرح سے واضح ہیں۔ کتاب کے متن کے لیے سیاہ روشنائی اور نسخ رسم الخط کا انتخاب کیا گیا ہے۔ حاشیے میں جابجا دیگر نسخوں کے متغیرات درج ہیں جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ کاتب نے اس نسخے کی تیاری میں ایک سے زائد نسخوں سے مدد لی ہے۔ حاشیے میں مقابلہ کیے جانے کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ یہ اس کتاب کا مکمل نسخہ ہے کہ متن اور رمزی عبارت ہر چیز مکمل درج کی گئی ہے۔

نسخے کے آخر میں ایک زائد نظم درج ہے جو دیگر نسخوں میں نہیں۔

نسخہ فخر الدین الخراسانی

خط نسخ میں لکھا یہ نسخہ پاکستان کے ایک نجی کتب خانے کی زینت ہے۔ یہ نسخہ سن ۸۱۴ھ میں یمن کے شہر زبید میں نقل کیا گیا، کاتب نے اسے شیخ اکبر کی دیگر بہت سی کتب و رسائل کے ساتھ نقل کیا جن کی تعداد ۶۰ سے زائد ہے۔ مکمل مجموعہ بڑے صفحات پر نقل کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں "عنقاء مغرب" صفحہ نمبر ۱۷۵ سے لے کر ۱۹۱ تک ہے۔ نسخے کی تحریر آسانی سے پڑھی جاتی ہے۔ حواشی میں موازنہ کیے جانے کے آثار بھی واضح ہیں جس سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اِس نسخے کی عبارت کافی حد تک اصل کے قریب ہے اِس لیے یہ اس رسالے کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ نسخے میں سرخ اور سیاہ دو طرح کی روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ عنوانات کو سرخ روشنائی سے جلی حروف میں جبکہ متن سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ اس نسخے میں اشعار کو اصل عبارت کے ساتھ ہی لکھا گیا ہے اور انہیں علیحدہ سے ممتاز نہیں کیا گیا۔ کتاب کے آخر میں ۱۰ رجب المرجب سن ۸۱۴ ہجری کی تاریخ درج ہے۔

نسخے کے اختتام پر یہ عبارت درج ہے: تم كتاب عنقاء مغرب والحمد لله وحده وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم. كتبه لنفسه الفقير الحقير أجهل خلق الله وأضعف عباده عبد الله ... فخر الدين محمد بن ابي الفتح الإسفرائني ... الخراساني الحنفي الصوفي. ختم الله له بالحسنى وغفر له ولوالديه وأحسن إليهما وإليه، أنه الكريم الجواد البر الرؤوف الرحيم. وكان فراغه يوم الثلاثاء عاشر رجب المرجب سنة أربع عشر وثمانمائة. ونقله عن الأصل المقروء على المؤلف رضي الله عنه. وعليه خطه والحمد لله رب العالمين.

نسخہ نیشنل لائبریری پاکستان

یہ نسخہ نیشنل لائبریری اسلام آباد پاکستان میں موجود ہے۔ کاتب کا تعلق انڈیا حیدر آباد سے ہے۔ مخطوط کے اول صفحے پر کتاب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور نمبر ۳۹ درج ہے۔ کاتب نواب الدّین صدر مدرس دار العلوم نے اسے سن ۱۳۲۴ھ میں نقل کیا ہے۔

نسخہ بہت ہی بہتر حالت میں ہے اور کتابت میں نہایت نفاست اپنائی گئی ہے۔ عنوانات

سرخ روشنائی سے جبکہ متن سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔نسخے میں موازنہ کیے جانے کے آثار بہت کم ہیں اور بعض مقامات میں عربی کتابت کی غلطیاں بھی ملتی ہیں جس کی ایک بڑی وجہ کاتب کا برصغیر سے ہونا اور عربی میں عربوں والی مہارت کا نہ ہونا ہے۔

ہم نے اس نسخے کو ثانوی درجے کے مخطوطات میں شامل کیا ہے اور اس کے متغیرات حاشیے میں قلم بند کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الشيخ الامام العالم الصدر الكامل المحقق المتحقق محيي الدين
شرف الاسلام لسان الحقايق علامة العالم قدوة الاكابر ومحل
الاوامر اعجوبة الدهر وفريدة العصر ابو عبد الله محمد بن علي بن محمد
ابن العربي الطائي الحاتمي الاندلسي ختم الله له بالحسناه

الوعا المختوم على السر المكتوم

حمدت الهي والمقام عظيم فابدا سرورا والفواد كليم
وما عجبي من نرجسي كيف نورت بترجمة قلب حل فيه عليم
ولكنني من كشف بحر وجوده حنيت لليلى والحشا بك هيم
كذاك الذي ابدا من النور ظاهرا على سدف الاجسام ليس بقيم
وما عجبي من نور جسمي وانما عجبت لنور القلب كيف يدوم
فكان عن كشف ومشهد ذوقه فنور عليه علمه مقيم
تنفعت فاستر علة الامر بانما فصل ربي خلق بالعلم عليم
تعالى وجود الذات عن نيل علمه لا عنده فصل والفصال قديم
فروني ربي فذا تاني مخبرا بتعيين ختم الاوليا كريم
فقلت وسر البيت صعب مقامه فقال حكيما يصطفيه عليم
فقلت يراه الختم فانشد قايلا اذا ما راه الختم ليس يدوم
فقلت وهل يبقاه الوقت عند ما يراه نعم والامر فيه جسيم

نسخه اسماعیل ابن سودکین صفحه اول (رمز: م)

ابوابا وان لها عند المفضل اسبابا اذ هي راجعة الى الزيادة والنقص
في الحكم الاصطلاحي والنص وقد فضل الواحد صاحبه بتكليم الله له
وفضله الاخر باحيا الموتى وابرا الاكمه والابرص واذ ودفع
القول وتبين للتساوي فقد فضلونا من غير الجهة التي بها فضلناهم
وعرفونا بغير الدليل الذي عرفناهم وقد يقع الاشتراك بيننا في القسمة
ويجتمع في بعض مراتب الحروف فاذا اتفقت هذا التفصيل فقد فتح
لك في التفصيل وساغ لك التاويل ولما كان ذو الحجة اوان الفضل
والتعيين جعلنا ما بعده من الشهور على البين من السنين فكان
طلوعه بعد انقضا الخا من حروف الهجا وكان ميلاده بعد انقضا
الصاد والتاء بعد ميلاد الانشاء وانتظام الاجزا ولعل الالف قد
يرحل السابع في العلم فعل له ذلك او ان الحكم في دولة العنو بظهوره
عند انقضابه وهو دخته اوليا تم عددا العدد الوتر
المذكور في الشعر

كمل الكتاب بحمد الله تعالى وحسنه يوم الاحد حادي عشرين
جمادي الاخره سنه ستة عشر وستمائة
بمدينة حلب حرسها الله تعالى وصلى الله على سيدنا محمد وآله

خط البحر من تمام النسخة

اللهم اني اقدم اليك بين يدي كل نفس ولمحة ولحظة وطرفة يطرف بها اهل السموات
والارض وكل شي هو في علمك كاين او قد كان اقدم اليك بين يدي ذلك كله
الله لا اله الا هو الحي القيوم الى اخر الاية

نسخہ اسماعیل ابن سودکین صفحہ آخر (رمز: م)

بسم الله الرحمن الرحيم، رب يسر برحمتك وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

كتاب عنقاء مغرب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب

الوعاء المختوم على السر المكتوم

حمدت الإلهي في المقام عظيم ⁂ فأبدا سرورا والفؤاد كليم

وما عجبي من فرحتي كيف قد رنت ⁂ بترحة قلبي حل فيه عظيم

ولا كثنني من كشف محو وجوده ⁂ تحققت لغلبي الحقائق هيم

كذاك الذي أبدا من النور طالعا ⁂ على شرف الأجسام ليس يقيم

وما عجبي من نور جسمي دائما ⁂ تحققت لنور القلب كيف يريم

فإن كان عن كشف وشهد رؤية ⁂ تنزل تجليه عليه مقيم

تفطنت فاستبق عليه الأمر بانني ⁂ فهل ري خالق بالقلب عليم

تعلى وجود الذات عن نيل وصله ⁂ به عند فصلي والفصال قديم

فرام قلبي قد أتاني مخبرا ⁂ بتعيين ختم الأولياء كريم

فقلت وسر البيت صرح لي بعلمه ⁂ فقال حكيما نصطفيه حكيم

فقلت يراه الختم فاشتد قائلا ⁂ إذا ما رآه الختم ليس يدوم

فقلت وهل يبقى له الوقت عندما ⁂ يراه نعم والأمر فيه جسيم

وللختم سر لم يزل كل عارف ⁂ عليه إذا يسري إليه يحوم

أشار إليه الترمذي بختمه ⁂ ولم يبده والقلب منه سليم

وما ناله الصديق وقت كونه ⁂ وشمس سماء الغيب منه عديم

فما زالت الفؤاد مشاهد ⁂ إلى كل ما يبديه وهو كتوم

يغار على الأسرار أن تلحق الثرى ⁂ أو أن يتطلبها الزهر وهي نجوم

بأن ابدروا الشمس فوق عرشه ⁂ وكان لهم عند المقام لزوم

فربتما يبدو إليهم شهودها ⁂ فينهم نجوم للهدى ورجوم

فنجار من اخفى عن الغير ذاته ⁂ ونور تجليها عليه عميم

نسخہ نور عثمانیہ-۲۴۰۶ (رمز:ن)

هذه صورة خط الشيخ صدر الدين قدس سره في ظهر نسخة عنقا مغرب التي كتبها بيده وكتب هذه النسخة منها وقابلتها الحمد لله على نعمه

كتاب عنقا مغرب ونكتة سر الشفا

في القرن اللاحق بقرن المصطفى

انشاء سيدنا وشيخنا الامام العالم الراسخ محيي الملة والدين

ابي عبد الله محمد بن علي بن العربي الطائي الحاتمي الاندلسي رضي الله

عنه وارضاه رواية خادمه وربيب نظره محمد بن اسحق بن محمد عفا الله عنه

صحت روايته عني بهذا الكتاب كما ذكره كتبه

ابن العربي منشئه بخطه في شهر ربيع الاول سنة

تسع وعشرين وستمائة

وصورة خط الشيخ محمد بن اسحق الرومي رضي الله عنه

نسخہ راغب پاشا - ۱۴۵۳ صفحہ اول (رمز: ر)

ولعل الناقد يدخل السابع في العلم فقل له ذلك او ان
الحكم في دولة العز بظهور وعند انقضائه وجود ختم
اوليائه عند فناء العدد الوتر المذكور في الشعر

تم الكتاب بحمد الله وعونه في الثالث من ربيع الاول
سنة تسع وعشرين وستمائة والحمد لله رب
العالمين ولا حول ولا قوة
الا بالله العلي
العظيم

نسخه راغب پاشا - ۱۴۵۳ صفحه آخر (رمز: ر)

بسم الله الرحمن الرحیم وبه نستعین

قال سیدنا وامامنا وقدوتنا الشیخ
الامام العالم الکامل المحقق محی الدین ابو عبد الله
محمد بن علی بن محمد بن العربی الطائی الحاتمی رضی الله
عنه وارضاه وحققنا بعبه بسلوك منهجه
المستقیم انه جواد کریم

الوعاء المختوم علی السر المکتوم

حمدت الهی والمقام عظیم فابدا سرورنا والفؤاد کظیم
وما عجبی من فرحتی کیف قورنت بترحة قلب حل فیه عظیم
ولکننی من کشف سر وجوده تحجبت القلب والحقائق هیم
کذاك الذی ابداه من النور ظاهرا علی سدف الاجسام لیس یقیم
وما عجبی من نور جسمی وانما تحجبت نور الفلب کیف یریم
فان کان عن کشف وشهد رؤیة فنور تجلیه علیه مقیم
تفطنت فالسر علة الامر یا فتی فهل ثم خلق بالعلیم علیم
تعالی وجود الذات عن نیل علمه به عند فصل والفصال قدیم

فواد

نسخہ ولی الدین ۔ ۱۶۴۰ صفحہ اول (رمز: و)

بسم الله الرحمن الرحيم صلى الله على محمد وسلم

قال سيدنا وامامنا وقدوتنا الشيخ
الامام العارف العالم الكامل المحقق محي الدين ابو عبد الله
محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي رضي الله عنه
وارضاه وحقق لنا بغيته بسلوك منهجه المستقيم انه
جواد كريم

الروحيات الموسوم على السر المكتوم

حيرت الافهام والمقام عظيم فابدا سرورا والفؤاد كظيم
وما عجبي من نور حتى كيف قورنت بترحة قلب حال نيته عظيم
ولكنني من كشف نحو وجوده عجبت لقلبي والحقائق هيم
كذات الزند ابرامن النور كامنا على شرف الاجسام ليس يقيم
وما عجبي من نور جسمي وانما عجبت لنور القلب كيف نديم
فان كان عن كشف ومشهد رؤية فنور تجليه عليه مقيم
تفكت فاسر علة الامر انني مهل رئي خلق بالعليم عليم
تعالى وجود الذات عن نيل علمه به عند فصلي والفصال قديم
فانى رجلا قرانا منه عمرا بتعيين ختم الاولياء كريم
فقلت وسر البيت صف لي مقامه فقال حكيما يصطفيه حكيم
فقلت يراه الختم ما تستره الا اذا ما رآه الختم ليس يروم
فقلت وهل يعطى له الوقت عندما يراه نعم والامر فيه جسيم
وللختم سر لم يزل كل عارف عليه اذا يسري اليه يحوم
اشار اليه الترمذي بختمه ولم يدره والقلب منه سليم

نسخہ عبد الخالق الانصاری صفحہ اول (رمز: ع)

الوعاء المختوم على السر المكتوم

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الشيخ الاكبر والنور الازهر محيي الدين ابي عبد الله محمد بن علي ابن العربي الطائي الاندلسي نفع الله به وبعلومه بمحمد وآله

حمدت الهي والمقام عظيم ۔ فابدي سرورا والفؤاد كظيم
وما عجبي من فرحتي كيف قورنت ۔ بترحة قلب حل فيه عظيم
ولكنني من كشف بحر وجوده ۔ عجبت لقلبي والحقائق هيم
كذاك الذي ابدي من النور ظاهرا ۔ على سدف الاجسام ليس بريم
وما عجبي من نور جسمي وانما ۔ عجبت لنور القلب كيف يقيم
فان كان عن كشف ومشهد روية ۔ فنور تجليه عليه مقيم
تفطنت فاسبر علة الامر يا فتى ۔ فهل ثم خلق بالعليم عليم
وقرآن رتي قد اتاني مخبرا ۔ بتعيين ختم الاولياء كريم
تعالى وجود الذات عن نيل علمنا ۔ به عند فصلي والفصال قديم

نسخہ اورہان - ٦٠٦ صفحہ اول (رمز: ھ)

كتاب عنقاء مغرب في معرفة ختم الأولياء
وشمس المغرب ونكتة سر الشفا في القرن اللاحق
بقرن المصطفى تأليف الشيخ الامام العالم بالله
الرباني الكامل المكمل أبي عبد الله محمد بن علي
بن محمد العربي الطائي الحاتمي الاندلسي ثم المرسي
قدس الله سره العزيز الاقدس
بحرمة الروح الاعظم
صلى الله عليه
وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الشيخ الأكبر الإمام العالم العارف بالله ابو عبد الله
محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي الاندلسي قدس الله
سره بحمد وآله الوعا المختوم على السر المكتوم

حمدت إلهي والمقام عظيم • فابدا سرورًا والفؤاد كظيم
وما عجبي من فرحتي كيف قورنت • بترحة قلب حل فيه عظيم
ولكنني من كشف بحر وجوده • عجبت لقلبي والحقايق هيم
كذاك الذي ابدي من النور ظاهرًا • على سدف الاجسام ليس يقيم
وما عجبي من نور جسمي وانما • عجبت لنور القلب كيف يريم
فان كان عن كشف ومشهد رؤية • فنور تجليه عليه مقيم
تفطنت فاستر علة الامر يا فتى • فهل راي خلق بالعليم عليم

تعالى

نسخہ اسعد آفندی - ۱۴۷۷ صفحہ اول (رمز: س)

رموز مستخدمة في التحقيق

﴿ ﴾ آيات قرآنية

« » حديث شريف

( ) إضافات أدخلت على الأصل

رموز المخطوطات وفقا لأهميّتها

مخطوطات درجة الأولى

١. نسخة برلين ٣٢٦٦. (رمز: ب)

٢. مخطوط مكتبة بريطانية OR٩٦٣٢ (رمز: م)

٣. مخطوطة نور عثمانية ٢٤٠٦ (رمز: ن)

٤. مخطوطة راغب باشا ١٤٥٣ (رمز: ر)

٥. مخطوطة ولي الدين ١٦٤٠ (رمز: و)

مخطوطات درجة ثانية:

١. مخطوط عبد القادر الأنصاري. (رمز: ع)

٢. مخطوطة جار الله ٩٨٦. (رمز: ج)

٣. ضمن مجموع نسخ عام ٥٧١٣. (رمز: ش)

٤. أسعد آفندي ١٤٧٧ (رمز: س)

٥. أورهان ٦٠٦ (رمز: هـ)

٦. مخطوطة فخر الدين الخرساني

٧. مخطوطة مكتبة الوطنية الباكستان

عَنْقاءُ مُغْرِبْ

فِي مَعْرِفَةِ خَتْمِ الأَوْلياءِ وَشَمْسِ المَغْرِبْ

ونكتة سر الشفا في القرن اللاحق بقرن المصطفى (١)
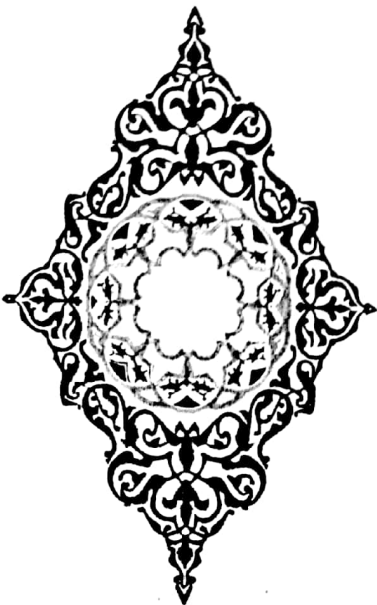
عنقاء مغرب[1]

بسم الله الرحمن الرحيم[2]

الوعاء المختوم على السرّ المكتوم

حَمِدْتُ إِلَهِي وَالمَقَامُ عَظِيْمُ فَأبْدَا[1] سُرُورًا وَالفُؤَادُ كَظِيْمُ

وَمَا عَجَبِي مِنْ فَرْحَتِي كَيْفَ قُوْرِنَتْ بِتَرْحَةِ قَلْبٍ حَلَّ فِيْهِ عَظِيْمُ

وَلَكِنَّنِي مِنْ كَشْفِ بَحْرِ وُجُودِهِ عَجِبْتُ لِقَلْبِي وَالحَقَائِقُ هِيْمُ

كَذَاكَ الَّذِي أَبْدَى مِنَ النُّورِ ظَاهِرًا عَلَى سُدَفٍ[2] الأَجْسَامِ لَيْسَ يُقِيمُ

وَمَا عَجَبِي مِنْ نُورِ جِسْمِي وَإِنَّمَا عَجِبْتُ لِنُورِ القَلْبِ كَيْفَ يَرِيمُ[3]

فَإِنْ كَانَ عَنْ كَشْفٍ وَمَشْهَدِ رُؤْيَةٍ فَنُورُ تَجَلِّيْهِ عَلَيْهِ مُقِيمُ

تَفَطَّنْتَ فَاسْبُرْ[4] عِلَّةَ الأَمْرِ يَا فَتَى فَهَلْ رِيْءَ خَلْقٌ بِالعَلِيمِ عَلِيمُ!

تَعَالَى وُجُودُ الذَّاتِ عَنْ نَيْلِ عِلْمِهِ بِهِ عِنْدَ فَصْلِي وَالفِصَالُ قَدِيمُ[5]

فُرَانِقُ[6] رَبِّي قَدْ أَتَانِي مُخَبِّرًا بِتَعْيِينِ خَتْمِ الأَوْلِيَاءِ كَرِيمُ

---

[1] هـ: فأبدي.

[2] السدف: الظلمة. ج (في الهامش): صدف.

[3] يريم: يبرح، يغادر.

[4] اسبُر: انظر.

[5] عند فصلي أي تفرقتي بين الذات والالوهية وأن الفرق بينهما قديم.

[6] الفُرانِق: (فارسيّ معرَّب): سَبُع يصيح بين يدي الأسد كأنه يُنذر الناس به، وهو هنا إشارة عن الرسول أو الوحي والإلهام.

عنقاء مغرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سر بمہر ظرف میں سربستہ راز

میں نے اللہ کی تعریف کی اور یہ مقامِ عظیم ہے، سو اِس (تعریف) نے سرور ظاہر کیا جبکہ دل رنجور ہے۔ میری خوشی پر تعجب ہے کہ اِس کا موازنہ اُس پریشان قلب سے کیسے ہو سکتا ہے کہ جس میں وہ عظیم ہے۔ لیکن اُس کے وجود کے (بے پایاں) سمندر کے سامنے میں اپنے اس قلب پر متعجّب ہوں جو حقائق کا متمنی ہے۔ جیسا کہ نور سے ظاہر ہونے والا اجسام کی تاریکی میں کبھی نہیں ٹھہرتا۔ اور مجھے اپنے جسم کے نور پر بھی تعجب نہیں، بلکہ مجھے تو قلب کے نور پر حیرت ہے کہ یہ (نور) کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ اگر یہ کشف اور رویت کے مشاہدے سے ہے تو اُس کی تجلی کا نور ہی اِس میں سمایا۔ اے جوان! تو سمجھ گیا، اَب اِس معاملے کی علت پر غور کر، کیا مخلوق العلیم کا علم رکھ سکتی ہے! ذات کا وجود تو اِس سے بہت بلند ہے کہ میں فرق میں اُس کا علم رکھوں اور یہ فرق تو قدیمی ہے۔ میرے رب کا پیامبر مجھے کریم (نفس) خاتم الاولیا کے بارے میں بتانے آیا۔ تو

فَقُلْتُ: وَسِرُّ البَيْتِ[1] صِفْ لِي مَقَامَهُ فَقَالَ: حَكِيمًا يَصْطَفِيهِ حَكِيمُ[2]

فَقُلْتُ[3]: يَرَاهُ الخَتْمُ؟ فَاشْتَدَّ قَائِلًا: إِذَا مَا رَآهُ الخَتْمُ لَيْسَ يَدُومُ

فَقُلْتُ: وَهَلْ يَبْقَى لَهُ الوَقْتُ عِنْدَمَا يَرَاهُ؟ نَعَمْ، وَالأَمْرُ فِيهِ جَسِيمُ

ولِلْخَتْمِ[4] سِرٌّ لَمْ يَزَلْ كُلُّ عَارِفٍ عَلَيْهِ إِذَا يَسْرِي إِلَيْهِ يَحُومُ

أَشَارَ إِلَيْهِ التِّرْمِذِيُّ بِخَتْمِهِ[5] وَلَمْ يُبْدِهِ وَالقَلْبُ مِنْهُ سَلِيمُ

وَمَا نَالَهُ الصِّدِّيقُ فِي وَقْتِ كَوْنِهِ وَشَمْسُ سَمَاءِ الغَرْبِ مِنْهُ عَدِيمُ

مَذَاقًا وَلَكِنَّ الفُؤَادَ مُشَاهِدٌ إِلَى كُلِّ مَا يُبْدِيهِ وَهْوَ كَتُومُ

يَغَارُ عَلَى الأَسْرَارِ أَنْ تَلْحَقَ الثَّرَى وَأَنْ[6] تَمْتَطِيهَا الزُّهْرُ وَهْيَ نُجُومُ

فَإِنْ أَبْدَرُوا أَوْ أَشْمَسُوا فَوْقَ عَرْشِهِ وَكَانَ لَهُمْ عِنْدَ المَقَامِ لُزُومُ

فَرُتْبَتُهَا يَبْدُو عَلَيْهِمْ شُهُودُهَا فَمِنْهُمْ نُجُومٌ لِلْهُدَى وَرُجُومُ

فَسُبْحَانَ مَنْ أَخْفَى عَنِ العَيْنِ ذَاتَهُ وَنُورُ تَجَلِّيهَا عَلَيْهِ عَمِيمُ

وَلَكِنَّهُ المَرْمُودُ[7] لَا يُدْرِكُ السَّنَا وَكَيْفَ يَرَى طِيبَ الحَيَاةِ سَقِيمُ!

فَأَشْخَاصُنَا خَمْسٌ وَخَمْسٌ وَخَمْسَةٌ عَلَيْهِمْ تَرَى[8] أَمْرَ الوُجُودِ يَقُومُ

وَمَنْ قَالَ إِنَّ الأَرْبَعِينَ نِهَايَةٌ لَهُمْ، فَهُوَ قَوْلٌ يَرْتَضِيهِ كَلِيمُ

---

[1] المقصود به الكعبة.

[2] و: حليم.

[3] من هنا بدأت النسخة ب فالجزء الأكبر من الصفحة الأولى مقطوع والجزء الباقي غير واضح.

[4] م: هنا يبدأ النقص في النسخة بمقدار ستة عشر صفحة المطبوع.

[5] يشير هنا إلى كتاب "ختم الأولياء" للحكيم الترمذي.

[6] م: أو أن.

[7] المرمود: الهالك، ومن كان بعينيه رمد.

[8] ب، ر، ش، س، هـ: نرى.

میں نے کہا: "گھر کا راز! [1]" مجھے اِس کا مقام بھی بتا۔ وہ بولا: "حکیم کو کوئی حکمت والا ہی چھنتا ہے۔" میں نے کہا: کیا "خاتم" اُس (راز) کو دیکھتا ہے؟ تو وہ زور سے بولا: اگر "خاتم" اسے نہ دیکھے تو وہ (خاتم) نہیں رہ سکتا۔ میں نے کہا: جب وہ اِسے دیکھتا ہے تو کیا اس کے پاس (ظہور کا) وقت ہوتا ہے؟ ہاں، اور یہ معاملہ بہت عظیم ہے۔ "ختم" کا ایک راز ہے جب وہ اِس (راز) کی جانب بڑھتا ہے تو ہر عارف اِس کا طواف کرتا ہے۔ (حکیم) ترمذی نے اپنی کتاب "خاتم الاولیا" میں اِس جانب اشارہ کیا، لیکن اِسے ظاہر نہ کیا اور قلب اُسے جانتا ہے۔ اور جو (راز) صدیق (اکبر) نے اپنی زندگی میں پایا، اُفق غربی کا سورج (یعنی مجوب فکر والا) اب اِس ذوق سے عاری ہے۔ لیکن قلب کا قلب (یعنی فؤاد) وہ سب دیکھ رہا ہے جو یہ ظاہر کرے اور وہ خاموش ہے۔ یہ اسرار پر غیرت کھاتا ہے کہ اِن کی قدر نہ رہے اور ادنیٰ مخلوق بھی انہیں جان جائے۔ اگر یہ ان (تجلیات) کو اُس کے عرش (یعنی اصل مقام) پر ظاہر کریں اور وہ اِس مقام ختمیت کو لازم کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اُس کا مشاہدہ کریں، کہ اِن میں ہدایت کے ستارے اور آگ کے گولے ہیں۔ پس پاک ہے وہ جس نے آنکھ سے اُس کی ذات کو چھپایا اور اپنی تجلی کے نور کو اس (ختم) پر پھیلایا۔ لیکن یہ بند آنکھ رفعت کو نہیں دیکھتی، اور کوئی بیمار صحت والی زندگی کیسے دیکھ سکتا ہے! ہمارے اشخاص (یعنی اہلِ کشف و وجود) پانچ، پانچ اور پانچ ہیں، تو دیکھتا ہے کہ وجود کا معاملہ انہی پر قائم ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ چالیس ہی اِن کی انتہا ہے، تو یہ ایسا قول ہے کہ موسیٰ کلیم (اللہ) کا اس سے اتفاق ہے۔ اگر تو بتانا چاہتا ہے تو آٹھ [2] کا بتا، اور

---

[1] یہاں مقصود کعبۃ اللہ ہے

[2] یہاں آٹھ سے مراد آٹھ نجباہیں جن کی تعداد ہر دور میں آٹھ ہی رہتی ہے۔

وَإِنْ شِئْتَ أَخْبِرْ عَنْ ثَمَانٍ[1] وَلَا تَزِدْ   طَرِيقُهُمُ فَرْدٌ إِلَيْهِ قَوِيمُ[2]

فَسَبْعَتُهُمْ فِي الأَرْضِ لَا يَجْهَلُونَهَا   وَثَامِنُهُمْ عِنْدَ النُّجُومِ لَزِيمُ

فَعِنْدَ فَنَا حَاءِ الزَّمَانِ[3] وَدَالِـهَا[4]   عَلَىٰ فَاءِ[5] مَدْلُولِ الكُرُورِ يَقُومُ

مَعَ السَّبْعَةِ الأَعْلَامِ وَالنَّاسُ غُفَّلٌ   عَلِيمٌ[6] بِتَدْبِيرِ الأُمُورِ حَلِيمُ

وَفِي الرَّوْضَةِ الخَضْرَاءِ[7] سُـمُّ عُدَاتِـهِ   وَصَاحِبُهَا بِالمُؤْمِنِينَ رَحِيمُ(٣)

وَيَخْتَصُّ بِالتَّدْبِيرِ مِنْ دُونِ غَيْرِهِ   إِذَا فَاحَ زَهْرٌ إِذْ[8] يَهُبُّ نَسِيمُ

تَرَاهُ إِذَا نَاوَاهُ فِي الأَمْرِ جَاهِلٌ   كَثِيرُ الدَّعَاوَىٰ أَوْ يَكِيدُ زَنِيمُ

فَظَاهِرُهُ[9] الإِعْرَاضُ عَنْهُ، وَقَلْبُهُ   غَيُورٌ عَلَىٰ الأَمْرِ العَزِيزِ، زَعِيمُ

إِذَا مَا بَقَىٰ مِنْ يَوْمِهِ نِصْفُ سَاعَةٍ   إِلَىٰ سَاعَةٍ أُخْرَىٰ وَحَلَّ صَرِيمُ

فَيَهْتَزُّ غُصْنُ العَدْلِ بَعْدَ سُكُونِهِ   وَيَحْيَا نَبَاتُ الأَرْضِ وَهُوَ هَشِيمُ

---

[1] المقصود بالثمانية: النجباء الذين في كل زمان لا يزيدون ولا ينقصون.

[2] ولا يشترك معهم أحد في أحوالهم وطريقهم ولا يعلمها إلا من هو أعلى.

[3] ع، ج، و، ر، ش، س: خاء الزمان.

[4] جاء الزمان ودالها والمقصود بها كلمة حد الزمان.

ب، ن، ر، و، ع، ج، ش، س: في المتن: وجيمها. ب، ن، ع، ج، ش في الهامش: ودالها مع إشارة صح. في م: لا توجد الصفحات.

[5] المقصود بها دورة الفلك الاطلس فقد دار دورة غير معلومة الانتهاء إلا الله تعالى.

[6] ن، ج: عليهم.

[7] الروضة الخضراء: المدينة المنورة أي في أمان من دخول المسيح الدجال إشارة إلى المهدي المنتظر.

[8] ر، ش، س، هـ: أو.

[9] ر: وظاهره.

ان سے آگے کا مسافر شرف والا فرد ہی ہے۔ ان میں سے سات تو زمین میں ہیں اور وہ (فرد) انہیں جانتا ہے، اور آٹھواں ستاروں کا رہائشی ہے۔ جب زمانے کا "ح" اور "د" ان سات مشہور سیاروں کے ساتھ اُس "ف"[1] پر فنا ہو جائے جو گھومنے پر دلالت کرتا ہے، تو وہ معاملات کی تدبیر کا علم رکھتا ہے اور حلیم ہوتا ہے، جبکہ عام لوگ غفلت میں ہوتے ہیں۔ اور سبز باغیچے[2] میں اُس (فرد) کے دشمنوں کی موت ہے، اور اِس باغیچے والا (نبی) مومنین پر رحیم ہے۔ وہ اکیلا ہی تدبیر سے مخصوص ہے جب پھول خوشبو پھیلائیں یا نسیم بہاری چلے۔ تو دیکھتا ہے کہ جب کوئی جاہل کسی معاملے میں اُس کا سامنا کرتا ہے۔ بڑے دعووں والا یا مکار کمینہ۔ تو وہ ظاہری طور پر اِس سے منہ پھیر لیتا ہے، اور اُس کا باطن اس بڑے معاملے پر غیور ہوتا ہے، وہ قائد ہے۔ جب اس (دنیا) کے دن سے آدھا گھنٹہ باقی رہ جائے گا یہاں تک کہ وہ گھڑی آئے گی جب کٹائی شروع ہو گی[3]، تو عدل کی چھڑی سکون کے بعد متحرک ہو گی اور زمین کی نباتات مرجھانے کے بعد دوبارہ ہری ہو

---

[1] یہاں "ح" اور "د" سے مراد "حد" ہے یعنی "حد الزمان" اور "ف" سے مراد "فلک" ہے جو گھومنے پر دلالت کرتا ہے۔

[2] یہاں مراد مدینہ منورہ ہے۔

[3] یعنی قیامت سے پہلے کی گھڑی۔

وَيظْهرُ عَدْل الله شَرْقًا وَمَغْرِبًا[٤] وَشَخْصُ إِمَامِ المُؤْمِنِينَ رَمِيمُ[١]

وَثُمَّ صَلَاةَ الحَقِّ تَتْرَىٰ عَلَىٰ الَّذِي بِهِ لَمْ أَزَلْ فِي حَالَتَيَّ أَهِيمُ

أمّا بعد حَمْدِ الله الذي تقدّم، والصلاة التي خُتِم بها الحمد وتُمِّم:

فَدَبِّرْ أَيُّهَا الحَبْرُ اللَّبِيبُ أُمُورًا قَالَهَا الفَطِنُ المُصِيبُ

وَحَقِّقْ مَا رَمَىٰ لَكَ مِنْ مَعَانٍ حَوَاهَا لَفْظُهُ العَذْبُ العَجِيبُ

وَلَا تَنْظُرْهُ فِي الأَكْوَانِ تَشْقَىٰ وَيَتْعَب جِسْمُكَ الفَذُّ[٢] الغَرِيبُ

إِذَا مَا كُنْتُ نُسْخَتَهَا فَمَا لِي أَرُومُ البُعْدَ وَالمَعْنَىٰ قَرِيبُ

---

[١] كما في مسند أحمد وسنن ابن ماجة حديث علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم: "المهديُّ مِنَّا أهلَ البيتِ يصلحُهُ اللهُ في ليلةٍ". أي أن المهدي سيصلحه الله في ليلة وهو قبل هذه الليلة شخص بالي الأحوال.

[٢] الفذ: الفرد.

گی۔[1] اُس وقت اللہ کا عدل مشرق اور مغرب میں چھا جائے گا[2]، اور ایک عام سا آدمی مومنین کا امام بنے گا[3] پھر حق کی رحمت یکے بعد دیگرے اس پر نازل ہو گی کہ میں اپنے احوال میں ہمیشہ سے جس کا مشتاق رہا۔

بعد اللہ کی اُس تعریف کے جو پہلے ہو گزری، اور درود (اُس ہستی پر) جس سے اس تعریف کو مہر لگی اور یہ مکمل ہوئی۔

پس اے زیرک دانا! اُن امور کا سراغ لگا جو ایک دُور اندیش نے بتائے۔ پھر اُن معانی کی تحقیق کر جو اُس نے تیرے سامنے ان میٹھے اور عجیب بولوں میں چھپائے۔ اور ان (معانی کو) موجودات میں مت کھوج کہ تو بد بخت ٹھہرے گا، اور تیرا یہ تنہا اور اجنبی جسم تھکن سے چُور ہو جائے گا۔ اگر میں خود ہی اِن (معانی) کا نسخہ ہوں تو پھر میں کیوں انہیں باہر ڈھونڈوں، کہ یہ معانی تو بہت قریب ہیں۔

---

[1] یعنی زمین پر دوبارہ سے آسودگی ہو گی۔

[2] یہ اس حدیث کی جانب اشارہ ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے: جب یہ زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی تو اللہ میری آل میں سے ایک ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو اسے عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

[3] مسند احمد بن حنبل اور سنن ابن ماجہ حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا: "مہدی ہم میں سے ہیں اہل بیت میں سے، اللہ انہیں ایک ہی رات میں اس منصب کا اہل بنا دے گا۔" اِس سے پہلے وہ غیر معروف اور عام سے آدمی ہوں گے۔

تبيين الغرض من هذا الكتاب

كنّا قد ألّفنا كتابا روحانيّا، وإنشاءً ربّانيّا، سمّيناه بـ"التدبيرات الإلهيّة في إصلاح المملكة الإنسانيّة" تكلّمنا فيه على أنّ الإنسانَ عالَمٌ صغير، مسلوخ من العالم الكبير، فكلّ ما ظهر في الكون الأكبر فهو في هذا العين الأصغر، ولم أتكلّم في تلك الأوراق على مضاهاة الإنسان بالعالَم على الإطلاق، ولكن على ما يقابله به من جهة الخلافة والتدبير، وبيّنتُ ما هو الكاتب منه والوزير، والقاضي العادل والأُمناء، والعاملون على الصدقات والسُّفَراء، والسبب الذي جعل الحرب بين العقل والهوى، ورتّبتُ فيه مقابلةَ الأعداء، ومتى يكون اللقاء، ونصرتُه نصرا مؤزّرا، وكَوَّنتُه أميرا مدبِّرا، وأنشأتُ المُلك، وأقمتُ ببعض عالمه الحياة وببعضهم الهُلك، وكمل الغرض، وآمن من كان في قلبه مرض.

وكنتُ نويتُ أن أجعلَ فيه ما أُوضحه تارة وأخفيه: أين يكون من هذه النسخة الإنسانيّة والنشأة الروحانيّة، مقامُ الإمام المهديِّ، المنسوب إلى بيت النبيِّ المقاميِّ والطينيِّ؟ وأين يكون أيضًا منها[١] ختم الأولياء وطابع الأصفياء؟ إذ الحاجة إلى معرفة هذين المقامين في الإنسان، آكَدُ من كلّ مضاهاة أكوان الحَدَثان[٢]، لكنّي خِفتُ من نزغة العدوّ الشيطان، أن يصرخ به[٣] في حضرة السلطان؛ فيقوّل[٤] عليّ ما

---

[١] ن: وأين أيضا يكون منهم.

[٢] الحدَثان: حوادث الزمان. ع: الحيوان (وفوقها علامة التغيير).

[٣] ن، ع، ج، س: بي.

[٤] ع: فيتقوّل.

غرض تالیف

ہم پہلے بھی ایک روحانی کتاب اور ربانی تصنیف مرتب کر چکے ہیں، جس کا نام ہم نے "مملکتِ انسانی کی خدائی تدبیرات"[1] رکھا تھا۔ اُس (کتاب) میں ہم نے بتایا ہے کہ انسان "عالم کبیر" سے نکلا "عالم صغیر" ہے، اور اِس بڑی کائنات میں جو کچھ ظاہر ہوا وہی سب اس چھوٹے نسخے میں بھی نمایاں ہے۔ میں نے اُن اوراق میں انسان کی عالم سے مطلق مشابہت پر بات نہیں کی، بلکہ خلافت اور تدبیر کی جہت سے ان دونوں کا موازنہ کیا، میں نے بتایا کہ اِس میں کون کاتب ہے اور کون وزیر، کون عدل والا قاضی ہے اور کون امانت دار (مشیر)، کون ٹیکس کلکٹر ہے اور کون سفیر۔ وہ وجہ بھی سامنے لایا کہ جس نے عقل اور خواہش کے درمیان جنگ چھیڑی، وہاں میں نے دشمن کے مقابلے کی ترتیب بتائی اور ممکنہ تصادم کی راہ دکھلائی، میں نے اِس (روح) کی تائید ونصرت کی، اِسے تدبیر والا امیر بنایا، ایک مملکت بنائی؛ جس کے ایک حصے سے زندگی اور دوسرے سے ہلاکت کو منسوب کیا، پھر غرض پوری ہوئی، اور وہ ایمان لایا کہ جس کے دل میں روگ تھا۔

اب میرا ارادہ ہے کہ اِس (کتاب) میں وہ کچھ لکھوں، جو کبھی بتاؤں اور کبھی چھپاؤں: وہ یہ کہ اِس روحانی نشأت اور انسانی نسخے میں امام مہدی کا مقام کیا ہے؛ وہ (مہدی) جو مرتبے اور نسب کے اعتبار سے گھرانہ نبی سے منسوب ہے؟ اور اِس (نسخۂ انسانی) میں "ختم اولیا" اور "مُہر اصفیا" کہاں ہیں؟ کہ اِنسان میں اِن دو مقامات کی معرفت دیگر تمام حادث موجودات سے زیادہ ضروری اور اہم ہے، لیکن مجھے بیری شیطان کی شر انگیزی کا بھی خوف ہے کہ وہ حاضرتِ سلطان میں میری آواز سے آواز ملا کر میری طرف وہ کچھ منسوب نہ کر دے جو میں نے نہیں کہا، اور اس بنا پر مجھے فساد پھیلانے والا نہ سمجھا جائے۔ چنانچہ میں نے اس جثے کی حفاظت

---

[1] یہ کتاب ابن العربی فاونڈیشن میں تحقیق شدہ متن اور ترجمے سے شائع ہو چکی ہے۔

لا[١] أنويه، وأُحَصِّل من أجله في بيت التشويه. فسترتُ الشاه بالفِرزان[٢]، صيانة لهذا الجثمان.

ثمّ رأيتُ ما أَودعَ الحقُّ من الأسرار لديه، وتوكّلتُ في إبرازه عليه، فجعلتُ هذا الكتاب لمعرفة هذين المقامين، ومتى تكلّمتُ على هذا فإنما أذكر العالَمين، ليتبيّن الأمرُ للسامع في الكبير[٣] الذي يعرفه ويعقله، ثمّ أضاهيه بسرّه المودَع في الإنسان الذي ينكره ويجهله. فليس غرضي في كلّ ما أصنّف في هذا الفنّ، معرفة ما ظهر في الكون، وإنّما الغرض ما وُجِد في هذا العين الإنساني، والشخص الآدمي.

فحقِّقْ نظرك أيّها العاقل، وتنبّه أيّها الغافل؛ هل ينفعني في الآخرة كون السلطان عادلًا أو جائرًا، أو عالما أو حائرًا؟ لا والله يا أخي، حتى أنظر ذلك السلطان منّي وإليّ، وأجعل عقلي إماما عليّ، وأطلب منه الآداب الشرعيّة في باطني وظاهري، وأبايعه على إصلاح أوّلي وآخري. فمتى لم أجعلْ هذا نظري[٤] هلكتُ، ومتى أعرضتُ عن الاشتغال بالناس تمكّنتُ من نجاتي وتملّكتُ، إذ وقد قال – صلى الله عليه وسلم – يخاطب جميع أمّته: «كلّكم راع وكلّكم مسئول عن رعيّته» فقد أثبتَ – صلى الله عليه و سلم – الإمامة لكلّ إنسان في نفسه، وجعله مطلوبا بالحقّ في عالم غيبِه وحِسِّه. فإذا كان الأمر على هذا الحد، ولَزِمَنا الوفاء بالعهد؛ فما لنا نفرِّط في سبيل النجاة، ونقنع بأحطّ الدرجات، ما هذا فِعل مَن قال إنّي عاقل، ويتجنّب هذه المعاقل.

فمتى ذكرتُ في كتابي هذا أو في[٥] غيره حادثًا من حوادث الأكوان، فإنما غرضي أن أثبته في سمع السامع، وأقابله بمِثله في الإنسان، فنصرف النظرَ فيه إلى

[١] ب، ر، و، س، ش: لم (ومصححة في ع، ج: لا).

[٢] الشاه (في الشطرنج): الملِك، والفِرزان: من قطع الشطرنج، وهو معرب فرزين، وهو بمنزلة الوزير للسلطان.

[٣] أي العالم الكبير.

[٤] ن: نظيري.

[٥] ر، ش: – في.

میں "شاہ" کا دفاع "فرزین[1]" سے کیا۔

پھر میں نے اِس (نسخے) میں حق کے چھپائے اسرار دیکھے تو اِسے منظر عام پر لانے کے لیے اُس پر بھروسا کیا۔ اور اِس کتاب کو اِن دو مقامات کی معرفت کے لیے لکھا، میں جب بھی اس پر بات کرتا ہوں تو دو جہانوں کی بات کرتا ہوں، تاکہ سامع پر (عالم) کبیر کا وہ معاملہ واضح ہو جسے وہ جانتا اور سمجھتا ہے، اور پھر میں انسان میں رکھے گئے راز سے اُسے تشبیہ دیتا ہوں، جسے وہ نہیں جانتا اور جس کا انکار کرتا ہے۔ اِس فن میں میں نے جو کچھ بھی لکھا اُس میں میرا مقصود کائنات میں ظاہر (اشیا) کی معرفت بخشنا نہیں، بلکہ اصل مقصد تو اِس انسانی نسخے اور آدمی شخص کے بارے میں آگاہ کرنا ہے۔

سو اے عاقل عقل لڑا! اور اے غافل ہوش کے ناخن لے! کیا سلطان کا عادل یا ظالم ہونا، آگاہ یا متحیّر ہونا مجھے آخرت میں فائدہ دے گا؟ نہ میرے بھائی، ہرگز نہیں، جب تک کہ میں اِس سلطان کو خود میں اور خود سے نہ دیکھوں، اپنی عقل کو اپنا امام نہ بناؤں، اپنے ظاہر اور باطن میں اس سے آدابِ شرعی نہ لوں، اور اپنے اول اور آخر کی اصلاح میں اُس کی بیعت نہ کروں۔ اگر میں نے اپنی سوچ کو ایسا نہ بنایا تو میں بھی ہلاکت کا امیدوار ہوں، اور جب جب میں نے لوگوں کی فکر چھوڑ کر اپنی فکر کی تب تب اپنی نجات کا سزاوار ہوں۔ آپ ﷺ نے تو اپنی تمام امت سے کہا ہے: "تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اُس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" پس آپ ﷺ نے ہر انسان کے لیے اُس کے نفس میں امامت ثابت کی؛ اُسے اُس کے غیب اور حِسّ کے عالم میں حق سے ذمہ دار ٹھہرایا۔ اگر یہ معاملہ اسی طرح سے ہے، اور ہم پر وفائے عہد لازم ہے؛ تو پھر ہمیں کیا ہے کہ ہم راہِ نجات میں کوتاہی برتیں، اور کم تر درجات پر قناعت کریں، کسی دور اندیش کا یہ کام نہیں کہ وہ ان پناہ گاہوں سے پہلو بچائے۔

میں نے اپنی اِس کتاب یا دیگر کتب میں جب بھی حوادث موجودات میں سے کسی

---

[1] شطرنج کا ایک مہرہ جو وزیر کہلاتا ہے، یہ شطرنج کا سب سے بڑا مہرہ ہوتا ہے اس کی چال بساط کے ہر گھر اور ہر رخ پر ہوتی ہے، ایسی ہی اس کی زد اور مار ہے۔

ذاتنا، الذي هو سبيل نجاتنا، فأُمشِّيه بكليّته في هذه النشأة الإنسانيّة على حسب ما يعطيه المقام: إمّا جسمانيّة وإمّا[1] روحانيّة. فإيّاك أن تتوهّم أيّها الأخ الشفيق أنّ غرضي من كتبي كلِّها الكلام فيما خرج عن ذاتي من غير أن نَلْحَظ[2] فيه سبيل نجاتي.

فَمَا أُبَالِي إِذَا نَفْسِي تُسَاعِدُنِي عَلَى النَّجَاةِ بِمَنْ قَدْ فَازَ أَوْ هَلَكَا

فَانْظُرْ إِلَى مُلْكِكَ الأَدْنَى إِلَيْكَ تَجِدْ فِي كُلِّ شَخْصٍ عَلَى أَجْزَائِهِ مَلِكَا

وَزِنْهُ بِالعَدْلِ شَرْعًا كُلَّ آوِنَةٍ وَاسْلُكْ بِهِ خَلْفَهُ مِنْ حَيْثُ مَا سَلَكَا

وَلَا تَكُنْ مَارِدًا تَسْعَى لِمَفْسَدَةٍ فِي مُلْكِ ذَاتِكَ، لَكِنْ فِيهِ كُنْ مَلَكَا

فليتأمّل وليّي[3] هذا الكتاب، فإنّي أذكر الأمرَ من العالَم الأكبر، وأجعله كالقِشْر، وأجعل ما يقابله من الإنسان كاللباب، للسبب الذي ذكرته أن يتبيّن للسامع ما يجهله، في الشيء الذي يعرفه ويعقله، ولو وصل فهمُه إليه دون ذكري إيّاه، ما لحظتُ ساعةً محيّاه، ولا عرّجتُ لمحةَ بارقٍ على معناه[4]؛ فإنما أسوقه مثالا للتقريب، ومجالا للتهذيب. وسأورد لك[5] – إن شاء الله – في هذا الكتاب من لآلئ الأصداف، ونواشئ الأعراف، التي هي أمثال نصبَها الحقُّ للمؤمنين والعارفين حِبالةَ صائد، وتحفة قاصد، وعبرة لبيب، وملاطفة حبيب.

---

[1] ر، ش، هـ: أو.

[2] ش: يلحظ. س: تلحظ.

[3] ر، ش، هـ: وليّ.

[4] ع، ج، ر، ش: مغناه.

[5] ن، و: – لك.

حادث کا ذکر کیا، تو میری غرض سننے والے کی سماعت میں اِس کا اثبات تھا، اور میں انسان میں اس کی مثل سے اسے تولتا ہوں، کہ اِس بارے میں غور و فکر کا محور ہماری ذات ہے، کہ یہی ہماری راہِ نجات ہے۔ میں اِس (کتاب کو) انسانی نشأت میں عطائے مقام کے حساب سے اس کی کلیت پر چلاؤں گا: چاہے جسمانی ہو یا پھر روحانی۔ لہٰذا اے پیارے بھائی! کبھی یہ مت سوچنا کہ میری ساری کتابوں میں میری غرض میری ذات سے باہر کے عالم میں کلام ہے، اور یہ کہ میں اس میں اپنی راہِ نجات کا طالب نہیں۔

اگر میرا نفس نجات میں میرا معاون ہے تو مجھے کیا پرواہ کون کامیاب اور کون ناکام ہے!۔ اپنی اس قریبی مملکت پر غور کر، تجھے ہر شخص اپنے اعضا پر سلطان دکھائی دے گا۔ اور ہر آن شریعت سے اِس کا موازنہ کر، اور جہاں بھی (شریعت) تجھے لے جائے اُس کے پیچھے چل۔ اور ایسا سرکش مت بن کہ اپنی ذات کی مملکت میں ہی فساد برپا کر، بلکہ اس میں فرشتہ بن۔

میرے دوست کو چاہیے کہ اِس کتاب میں غور کرے! میں عالم اکبر کا معاملہ ذکر کروں گا تو اِسے پوست[1] قرار دوں گا، اور انسان میں اس کے مثل کو مغز قرار دوں گا، اس کی وجہ تو میں پہلے بتا چکا کہ سننے والے پر اُس چیز میں جسے وہ جانتا اور سمجھتا ہے وہ واضح ہو جو وہ نہیں جانتا۔ اگر میرے بتائے بغیر ہی وہ یہ سمجھ جاتا تو میں کبھی اس کی توجہ نہ دلواتا اور نہ ہی اِس کے معانی کو عیاں کرتا؛ میں تو اِسے قُرب والی مثال اور اصلاح والے محل کی حیثیت میں لایا ہوں۔ اِس کتاب میں- ان شاء اللہ- میں تجھے سیپیوں کے موتی (یعنی الفاظ کے معانی) اور برزخ کے معاملات (یعنی حقائق اور معارف) کے بارے میں بتاؤں گا؛ یہ وہ مثالیں ہیں جو حق تعالی نے مومنین اور عارفین کے لیے شکاری کا جال، قصد والے کا تحفہ، مغز رسا کی عبرت، اور محبوب کے التفات کی طرح نصب کیں۔

---

[1] چھلکا، چھال، پَرت یا پھل کا بیرونی حصہ پوست یا قشر کہلاتا ہے۔

بَحرٌ طَامِسٌ، وبحريٌّ غَاطِسٌ فيه
لآلئ إشَارَات في أصْدَاف عبارَات
فمِن ذَلك: مِفْتَاح حَجَّةٍ، وإيضَاح مَحَجَّةٍ[١]

ولمّا لم يتمكن للقاصد إلى البيت العتيق، أن يصل إليه حتى يقطع كلَّ فج عميق، ويترك الإلفَ والوطن، ويهجر الخلة[٢] والعَطَن، ويفارق الأهلَ والولد، ويستوحش في سَيره من كلّ أحد، حتى إذا وصل الميقات: خرج من رِقِّ الأوقات، وتجرّد من مخيطه[٣]: خرج من تركيبه إلى بسيطه، وأخذ يلبّي مَن دعاه: فنسي[٤] ما كان قبل ذلك وعاه[٥]، وصعد "كَدَا"[٦]: لاح له عَلم الهُدى، ودخل الحرم: حُرِّم، ولثم الحَجَر وقبَّل: تذكَّر ميثاق الأزل، وطاف بكعبته: أحاط بنشأته. وهكذا في جميع مناسكه، يمشي على مسالكه. فإن تجاوز المغنى[٧]، ووقفَ على حجّهِ[٨] مَعنى، فذلك هو الحاج الذي يُهنَّى. ولولا السآمة من قارئه لعرّفتكم به منسكا منسكا إلى آخره. وابتدأتُ في هذا الكتاب بنكتة الحج؛ إذ معناه تكرار[٩] القصد، إلى الواحد الفرد،

---

[١] أي علوم الأسرار وإيضاحها التي ينزلها ملك الإلهام.

[٢] ب، و، ش: الحِلَّة. ج، ع: مهملة.

[٣] إشارة إلى الخروج من علائق الدنيا.

[٤] ب، ر، و، س، ج، ش: نسي.

[٥] أي الإقرار بالعبودية في عالم الذر.

[٦] كَدا: الثَّنِيّة العليا، موضع قرب مكة، منه كان يدخل رسول الله ﷺ إلى مكة، فإذا أراد الخروج منها خرج من الثَّنِيّة السفلى وهي "كُدَى".

[٧] المغنى: المنزل.

[٨] ش، س، هـ: حجة.

[٩] ب: كلمة "تكرار" ثابتة في الهامش بقلم الشيخ ابن العربي.

اتھاہ تاریک ساگر اور عمیق غوطہ خور
اس ساگر میں عبارات کی سیپیوں میں اشارات کے موتی ہیں
ان میں ایک یہ بھی ہے:
حج کی کنجی اور راستے کی وضاحت

چونکہ قصد کرنے والا اُس وقت تک "بیت العتیق" (یعنی خانہ کعبہ) نہیں پہنچ پاتا جب تک کہ وہ ہر عمیق گھاٹی طے نہ کرے، ہم وطنوں اور وطن سے دور نہ ہو، گھر بار اور دوست احباب نہ چھوڑے، اپنے بیوی بچوں سے جدا نہ ہو، اور اس سفر میں ہر ایک سے وحشت نہ پائے، یہاں تک کہ جب وہ (مقام) میقات پر پہنچا تو اوقات کی غلامی سے خلاصی پائی، لباس کی سلائی سے آزاد ہوا،[1] وہ اس کی زیبائش سے سادگی کی جانب آیا، اور اُس کی پکار پر لبیک کہا جس نے اِسے بلایا: اور وہ بھول گیا جو اِس سے قبل اُسے یاد تھا[2]، جب "کدا[3]" پہنچا تو اِس پر ہدایت کا پرچم ظاہر ہوا، پھر جب حرم میں داخل ہوا، اس پر (حلال اشیا بھی) حرام ہوئیں، اُس نے حجر اسود کو چھوا اور بوسہ دیا تو اُسے ازلی میثاق یاد آیا، جب اس کعبے کا طواف کیا تو اپنی نشأت کا احاطہ کیا۔[4] اسی طرح وہ اپنے تمام مناسک میں اپنے ہی راستوں پر چلا۔ اگر اُس نے حج کے تمام ارکان کو درست طریقے سے ادا کیا اور اس حج کے مقصد کو پایا، تو یہ وہ حاجی ہے جسے مبارک باد دی جاتی ہے۔ اگر اس (کتاب) کا قاری اکتانہ جاتا تو میں تمہیں ایک ایک منسک کی آخر تک معرفت دیتا۔ میں نے اِس کتاب کی

---

[1] اَن سلا لباس احرام پہننا ہے، مراد دنیا کی جھنجٹ سے آزاد ہوا۔

[2] یعنی الست بربکم کا عہد بھول گیا۔

[3] کدا مکہ مکرمہ سے پہلے ایک اونچی جگہ ہے اسی مقام سے رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔

[4] یعنی اپنے قلب کا طواف کیا اور اپنی حقیقت کو جانا۔

والقصد أوّل مقامٍ لكلّ طالبِ سرٍّ، أو محاولِ أمرٍ.[١]

وأنا أريد أن أوضحَ لك في هذا الكتاب أسرارًا، وأُرسلَ سماءها عليك مدرارًا، فأوضحتُ لك أوّلًا قصدي، وجعلته قصدًا شرعيًّا، ومقامًا جمعيًّا؛ فإنّه إذا كان القصد بهذه المثابة، وهو البداية، فما ظنّك بالنهاية! وأين مَن يَقدر قدر الغاية؟ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّـهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾[٢]، وما حُمِد نورُ شمسٍ لم يُمِدّ ذاتَ بدرِه[٣]، فألقِ السمعَ، واشهدِ الجمع.

أَقُولُ وَرُوحُ القُدْسِ يَنْفُثُ فِي النَّفْسِ ... بِأَنَّ وُجُودَ الحَقِّ فِي العَدَدِ الخَمْسِ[٤]

أَيَا[٥] كَعْبَةَ الإِشْهَادِ يَا حَرَمَ الأُنْسِ ... وَيَا زَمْزَمَ الآمَالِ زُمَّ[٦] عَلَىٰ النَّفْسِ

سَرَىٰ البَيْتُ نَحْوَ البَيْتِ يَبْغِي وِصَالَهُ ... وَطُهِّرَ بِالتَّحْقِيقِ مِنْ دَنَسِ اللَّبْسِ

فَيَا حَسْرَتِي يَوْمًا بِبَطْنِ مُحَسِّرٍ[٧] ... وَقَدْ دَلَّنِي الوَادِي عَلَىٰ سَقَرِ[٨] الرِّجْسِ

تَجَرَّعْتُ بِالجَرْعَاءِ[٩] كَأسَ نَدَامَةٍ ... عَلَىٰ مَشْهَدٍ قَدْ كَانَ مِنِّيَ بِالأَمْسِ

وَمَا خِفْتُ بِالخَيْفِ[١٠] ارْتِحَالِي وَإِنَّمَا ... أَخَافُ عَلَىٰ ذَا النَّفْسِ مِنْ ظُلْمَةِ الرَّمْسِ

لِمُزْدَلَفِ الحُجَّاجِ أَعْمَلْتُ نَاقَتِي ... لِأَنْعَمَ بِالزُّلْفَىٰ وَأَلْحَقَ بِالجِنْسِ

---

[١] ر: طالب سرّا ومحاول أمرا. ش: ومحاول أمر.

[٢] [الأنعام: ٩١].

[٣] ن: نوره. هـ: لم تمد ذات بدره.

[٤] المقصود به الدائرة؛ وهو شكل الرقم الخمس. وأن الوجود دائرة.

[٥] ر: أنا.

[٦] زمّ: زَمّ يزم: إذا تقدّم وطلع.

[٧] محسّر: إشارة إلى وادي محسر، وهو موضع بين المزدلفة ومنى.

[٨] ر، ج: سفر. هـ: دنس.

[٩] الجرعاء: الرمل لا تزرع منه شيئا بجوار مكة.

[١٠] الخيف: إشارة إلى مسجد الخيف بمنى.

ابتدا انکتۂ حج سے کی ہے؛ کیونکہ (حج) کا مطلب واحد الفرد کی جانب قصد کی تکرار ہے، اور قصد ہی طالبِ سرّ اور حکم بردار کا پہلا مقام ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب میں تجھ پر اسرار فاش کروں، بلکہ تجھ پر ان کی برسات کروں، لہذا پہلے میں نے تجھ پر اپنا قصد واضح کیا، اور اِسے شریعت والا قصد اور جمعیت والا مقام بنایا۔ اگر قصد ایسا ہو گا، جو کہ ابتدا ہے، تو پھر انتہا کے بارے میں تیرا کیا گمان! کون ہے جو ایسی انتہا کی قدر جان سکے؟ ﴿انہوں نے حق کی ویسے قدر نہ کی جیسا کہ اُس کا حق تھا﴾ (الانعام: ۹۱) اُس سورج کی کوئی تعریف نہیں جس نے اپنے چاند کو روشنی نہ دی، لہذا کان لگا اور دل و دماغ حاضر رکھ۔

میں کہتا ہوں: روح القدس میرے شعور میں ڈالتا ہے کہ حق کا وجود عدد پانچ (کی صورت) پر ہے۔[1] اے شہود والے کعبہ[2]! اے اُنس والے حرم! اے خواہشات کے زم زم! نفس کو بھی کچھ عطا ہو، یہ گھر (یعنی قلب) اُس گھر (یعنی کعبہ) کی جانب وصل کی آرزو میں چلا، اور تحقیق کی بدولت عدم وضاحت کے میل سے پاک ہوا، ہائے اُس روز کی حسرت جب میں محسر کی وادی[3] میں تھا، اور یہ وادی مجھے گناہوں کی گندگی میں لے گئی۔ میں نے جرعاء (کے بیاباں) میں ندامت کے پیالے پیئے، اُن گناہوں پر جو میں پہلے کر گزرا۔ میں (مسجد) الخیف میں جانے سے خائف نہ ہوا، بلکہ میں تو اِس نفس پر خائف ہوں جب یہ قبر کی تاریکی میں ہو گا۔ حاجیوں کے پاس میں نے اپنی اونٹنی باندھی[4] تاکہ قربت کا انعام اور جنس سے الحاق ہو۔ میں نے جمع[5] میں اپنے غیب و شہود (یعنی شریعت اور حقیقت) کو جمع کیا، اور اِس میں نفس کو حصے دار نہ بنایا۔ جب میں منٰی میں تھا تو

---

[1] عدد ۵ دائرے کی مانند ہے، شیخ یہ بتا رہے ہیں کہ وجود مانند دائرہ ہے۔

[2] یہاں مراد قلب ہے جس پر مشاہدات کی برسات ہوتی ہے۔

[3] یہ منی اور مزدلفہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

[4] یہاں مراد نفس ہے۔

[5] ظاہری طور پر مزدلفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

جَمَعْتُ بِجَمْعٍ[1] بَيْنَ غَيْبِي وَشَاهِدِي ... بِوِتْرَيْنِ لَمْ أَشْهَدْ بِهِ رُتْبَةَ النَّفْسِ[2]

خَلَعْتُ الأَمَانِي عِنْدَ مَا كُنْتُ فِي مِنًى ... وَطَوَّقْتُهَا فَأَنْظُرُهُ بِالطَّرْدِ وَالعَكْسِ

فَفِي الجَمَرَاتِ الغُرِّ فِي رَوْنَقِ الضُّحَى ... حَصَبْتُ عَدُوَّ الجَهْلِ فَارْتَدَّ فِي نَكْسِ

صَفَيْتُ عَلَى حُكْمِ الصَّفَا عَنْ حَقِيقَتِي ... فَمَا أَنَا مِنْ عُرْبٍ فِصَاحٍ وَلَا فُرْسِ[3]

رَكَنْتُ إِلَى الرُّكْنِ اليَمَانِي لِأَنَّ فِي ... اسْتِلَامِ اليَمَانِي اليُمْنَ فِي جَنَّةِ القُدْسِ

أَقَمْتُ أُنَاجِي بِالمَقَامِ مُهَيْمِنًا ... تَعَالَى[4] عَنِ التَّحْدِيدِ بِالفَصْلِ وَالجِنْسِ[5]

فَشَاهَدْتُهُ فِي بَيْعَةِ الحَجَرِ[6] الَّذِي ... تَسَوَّدَ(5) مِنْ نَكْثِ العُهُودِ لَدَى اللَّمْسِ

وَبِالحِجْرِ[7] حَجَّرْتُ الوُجُودَ وَكَوْنَهُ ... عَلَيَّ فَلَا يَغْدُو الزَّمَانُ وَلَا يُمْسِي

وَفِي عَرَفَاتٍ قَالَ لِي تَعْرِفُ الَّذِي[8] ... تُشَاهِدُهُ بَيْنَ المَهَابَةِ وَالأُنْسِ

فَلَمَّا قَضَيْتُ الحَجَّ أَعْلَمْتُ مُنْشِدًا ... بِسَيْرِيَ بَيْنَ الجَهْرِ لِلذَّاتِ[9] وَالهَمْسِ

سَفِينَةَ إِحْسَاسِي رَكِبْتُ فَلَمْ تَزَلْ ... تُسَيِّرُهَا أَرْوَاحُ أَفْكَارِهِ الخُرْسِ

---

[1] جمع: المزدلفة. هـ: بجمعي.

[2] أي جمعت بين نور الحقيقة ونور الشريعة ولم يكن بجمعي لهما أي شيء من خواطر النفس وزلاتها.

[3] أي إن الكلام في شهود تلك الحقيقة لا أستطيع أن أتكلم عنها ولا أستطيع السكوت.

[4] رسمها في ب، ع، ج: تعلى.

[5] أي منزه عن الجهة والجزء والجوهر والعرض.

[6] المقصود به الحجر الأسود.

[7] الحِجر هنا هو حِجر إسماعيل.

[8] ر: وفي عرفات قيل الذي يعرف الذي.

[9] أي صرحت بالحقائق في حضرات الأسماء وأم الذات فلا كلام فيها لعدم نسبتنا لها.

(نفسانی) خواہشات سے جان چھڑائی، اور (ربانی) خواہشات دل میں بسائیں پھر جمع اور فرق میں اِن کا مشاہدہ کیا۔ اور دن چڑھے جمرات کے مقام پر (یعنی تجلیات و انوار کی کثرت میں) میں نے جاہل دشمن کو کنکر مارے تو وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ صفا کے حکم پر میں اپنی حقیقت سے صاف ہوا، کہ اب نہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں اور نہ چپ رہ سکتا ہوں۔ میں نے رکن یمانی کے ساتھ ٹیک لگائی کہ یمانی کو چھونے میں جنتِ قدس کی برکت ہے۔ مقام (ابراہیم) پر کھڑا ہو کر میں اُس مہیمن سے مناجات کرنے لگا جو فصل اور جنس کی حد سے منزہ ہے۔[1] میں نے حَجر اسود - جو چھونے والوں کی عہد شکنی سے سیاہ ہوا[2] - کی بیعت میں اُس کا مشاہدہ کیا؛۔ اور حجرِ (اسماعیل) میں میں نے حاصل وجود کو خیر باد کہا، کہ اب وقت نہ آگے کو جاتا ہے اور نہ پیچھے کو۔ عرفات میں اُس نے مجھے کہا: کیا تو اُسے پہچانتا ہے جس کا مشاہدہ تو ہیبت اور اُنس کے مابین کرتا ہے؟ سو جب میں حج کر بیٹھا تو بلند آواز اور سرگوشی میں (اسما والی) ذات[3] کے گن گائے۔ میں اپنے احساس کی کشتی پر سوار ہوا، اور اسے خاموش افکار کی ہوائیں چلا رہیں تھیں۔ جب اِس (کشتی) نے وجود

---

[1] یعنی جہت، جزو، جوہر اور عرض سے منزہ ہے۔

[2] حدیث شریف میں ہے: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے، اور زمین میں اس کے سوا جنت کا کوئی ٹکڑا نہیں، یہ سفید اور چمکدار تھا اگر اسے جاہلیت کا گند نہ چھوتا تو یہ ویسا ہی ہوتا۔ (الترغیب والترہیب)

[3] یہاں ذات سے مراد حاضرت اسما ہے نہ کہ ذات بحت، کیونکہ ذات بحت ہر شے سے بے پرواہ ہے۔

فَلَمَّا عَدَتْ[1] بَحْرَ الوُجُودِ وَعَايَنَتْ بِسِيفِ[2] النُّهَىٰ مَنْ جَلَّ عَنْ رُتْبَةِ الإِنْسِ

دَعَانِي بِهِ: عَبْدِي؛ فَلَبَّيْتُ طَائِعًا تَأَمَّلْ فَهَذَا الفَتْحُ فَوْقَ جَنَىٰ الغَرْسِ

فَعَايَنْتُ مَوْجُودًا بِلَا عَيْنِ مُبْصِرٍ وَسُرِّحَ عَيْنِي فَانْطَلَقْتُ مِنَ الحَبْسِ

فَكُنْتُ كَمُوسَىٰ حِيْنَ قَالَ لِرَبِّهِ: أُرِيدُ أَرَىٰ ذَاتًا تَعَالَتْ عَنِ الحِسِّ

فَدَكَّ الجِبَالَ الرَّاسِيَاتِ جَلَالُهُ وَغُيِّبَ مُوسَىٰ فَاخْتَفَىٰ العَرْشُ فِي الكُرْسِي

وَكُنْتُ كَخُفَّاشٍ أَرَادَ تَمَتُّعًا بِشَمْسِ الضُّحَىٰ فَانْهَدَّ مِنْ لَمْحَةِ الشَّمْسِ

فَلَا ذَاتَهُ أَبْقَىٰ وَلَا أَدْرَكَ المُنَىٰ وَغُودِرَ فِي الأَمْوَاتِ جِسْمًا بِلَا نَفْسِ

وَلَكِنَّنِي أُدْعَىٰ عَلَىٰ القُرْبِ وَالنَّوَىٰ بِلَا كَيْفَ؛ بِالْبَعْلِ الكَرِيمِ وَبِالْعِرْسِ[3]

فمن لم يكن قصده على هذه المحجّة، ولم تصحّ[4] له هذه الحِجّة، ويطلب العين؛ فهو في حصر[5] الأين. فاسلُك يا أخي على هذا الطريق، وقل: الرَّفيق الرَّفيق، حتى تتّصلَ به من غير انفصال، وتنفصِلَ عنه إليه من غير اتّصال، وتكون ظِلالك تسجد له سبحانه بالغدوّ والآصال.

---

[1] ع، و، س: غدت.

[2] السِّيف: الساحل.

[3] العِرس: العروس.

[4] ر: يصح.

[5] ن، هـ: حضرة. س: رتبة.

کے سمندر کو پار کیا اور آخری ساحل پر اُسے دیکھا جو رُتبہ انسان سے پرے ہے، تو اُس نے مجھے پکارا: اے میرے بندے! - میں نے خوشی سے کہا: لبیک - غور کر، یہ مکاشفہ دیگر محنت کے صلے سے بڑھ کر ہے۔ پس میں نے موجود کو چشم بینا کے سوا دیکھا، میری نظر کو آزادی ملی تو میں بھی قید سے چھوٹا۔ میں مثل موسیٰ تھا جب انہوں نے اپنے رب سے کہا: میں اُس ذات کو دیکھنا چاہتا ہوں جو حِسّ سے ماورا ہے۔ چنانچہ اُس کے جلال نے ان بلند و بالا پہاڑوں کو ہموار کر ڈالا، اور موسیٰ اپنا ہوش کھو بیٹھے اور عرش (یعنی قلب موسیٰ) کرسی (یعنی کائنات اکبر) میں کھو گیا۔ اور میں اُس چمگادڑ کی مانند تھا جو چڑھتے سورج کا نظارہ کرنا چاہتی ہے لیکن اس کی ایک کرن بھی برداشت نہیں کر پاتی۔ سو نہ اُس کی ذات باقی رہی اور نہ اُس کی تمنا بر آئی، بلکہ اُس کا شمار مردوں میں ہوا؛ ایسا جسم جس میں روح نہیں۔ لیکن مجھے قربت اور دوری پر کیفیت کے بغیر کبھی دلہن اور کبھی دولہا پکارا گیا۔

سو جس کا قصد اِس طرز پر نہ ہوا، جس نے اس طرح سے حج نہ کیا، اور وہ عین کا طالب بھی ہے؛ تو وہ مکان کی قید میں ہے۔ اے بھائی! اس راہ پر چل، اور ساتھی کو پکارتا رہ، یہاں تک کہ تو بغیر کسی جدائی[1] کے اُس سے ملے اور بغیر ملاپ کے اُس سے جدا ہو، اور تیرے سایے صبح شام اُس سبحانہ کے سامنے سجدہ ریز رہیں۔

---

[1] فصل بمعنی جدائی، مفارقت۔

ومن ذلك:
تنزُّل روحٍ أمين، بإشراق صُبحٍ مبين

ولمّا هَزم الصبحُ جيوشَ اللّيل، وأَوجفَ عليه بسوابق الخيل، وحصل الجسمُ والرسم في قبضة العين والاسم، وأَعتقه مِن رِقِّ كَوْنِه، وألبسه رداءَ صَوْنِه، ومنحَه مشاهدةَ عينِه، في أيّ وُجهة كان من أينِه، عند ذلك سألني رجل من أهل تبريز، وممّن يقول بدولة العزيز، ويُنكِر سقوط التمييز؛ عن أسرار أشراط الساعة وأماراتها، وحقائقها وإشاراتها: من طلوع شمسٍ من مغربها، وروحانيّة مقصَدِها ومذهَبِها، وإغلاق باب توبةٍ[1]، وإبقاء زلّة وحَوْبةٍ، ونَفْخ دابّةٍ، ونزول مسيحٍ، وخَسْف جيشٍ بمهامِه فِيحٍ[2]، وملحمةٍ عظمىٰ، وفَتْح مدينةٍ كُبرىٰ بتكبيرٍ وتهليلٍ علىٰ مقتضىٰ السنّة، لا بالمرهَفات البيض ولا بِزُرْق الأسِنّة، وخَتْم ولاية وروضةٍ خضراء، وسرّ نبوّةٍ ومحجّةٍ بيضاء، ومَن خرج من مقامه إلىٰ مقامٍ أنزل؛ فصحّ له به الشرف الأكمل، ودجّال لا يُعْيَىٰ، وقتيل له يموت ويحيا.

وقال لي: أريد منكم أن تبيّنوا لي: أين أسرارُ هذه الأكوان في نشأة الإنسان؟ فإنّي أريد أن أجعلك لشيطاني شهابًا رصدًا، و﴿أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ

---

[1] ب، ش: التوبة.

[2] المهامه جمع مهمه: القفر من الأرض. الفيح: الواسع.

اور اس (کتاب) میں ہے:
صبحِ مبین کی روشنی میں روحِ امین کا نزول

جب صبح کے اُجالے نے رات کے لشکروں کو مات دی، اُن پر تُندرو گھوڑے دوڑائے، جسم اور رسم، ذات اور اسم کے قبضے میں آئے، اُسے اُس کے وجود سے نجات دلائی اور حفاظت کی چادر اوڑھائی، اُسے اُس کی عین کا مشاہدہ کروایا، چاہے وہ کسی جگہ اور مقام پر تھا، اِس موقع پر اہل تبریز کے ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا، جو "مملکتِ عزیز[1]" کا قائل، لیکن صورت تمیز[2] کا انکاری تھا، اُس نے علاماتِ قیامت کے اسرار، اِس کی نشانیاں، حقائق اور اشارات کے بارے میں پوچھا؛ جیسے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا کیوں، اور اِس طلوع کا مقصد کیا؟ درِ توبہ کا بند ہونا، غلط کاریوں کا باقی رہنا اور دابۃ الارض کا نکلنا، حضرت عیسیٰ کا نزول، ایک بڑے لشکر کا وسیع و عریض بیاباں میں دھنسنا، ایک خون ریز جنگ اور ایک بڑے شہر کا سنت کے بقول تکبیر و تہلیل سے فتح ہونا، نہ تیز دھار تلواروں اور نہ نوکیلے بھالوں سے، ختم ولایت اور آپ کی جائے نزول کا سوال، رازِ نبوت اور روشن راستے کا سوال، اور وہ جو اپنے مقام سے نچلے مقام کی جانب آیا؛ اور اِس نزول میں اُس نے کامل شرف کو پایا[3]، اور مشہور دجال، اور اُس کا مارنا اور زندہ کرنا۔

مجھ سے بولا: میں آپ سے نشأتِ[4] انسانی میں اِن موجودات کے اسرار کی وضاحت چاہتا ہوں، کیونکہ میری تمنا ہے کہ میں اپنے شیطان کے لیے آگ کا گولا بنوں، ﴿اور اس

---

[1] یہاں امام مہدی کی مملکت کی طرف اشارہ ہے۔

[2] یعنی وہ امام مہدی کے ظہور کا تو قائل تھا لیکن خاتم الاولیا کا انکاری تھا۔

[3] یہاں مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو نبوت کے درجے سے ولایت کے درجے میں آکر امت محمدیہ میں شامل ہوں گے۔

[4] شیخ اکبر کے ہاں نشأت سے مراد جسم، عرض اور جوہر ہے۔

رُشْدًا﴾.[١] فقلت له: وأين[٢] فتاك وقُوتُك؟ وهل اتّخذَ في البحر سَرَبًا حُوتُك؟ فقال: لولا ما اتّخذ حوتي سَرَبًا ما وجدتُ لك سببا، ولولا فتايَ ما حملتُ غَداي.

فقلت له: سيلحق[٣] بمقامك وتتأخّر، وإذا وقع ذلك حينئذ تُقبر. ثمّ قلت له: وهل نسيتَ الحوتَ، فارتددتَ قَصصًا على أثرِك، لتعرف حقيقة خَبرِك؟ فقال: كلّ ذلك قد كان، فلقد تَعِبَ مَن أخذَ عِلْمَه من الأكوان. قلت له: أَوَبشّرك الحقُّ بأنّي صاحبُ الرحمة والعِلم[٤]؛ فابْشِر بأنّك[٥] صاحبُ الغلظة والذم[٦]؛ لأنّي في العين وأنت في الكم. فأنت في مُلكك رئيس، وفي سجن عالم شهادتك حبيس، وأنا في ملكوتي عِلْقٌ نفيس، وصاحبُ صنعة لبوس.

فقال: إنّي أتيتك قصدًا، فعلّمني رُشدًا. فقلت: ﴿إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا. وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا؟﴾.[٧] قال: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا﴾.[٨] قلت[٩]: ﴿فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا﴾.[١٠]

---

[١] [الكهف: ٦٦].

[٢] ر، ش: أين.

[٣] ن: ستلحق.

[٤] إشارة إلى قوله تعالى: ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ [الكهف: ٦٥]

[٥] ر، ش: فإنك.

[٦] ن: أو الذم. هـ، س: والدم. المراد من صاحب الغلظة؛ صاحب الشرع، وصاحب الشريعة غليظ على من يخالفه ويذمه.

[٧] [الكهف: ٦٧، ٦٨].

[٨] [الكهف: ٦٩].

[٩] ر، ش، هـ: قال.

[١٠] [الكهف: ٧٠].

شرط پر آپ کی اتباع کروں، کہ آپ مجھے بھی وہ بتائیں جو آپ کو بتایا گیا﴾ (الکہف: ٦٦) میں نے اُسے کہا: کہاں ہے تیری قوت اور کہاں ہے تیری غذا[1]؟ اور کیا تیری مچھلی بھی سمندر میں ہوئی جدا؟۔ وہ بولا: اگر میری مچھلی جدا نہ ہوئی ہوتی تو میں آپ تک نہ پہنچ پاتا، اور اگر میرے پاس طاقت نہ ہوتی تو میں نے یہ سب نہ اٹھا پاتا۔

میں نے اُسے کہا: وہ تجھے تیرے مقام تک پہنچائے گی، تو اُس سے پیچھے ہو گا، اور جب ایسا ہو گا تو تبھی تو دنیا سے جائے گا۔ پھر میں نے اُس سے کہا: کیا تو مچھلی سے غافل ہوا، اور پھر الٹے قدموں واپس لوٹا؟ تا کہ تو اپنی خبر کی حقیقت پائے؟ وہ بولا: یہ سب تو ہو گزرا، اور اب وہ تھکن سے چور ہے جو موجودات سے علم لیتا تھا۔ میں نے اُسے کہا: کیا حق نے تجھے بتایا ہے کہ میں ہی صاحبِ علم و رحمت ہوں[2]؛ تو اِس بات کی بشارت سُن کہ تو ہی صاحبِ شدّت و مذمت[3] ہے؛ کیونکہ میں حقیقت میں ہوں اور تو مقدار میں ہے۔ تو اپنی مملکت کا امیر اور اپنے ظاہری عالم کی زندان کا اسیر ہے، جبکہ میں اپنی ملکوت میں لپٹا اپنی نشأت کا خبیر ہوں۔

وہ بولا: میں قصداً آپ کے پاس آیا، لہذا مجھے بھی کچھ عطا ہو۔ میں نے کہا: ﴿تو میرے ساتھ صبر نہیں کر پائے گا، اور تو اُس بات پر کیسے صبر کر سکتا ہے جس کی تجھے خبر ہی نہیں﴾ (الکہف: ٦٧-٦٨) وہ بولا: ﴿اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کی بات رد نہیں کروں گا﴾ (الکہف: ٦٩) میں نے کہا: ﴿اگر تو نے میری پیروی کرنی ہے تو پھر مجھ سے کسی بارے میں سوال مت کرنا جب تک کہ میں تجھے خود اِس کے بارے میں نہ بتاؤں﴾ (الکہف: ٧٠)

---

[1] یہاں مراد قرآن و سنت ہے۔

[2] یہاں مقام خضر کی طرف اشارہ ہے: ﴿اور وہاں اُسے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ملا، جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت بخشی اور اپنے پاس سے علم سکھایا﴾ [الکہف: ٦٥]

[3] صاحب شدّت یعنی صاحب شریعت؛ کیونکہ صاحب شریعت، شریعت کے معاملے میں سختی سے پیش آتا ہے، وہ کسی کی مخالفت برداشت نہیں کرتا بلکہ اُس کی مذمت کرتا ہے۔

وصفُ حالٍ بعد حَلّ وترحال

ثمّ قلت له: يا سيّدي؛ صَانَ الله أنوار شيبتِك، وحفِظ عليك متاع عَيبتِك[1]؛ أريد أن أعرّفك قِصّتي، تكون لك سُلّمًا[2] إلى مِنصّتي؛ عسى يقِلّ إنكارُك، ويحسن - إن وقع منك - اعتذارُك. فإنّ الذي سألتَ عنه من هذه الأسرار المصُونة عن ملاحظة الأنوار، فكيف بعالم الإنكار؛ لا يصلح في كلّ وقت إفشاؤها، ولا يصحّ بأيّ نفخٍ[3] كان بَعْثُها وإحياؤها؛ فإنّ نبأها عظيم، وشيطانَ مُنكِرها أليم. وإن كان بعض ما سألتني عنه، لم أُعَرِّجْ عليه ولا طلبتُه منه؛ فإنّ الطريق الذي سلكتُ عليه، والمقامَ الذي طلبتُه وانفردتُ إليه - الذي هو مقامُ فردانيّة الأحد، ونفي الكثرة والعَدد - لا يصلح معه التعريج على كون، ولا يقبل منه إلّا ما تحقّقه عين. ولمّا لم تتعلّق بحوادث الكون هِمّتي، ولا تشوّفتْ إليها كلمتي، كان الحقّ سبحانه وِجْهَتِي، ونَزَّهَنِي[4] عن ملاحظة جِهتي؛ فكنتُ لا أشهد أيْنًا، فكيف أُبصر كونًا!

حكمةُ تعليم من عالِمٍ حكيم

ثمّ لمّا رأيتُ السائلَ عن تلك الأسرار، تحرّكه دواعي الإنكار[5]، أعرضتُ عنه إعراضَ معلّمٍ ناصح، وصرفتُ وجهي وجْهَةَ الحقِّ الذي بيده المفاتح، من جهة المقام الذي يعقله، وسددتُ البابَ الذي ينكره ويجهله، حتى يتمكّن في مقام السمع، ويتحقّقَ بحقيقةٍ من حقائق الجمع. وقمت إلى الحقّ ملبّيًا وله مناجيًا، أَعُدُّ عليّ سوابغ نِعَمِه، وأُسمِع السائلَ سرائرَ حِكمه، وكأنّي[6] لا أقصده بذلك تعليما، وهكذا يفعل مَن

---

[1] ج، س: غيبتك. ر: بدون النقط.

[2] ر، ش: تكون سلّما لك.

[3] ن: صححت في الحاشية: نفس.

[4] س، هـ: نزهتي.

[5] ن: الأفكار.

[6] ر، ش: وكأنني.

ٹھہرنے اور کوچ کرنے کے بعد کا حال

پھر میں نے اُسے کہا: اے بزرگ وار! اللہ تیری بزرگی کے انوار اور قلب (کے اسرار) کی حفاظت فرمائے، میں چاہتا ہوں کہ تو میری کہانی سُن، اور اِس زینے سے مجھ تک پہنچ؛ ہو سکتا ہے اِس سے تیرے انکار میں کمی ہو اور جو عذر تو پیش کرتا ہے اس میں بہتری آئے۔ بیشک جن اسرار کا تو نے سوال کیا، وہ تو نور والوں کے دیدار سے بھی دور ہیں، عالمِ انکار کا کیا کہنا؟ کسی آن ان کا افشا روا نہیں، اور کسی صورت ان کا اظہار درست نہیں؛ کیونکہ ان کی خبر عظیم ہے، اور ان کے انکاری کے لیے دردِ الیم ہے۔ حالانکہ ان اسرار میں سے بعض کا تو نہ میں نے کبھی قصد کیا اور نہ ہی ان کی تاک میں رہا؛ بیشک میں نے جو راستہ چُنا، جس مقام کی تمنا رکھی اور جس کی طرف دھیان دیا- وہ تو احد کی فردانیت، عدد اور کثرت کی نفی کا مقام ہے- اس (مقام) میں موجودات کی طرف مائل ہونا درست نہیں، اور یہ (مقام) کی عطا بھی وہی ہے جس کی تحقیق نظر سے ہو۔ چونکہ میں حوادثِ کائنات سے بے التفات ہوں، میرا کلام ان کے ذکر سے خالی ہے، تو حق سبحانہ ہی میرا قبلہ ہے، اور اُسی نے مجھے جہت کے مشاہدے سے پاک کیا؛ میں تو جگہ تک نہیں دیکھتا، کسی موجود کو کیا دیکھوں!۔

ایک عالم حکیم کی طرف سے حکمت کی تعلیم

جب میں نے دیکھا کہ اِن اسرار کے سوالی کی حرکت اُس کے انکار والے جذبے کے تحت ہے، تو میں نے اُس (شخص) سے ویسے گریز کیا جیسے کوئی ناصح معلم گریز کرتا ہے، اور اپنا رخ حق -کہ جس کے ہاتھ تمام کنجیاں ہیں- کی جانب اُس مقام کی جہت سے موڑا جسے وہ سمجھتا ہے، اُس دروازے کو بند کیا کہ جس سے وہ لاعلم یا جس کا انکاری ہے، تاکہ وہ مقام سماعت میں متمکّن ہو اور حقائقِ جمع کی کسی حقیقت سے متحقّق ہو۔ میں حق کی جانب لبیک کہتا اور اُس سے مناجات کرتا چل پڑا، کہ وہ مجھے اپنے جامع انعامات سے نوازے، اور میں سوالی کو ان حکمتوں کے رموز بتاؤں، گویا کہ میرا مقصد اِس سے اُس کی تعلیم نہیں، اور جسے حق حکمت عطا کرے وہ یوں ہی کرتا ہے؛

صيّره الحقُّ حكيما؛ فإنّ البيوت لا تؤتَى إلّا مِن أبوابها، والملوكَ لا يُدخَل[1] عليها إلّا بإذن حُجّابها.

وذلك إن أبديتُ له الأسرار كِفَاحًا، وَجَدَ قلبُه لذلك سَراحًا؛ فسرَّح في عالم التجسيم[2] سِرُّ فكره، واستوى على قلبه سلطانُ نُكره، فصيَّر نُورَه نارًا[3]، وقرارَه بوارًا.

فالحكيم المطلَق إذا أخذ مع مَن هذه صفته في مناشدة الحقّ، وأعرض عن جميع الخلق؛ بَهَرَهُ المقام، فقطع الأوهام، وغاب عن الأجسام، واستسلم أيَّ استسلام، ووقعتِ النكتة في قلبه؛ فقادته إلى معرفة ذاته وربّه.

فأعرضتُ عنه لهذه الحكمة وأنشدتُ، وبُحْتُ ببعض ما وجدت؛ نُعلِّمه فيه: أنّ السلوكَ بِجَذْبِ الحقِّ وداعيه، وبِرَّهُ سبحانه بالعبد وتَحَفِّيه، فلعلّه يتنبّه ويعيه.

قَلْبِي بِذِكْرِكَ مَسْرُورٌ وَمَحْزُونُ ... لَمَّا تَمَلَّكَهُ لَمْحٌ وَتَلْوِينُ

فَلَوْ رَقَتْ فِي سَمَاءِ الكَشْفِ هِمَّتُهُ ... لَمَا تَمَلَّكَهُ وُجْدٌ وَتَكوِينُ[4]

لَكِنَّهُ حَادَ عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ فَلَمْ ... يَظْفَرْ بِهِ، فَهُوَ بَيْنَ الخَلْقِ مِسْكِينُ

حَتَّى دَعَتْهُ مِنَ الأَشْوَاقِ دَاعِيَةٌ ... أَضْحَى بِهَا وَهُوَ مَغْبُوطٌ وَمَفْتُونُ

وَأَبْرَقَتْ فِي نَوَاحِي الجَوِّ بَارِقَةٌ ... هَمَتْ لَهَا نَحْوَ قَلْبِي سُحْبُهُ الجُونُ

فَالسُّحْبُ سَارِيَةٌ، وَالرِّيحُ ذَارِيَةٌ ... وَالبَرْقُ مُخْتَطِفٌ، وَالمَاءُ مَسْنُونُ

وأَخْرَجَتْ كُلَّ مَا تَحْوِيهِ مِنْ حَسَنٍ ... أَرْضُ الجُسُومِ، وفَاحَ الهِنْدُ والصِّينُ[5]

فلمّا سمع السائلُ وَصْفَ حالتِه، وسجنتُ بدرَ سِرّه في دارة هالتِه، وتنبّه لما

[1] ر، ش: تدخل.

[2] ر: التجسّم.

[3] و: نورا.

[4] ر: وتلوين.

[5] إشارة إلى العطور التي هي مشهورة بها الهند والصين.

گھروں میں اُن کے دروازوں سے آیا جاتا ہے، اور بادشاہوں کے پاس اُن کے دربانوں کی اجازت سے جایا جاتا ہے۔

اور اگر میں اُس پر یہ اسرار بغیر مجاہدے کے آشکار کرتا تو اُس کا دل مختلف خیالات کا شکار ہو جاتا؛ اُس کی فکر کا راز اُسے عالم تجسیم میں لے جاتا اور اُس کے انکار کی قوت اُس کے دل کو ڈھانپ لیتی، ایسی صورت میں اُس کا نور نار اور قرار اضطراب میں بدل جاتا۔

پس صاحبِ حکمت جب اِس وصف کے حامل شخص کو حق کی طرف بلاتا ہے، اور وہ تمام مخلوقات سے کتراتا ہے؛ تو یہ مقام اُسے وارفتگی کی جانب لاتا ہے، اوہام کا خاتمہ ہوتا ہے، اور وہ اجسام سے بے خبر ہو کر مطلق فرمانبرداری میں آتا ہے، پھر اُس کے دل میں نکتہ ظاہر ہوتا ہے جو اُسے اُس کے نفس اور اُس کے رب کی پہچان کراتا ہے۔

اسی حکمت کے باعث میں نے اُس سے احتراز کیا، البتہ اسے چند (حقائق) سے روشناس کیا؛ اِس میں اُسے بتایا: کہ سلوک حق تعالی کی کشش اور پکار سے ہے، یہ حق سبحانہ کی بندے کے ساتھ خیر خواہی اور عنایت ہے، شاید وہ متنبّہ ہو اور ذہن نشین کرے۔

میرا دل تیرے ذکر سے مسرور بھی ہے اور محزون بھی، جب اسے تیری جھلک نظر آئے یا
جب تو اِس سے او جھل ہو جائے، اگر اِس کی توجہ آکاشِ کشف کی جانب بلند ہوتی تو یہ
وجد اور تکوین سے مغلوب نہ رہتا، لیکن یہ سیدھی راہ سے ایسا بھٹکا کہ اُسے پا نہ سکا، اَب یہ
مخلوق میں مسکین ہے۔ یہاں تک کہ شوق کے داعی نے اِسے پکارا، اور اِسے وہ کچھ دیا کہ
اِس پر رشک ہوا اور یہ آزمایا گیا۔ آسمان پر چاروں اُور بجلیاں چمکیں اور میرے قلب پر
ان کی برکھا برسی۔[1] گھنگور گھٹائیں اور تیز آندھی، نظر خیرہ کرنے والی برق اور بہتا پانی،
اُس نے ہر حسین شے کو ظاہر کیا، جسموں کی زمین اور ہند و چین کی پھیلیں خوشبوئیں۔

جب سوالی نے اپنی حالت کا بیان سنا، اور میں نے اُس کے ماہِ تمام کو اُسی کے ہالے کی گولائی میں گرفتار کیا، اور وہ جان گیا کہ اِس میں کیا پوشیدہ ہے، پھر میں نے اُس پر اُسی کے معانی کو آشکار

---

[1] یعنی انوار و تجلیات کا نزول ہوا۔

أُخْفِي فيه، وأبرزتُ له نبذةً من معانيه، ورأيته[١] قد أصغىٰ إليّ بكلّيّته، وخرج عن ملاحظة نفسيّته؛ صرفتُ وجهي إليه وهو فانٍ فيما أوردتُه، متعطِّشٌ[٢] للزيادة ممّا أنشدتُه، وطلب منّي الزيادة بحالِه فزدتُه.

فَمَا تَرَىٰ فَوْقَ أَرْضِ الجِسْمِ مَرْقَبَةً[٣] إِلَّا وَفِيهَا[٤] مِنَ النُّوَّارِ[٥] تَزْيِينُ

فَكُلّ مَا لَاحَ فِي الأَجْسَامِ مِنْ بِدَعٍ وَفِي السَّرَائِرِ مَعْلُومٌ وَمَوْزُونُ

وَالقَلْبُ يَلْتَذُّ فِي تَقْلِيبِ مَشْهَدِهِ بِكُلِّ وَجْهٍ مِنَ التَّزْيِينِ ضِنِّينُ

وَالجِسْمُ فُلْكٌ بِبَحْرِ الجُودِ تُزْعِجُهُ[٦] رِيحٌ مِنَ الغَرْبِ بِالأَسْرَارِ مَشْحُونُ

وَرَاكِبُ الفُلْكِ مَا دَامَتْ تُسَيِّرُهُ رِيحُ الشَّرِيعَةِ، مَحْفُوظٌ وَمَيْمُونُ

أَلْقَىٰ الرَّئِيسُ إِلَىٰ التَّوْحِيدِ مَقْدِمَهُ وَفِيهِ لِلْمَلَأِ العُلْوِيِّ تَأْمِينُ

فَلَوْ تَرَاهُ وَرِيحُ الشَّوْقِ تُزْعِجُهُ[٧] يَجْرِي، وَمَا فِيهِ تَحْرِيكٌ وَتَسْكِينُ

إِنَّ الأَوَائِلَ[٨] فِي الإِنْسَانِ مُودَعَةٌ نُورٌ وَنَارٌ وَطِينٌ[٩] فِيهِ مَسْنُونُ

وَأُودِعَ الوَصْلُ مَا بَيْنِي عَلَىٰ كَثَبٍ[١٠] وَبَيْنَ رَبِّي؛ مَفْرُوضٌ وَمَسْنُونُ

---

[١] ر، ش: ورأيت.

[٢] ر: ومتعطش. هـ: وتعطش.

[٣] المرقبة: المنظرة، وكل ما ارتفع من الأرض.

[٤] ر: وفيه.

[٥] ن: النور. النوار: الزهر.

[٦] ر: يزعجه.

[٧] ر: يزعجه.

[٨] في (حاشية ب) الأوائل: العناصر.

[٩] الترابُ المختلطُ بالماءِ.

[١٠] ب (شرح معنىٰ كثب): قُرْب. ن (في الحاشية): جمع كثيب.

کیا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی کلیت میں میری جانب متوجہ ہے، اُس نے اپنے نفس سے نظر ہٹائی؛ تو میں بھی اس کی جانب متوجہ ہوا، جبکہ وہ اُسی میں مشغول تھا جو میں نے اُسے بتایا؛ میرے اشعار میں افزونی کا طلب گار، جب اُس نے اپنے حال سے افزونی کا تقاضا کیا تو میں نے بھی اضافہ کیا:

تجھے جسم کی سرزمین سے اوپر جو جا دیکھائی دیتی ہے تو وہ پھولوں سے سجی اور سنوری ہے،

اسی طرح اجسام اور ارواح میں جو عجائبات ظاہر ہوئے، وہ معلوم اور موزون ہیں۔ قلب اپنے منظر کی تبدیلی سے لذت پاتا ہے، اور وہ زیبائش کے ہر رخ کا حریص ہے۔ جسم بحرِ سخاوت میں لدی کشتی ہے جسے اسرار والی مغربی ہوا چلاتی ہے۔ جب تک اس کشتی کو شریعت کی ہوا چلائے اِس کا مسافر حفاظت و سلامتی میں ہے۔ مانجھی (یعنی روح)[1] نے اِس کا رخ توحید کی جانب موڑا، اور اِسی میں ملأعلوی کی آمین ہے۔ کاش تو اُس کی حرکت اور سکون دیکھتا کہ شوق کی ہوا نے اُسے دھکیلا۔ انسان میں رکھے گئے عناصر یہ ہیں: نور، نار، اور وہ پانی والی مٹی جو آگ سے کھنکنے لگے۔ میرے اور میرے رب کے مابین وصلِ قربت مفروض بھی ہے اور مسنون[2] بھی۔ اگر تو تحقیق کرے تو میری تخلیق اور میرے

[1] یہاں جسم کی کشتی میں روح کا مسافر مراد ہے۔
[2] مفروض یعنی فرض اور مسنون یعنی سنت۔

فَالسِّرُّ بِاللهِ مِنْ خَلْقِي وَمِنْ خُلُقِي إِذَا تَحَقَّقْتَ، مَوْصُولٌ وَمَمْنُونُ
يَقُولُ إِنِّيَ قَلْبُ الحَقِّ[١]، فَاعْتَبِرُوا فِي أَنَّ قَلْبَ كِتَابِ اللهِ يَاسِينُ
مِنْ بَعْدِ مَا قَدْ أَتَىٰ مِنْ قَبْلِ نَفْخَتِهِ عَلَيَّ مِنْ دَهْرِهِ فِي نَشْأَتِي حِيْنُ
لَا يَعْرِفُ المَلَكُ المَعْصُومُ مَا سَبَبِي وَلَا اللَّعِينُ الَّذِي يُنْكِيهِ تِنِّيْنُ[٢]
لَمَّا تَسَتَّرْتُ عَنْ صِلْصَالِ مَمْلَكَتِي أَخْفَانِي عَنْ عِلْمِهِ فِي عَيْنِهِ[٣] الطِّينُ
فَكَانَ يَحْجُبُهُ عَنِّي وَعَنْ صِفَتِي غَيْمُ العَمَىٰ وَأَنَا فِي الغَيْبِ مَخْزُونُ
فَعِنْدَمَا قُمْتُ فِيهِ صَارَ مُفْتَخِرًا يَمْشِي الهُوَيْنَىٰ وَفِي أَعْطَافِهِ[٤] لِيْنُ
لَمَّا سَرَىٰ القَلْبُ لِلْأَعْلَىٰ وَجَازَ عَلَىٰ عَدْنٍ، وَغَازَلَهُ حُورٌ بِهَا عِيْنُ
غَضَّ الجُفُونَ وَلَمْ يُثْنِ العِنَانَ[٥] لَهَا لَمَّا مَضَىٰ عَنْ هَوَاهُ القَرْضُ[٦] وَالدَّيْنُ
فَعِنْدَمَا قَامَ فَوْقَ العَرْشِ بَايَعَهُ اللَّوْحُ وَالقَلَمُ العَلَّامُ وَالنُّونُ
فَلَوْ تَرَاهُ وَقَدْ أَخْفَىٰ حَقِيقَتَهُ لَهُ فُوَيْقَ اسْتِوَاءِ الحَقِّ تَمْكِينُ
فَإِنْ تَجَلَّىٰ إِلَىٰ كَوْنٍ بِحِكْمَتِهِ لَهُ عَلَىٰ ظَهْرِ ذَاكَ الكَوْنِ تَعْيِينُ
فَلَا يَزَالُ لِمَزْجِ المُلْقِيَاتِ بِهِ يَقُولُ لِلْكَائِنَاتِ فِي الوَرَىٰ كُونُوا
فَكُلُّ قَلْبٍ سَهَا عَنْ سِرِّ حِكْمَتِهِ فِي كُلِّ كَوْنٍ فَذَاكَ القَلْبُ مَغْبُونُ

---

[١] أي سر الحق.

[٢] ينكيه: يهزمه. المقصود بالشهب التي تنزل على الجان إذا استرقوا السمع.

[٣] ر، ش: غيبه. وقال اللعين: ﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ﴾ [ص:٧٦]

[٤] أعطافه: جوانبه. ش: أعطائه.

[٥] ش: العيان.

[٦] و، ش، س، هـ: الفرض.

اخلاق کا راز اللہ سے موصول بھی ہے اور ممدود بھی۔ وہ (راز) کہتا ہے: میں سرِّ حق ہوں، جبکہ اس بات پر بھی غور کر کہ کتاب اللہ کا قلب (سورہ) یسین ہے۔ مجھ پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جب میں اس کے روح پھونکنے سے قبل اپنی نشأت میں تھا۔ نہ تو معصوم فرشتہ میرے سبب سے آگاہ ہے اور نہ ہی وہ لعین جسے آسمان سے مار پڑتی ہے۔[1] جب میں اپنی مملکت کی کھنکتی مٹی میں چھپ گیا تو اِس مٹی نے میری حقیقت کو اُس (لعین) کے علم سے چھپایا۔[2] پس تاریک بادلوں نے اُسے مجھ سے اور میری صفت سے محجوب رکھا، جبکہ میں غیب کے ذخیروں میں تھا۔ اور جب میں غیب میں تھا تو وہ فخر کرنے لگا اور تکبر سے مٹک مٹک کر چلنے لگا۔ جب قلب معراج کو گیا اور عدن سے اس کا گزر ہوا، تو بڑی آنکھوں والی حور نے اُسے لبھایا۔ اس نے آنکھیں جھکا لیں اور اُن کی جانب ملتفت نہ ہوا کہ وہ اپنی خواہش نیچے چھوڑ آیا تھا۔ اور جب عرش پر پہنچا تو لوح، علم والے قلم اور نون (یعنی دوات) نے اُس کی بیعت کی۔ کاش تو اُسے (یعنی قلب کو) دیکھتا کہ اُس نے اپنی حقیقت چھپائی، اور وہ اوپری جانب استوائے حق پر متمکّن ہوا۔ اگر وہ اپنی حکمت سے کسی موجود پر تجلی ڈالے تو اُس کی اِس (موجود) کے ظہور پر علامات ہیں۔ پس وہ ہمیشہ اپنی اِن تجلیات میں موجودات کو کُن کہتا جاتا ہے۔ اور موجودات میں ہر وہ قلب جو اِس حکمت کے راز سے غافل ہے تو ایسا قلب فریب خوردہ ہے۔ اور جان کہ تو اُس وقت تک اللہ کو

---

[1] یعنی وہ لعین جن جو آسمانوں میں کان لگانے کے لیے بیٹھتے ہیں تو شہابیے ان کے تعاقب میں ہوتے ہیں۔

[2] اور شیطان نے اعتراض کیا میں اس سے بہتر ہوں کہ اس کی تخلیق مٹی سے جبکہ میری آگ سے ہے۔

فَاعْلَمْ[١] بِأَنَّكَ لَا تَدْرِي[٢] الإِلَهَ إِذَا ... مَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ يَرْمُوكٌ وَصِفِّينُ[٣]

فَاعْرِفْ إِلَهَكَ مِنْ قَبْلِ المَمَاتِ فَإِنْ ... مُتَّ فَأَنْتَ عَلَى التَّقْلِيدِ مَسْجُونُ

وَإِنْ تَجَلَّيْتَ فِي شَرْقِيِّ مَشْهَدِهِ ... عِلْمًا، تَنَزَّهَ فِيكَ العَالِ وَالدُّونُ

وَلَاحَ فِي كُلِّ مَا تُخْفِي وَتُظْهِرُهُ ... مِنَ التَّكَالِيفِ تَقْبِيحٌ وَتَحْسِينُ

فَافْهَمْ -فَدَيْتُكَ- سِرَّ اللهِ فِيكَ وَلَا ... تُظْهِرْهُ؛ فَهُوَ عَنِ الأَغْيَارِ مَكْنُونُ

وَغِرْ عَلَيْهِ وَصُنْهُ مَا حَيِيتَ[٤] بِهِ[٥] ... فَالسِّرُّ مَيْتٌ بِقَلْبِ الحُرِّ مَدْفُونُ

فلمّا سَمِع منتهى القلوب، ووقف على شَرفِ الغيوب، ورأى ما حوَتهُ هذه المملكة الإنسانيّة، من الصفات الربّانيّة والأسرار الروحانيّة، جثا على ركبته، وانسلخ عن ظُلمته، وقال: إنّي أكتم السّرَّ فأوضِح الأمر؛ فقد زال النكران، وطُرد الشيطان، بعناية: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾[٦]، فَصِفِ[٧] الخبَرَ فإنّي أُسلّم، وعلّمني فإنّي أتعلّم.

قلت: فلم أزل بهذا المشهد السَّنيّ، والمقام العليّ، أغدو وأروح، في غَبُوق وصَبوح[٨]، إلى أن تمكّن الأمرُ لديّ، وحصلتِ المفاتيح الثواني بين يديّ.

فلمّا اتّصفتُ بهذا التحصيل، وهيّأني الحقُّ للتقديم، ورشّحني[٩] للتفصيل،

---

[١] م: هنا ينتهي النقص الأول بمقدار ست عشر صفحة المطبوع.

[٢] ن: + في.

[٣] أي أن تكون من أهل الفرقان.

[٤] و: ما جُبِنْتَ.

[٥] هـ: وغر عليه ولا تظهره من حمق.

[٦] [الحجر: ٤٢].

[٧] ن: وصف.

[٨] الغَبوق والصبوح: شرب العشي والصباح.

[٩] ب (شرح معناها بجانبها): وقدّمني.

نہیں جان سکتا جب تک کہ تجھ میں یرموک اور صفین نہ ہو[1]۔ لہذا موت سے پہلے اپنے اللہ کو پہچان، اور اگر تو (اسے جانے بغیر) مر گیا تو تُو تقلید کا قیدی ہو گا۔ اگر تو اُس کے شرقی منظر میں علم سے جلوہ گر ہوا، تو عالم اعلی و ادنی کی تمام موجودات تیری سیر کو آئیں گی۔ اور تو تکالیف میں جو کچھ چھپائے گا یا ظاہر کرے گا تو ان میں قبح اور حُسن ظاہر ہو گا۔ میں نے تجھے فائدہ دیا ہے، سو خود میں اللہ کا راز جان اور اِسے آشکار مت کر؛ کہ یہ اغیار سے پوشیدہ ہے۔ جب تک تو اِس (راز) کے ساتھ زندہ ہے اِسے چھپا اور اِس کی حفاظت کر؛ کیونکہ راز مانند میت ہے جو حُر کے سینے میں مدفون ہے۔

جب اُس نے قلوب کی انتہاؤں کا سنا، غیوب کی بلندیوں سے روشناس ہوا، اِس انسانی مملکت کے روحانی اسرار اور ربانی صفات کا مشاہدہ کیا، تو اپنے گھٹنوں پر جھکا اور اپنی تاریکی سے نکلا، بولا: میں راز چھپانا جانتا ہوں لہذا مجھے محرم راز بنا؛ بیشک انکار بھی زائل ہوا اور اِس عنایت سے: ﴿کہ میرے بندوں پر تیرا زور نہیں﴾ (الحجر: ۴۲) شیطان بھی دور ہوا۔ سو اب تو بتا، کہ میں ماننے کو تیار ہوں، اور مجھے سکھا کہ میں سیکھنے کا طلب گار ہوں۔

میں نے کہا: میں روز صبح و شام اِس رفیع مشہد اور عالی مقام میں آتا جاتا رہا، یہاں تک کہ یہ معاملہ میری سمجھ میں آیا، اور ثانوی کنجیاں[2] میرے ہاتھ آئیں۔

سو جب یہ مجھے حاصل ہوئیں، اور حق نے مجھے پیش وائی بخشی، تفصیل کے لیے نامزد کیا، تو

---

[1] یعنی تو اہل فرقان میں سے نہ ہو۔

[2] شیخ اکبر اپنی کتاب مفاتیح الغیب میں فرماتے ہیں: اور جان لے کہ اولین کنجیاں صرف اُسے ہی معلوم ہیں، جبکہ ہم ثانوی کنجیوں کو جانتے ہیں اور یہ اسمائے الٰہیہ ہی ہیں، انہی سے اُس نے ممکنات کے غیوب کو کھولا، اور یہ ممکنات اپنی اعیان میں ظاہر ہوئیں بعد اِس کے کہ یہ غیبی اور عدمی تھیں۔

علمتُ أنّه تعالى يريد رجوعي إلى عالم الشهادة، فقبِلته على شرط الإبقاء الحالي والزيادة، إذ لا دليل قاطع بوجود نهاية، ولا تحقُّق لأحد بغاية؛ إذ هو القائل سبحانه قول تنزيه وتمجيد: ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾[١]. فحصل للمتّصف بهذا المقام نفوذُ إرادته في مُلكه، وزيادةً ما لم تتّصف الهمّة بدركه.

فنفوذ إرادته: في قوله: ﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ﴾ لكن بشرط الوفاء بعهده. والزيادة: في تتميم الولاية بقوله سبحانه: ﴿أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ﴾.[٢]

فعند انصرافي من غير مفارقة الرفيق، إلى عالم الترقيع والتلفيق، تلقّتني حوادث الأكوان[٣] في الطريق، فعند ذلك عرفتُ من الحادثات[٤] الآنيّة والآتية[٥] ما شهِدتُه، وعلمتُ من الكائنات العلويّة والسفليّة ما وَجدتُه، وأنا الآن من ذلك الوقت إلى حين هُلكي وافتراق مُلكي في تلك الرجعة المشهديّة، بتلك الصفة الأحديّة.[٦]

---

[١] [ق: ٣٥].

[٢] [المائدة: ٥٢].

[٣] المقصود به كل يوم هو في شأن وهو شئون الحق وهي أحوال الخلق.

[٤] ن، س، هـ: الحوادث.

[٥] هـ: الأينية والأينة. س: الإِنيّة والأنيَّة. ج: الآتية.

[٦] ب (في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي): (قرأه بين) يدي، محمد بن حسن المقدسي عليّ.

میں جان گیا کہ وہ متعال مجھے عالم شہادت کی طرف لوٹانا چاہتا ہے، میں نے اس شرط پر یہ (لوٹنا) قبول کیا کہ میرا حاصل نہ صرف بر قرار رہے بلکہ اِس میں اضافہ ہو، کیونکہ اس کی انتہا کی کوئی حتمی دلیل نہیں، اور نہ کوئی اس انتہا تک پہنچ پایا؛ کہ وہ سبحانہ تنزیہ اور تمجید سے یہ کہتا ہے:
﴿اُن کے لیے وہاں وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں، اور ہمارے پاس اِس سے بڑھ کر بھی ہے﴾ (ق: ۳۵)
چنانچہ اِس مقام سے متّصف کو اپنی مملکت میں اپنے ارادے کا نفوذ حاصل ہوا، اور وہ مزید بھی کہ جو توجہ کے ذہن میں نہ آیا۔

اُس کے ارادے کا نفوذ اُس کے اس قول میں ہے: ﴿ہو سکتا ہے کہ اللہ اس پر کچھ کھولے﴾ لیکن اس کے ساتھ وعدہ وفائی کی شرط ہے۔ اور اضافہ: ولایت کے اِکمال میں اُس سبحانہ کا یہ کہنا ہے: ﴿یا اُس کے پاس سے کوئی معاملہ﴾ (المائدہ: ۵۲)

سو جب میں نے فُرقتِ رفیق کے بغیر عالم شہادت کی طرف کوچ کیا، تو راستے میں حوادث کائنات سے میرا سامنا ہوا، میں نے اُس وقت حال اور مستقبل کے حوادث میں سے جنہیں دیکھا انہیں جانا، اور عُلوی اور سُفلی کائنات میں سے جنہیں پایا اُنہیں معلوم کیا، میں اُس وقت سے لے کر اب تک، اور اپنی موت یعنی (جسمانی) مملکت سے جدائی تک اِسی رجوع والے مشاہدے اور احدیت والی صفت پر ہوں گا۔

ومن ذلك:
هدهدٌ أمين، جاء بنبأٍ يقين،
وقد تجسّد بثلاثةِ أنوار، وأغطيةِ أسرار[١]

وممّن سلّم عليّ من أُفقه، وأظهر لي بعض خُلقه؛ كوكب الأفول في رداء المِقه[٢]، وقمرُه[٣] بازغا في حلّة الهداية المشرقة. فأعطى كلَّ نور حقيقتَه، وأوضح لنا طريقتَه. ثمّ تلاهما الشمس الأكبر والنور الأزهر الذي يجلو السُّدَف، ويُنير الغُرَف، ويزيل الكُلَف، وهو التجلّي المثالي، والنور الرسالي[٤]، فسلَّم ثمّ أفَل في مغرب المعمّى، حتى يصل الأجلُ المسمّى. فإذا دنا الأجلُ واقترب؛ طلع هاديا من حيث غَرَب. وهذا هو شمس التوجيه، ومقام التنزيه؛ بأفوله يزول الإشراك، وتنحلُّ عُقَد[٥] الأشراك؛ فيفلت صيدُها، ويرتفع كيدُها.

وهذا الأفول كلّه على قسمين، لذي عينين: فإن جُعِل أفولَها في قلبه، فهو على نور[٦] من ربّه في عالم غيبِه، فبقي له نور تربه[٧]، ويكون له نور على نور، وسرور واردٌ

---

[١] ر: وأسرار. النور الأول والسر الأول: في غياب الهدهد. والنور الثاني والسر الثاني: إيمان بلقيس. والنور الثالث والسر الثالث: إني ألقي إلي كتاب كريم من الهدهد. وهو المقصود به الواردات الرحمانية المنزلة.

[٢] ب، م، ج (شرح معناها بجانبها): المحبّة.

[٣] ع، و: وكوكبه.

[٤] في سائر النسخ ما عدا م: الإرسالي.

[٥] ع، ج، هـ: عقدة.

[٦] هـ: بينة.

[٧] س، ج: قربه. ش: نزه به.

اور اسی (کتاب) میں ہے:
دیانت دار ہُدہُد جو یقینی خبر لایا،
جو تین انوار[1] میں متجسّد ہوا اور اسرار کے پردے میں سمایا

جس نے اپنے افق سے مجھے سلام کیا، اور مجھے پر اپنے بعض اخلاق کا اظہار کیا؛ محبت کی چادر میں ڈوبتا ستارہ، اور روشن ہدایت میں ملبوس اُس کا چمکتا چاند۔ ہر نور نے اپنی حقیقت دی اور ہم پر اپنی راہ واضح کی۔ پھر ان دونوں کے بعد شمس اکبر اور نورِ ازہر آیا؛ وہ جو اندھیرے مٹاتا، اُجالے پھیلاتا اور تکلیفیں دور کرتا ہے، یہ مثالی تجلی اور پیامبری والا نور[2] ہے۔ اُس نے بھی سلام کیا اور پھر بے نور دھندلی مغرب میں ڈوب گیا، یہاں تک کہ مقررہ وقت آن پہنچے۔ پھر جب وہ وقت قریب ہو گا؛ تو یہ راہ نما بن کر وہیں سے طلوع ہو گا جہاں ڈوبا۔ یہ ہے ارشاد کا سورج اور تنزیہ والا مقام؛ اِس کے ڈوبنے سے شرک زائل ہو گا، اغیار کا دام تحلیل ہو گا؛ کہ اِن کے شکار کو نجات ملے گی اور ان کی چال کھل جائے گی۔

ہر بینا کے لیے یہ ڈوبنا دو طرح سے ہے: اگر تو یہ ڈوبنا اس کے دل میں ہوا، تو وہ اپنے غیب کے عالم میں اپنے رب کے نور پر ہے، اَب اس کے لیے اُس کی نشأت کا نور باقی ہے، یہ اُس کے لیے نور علی نور اور سرور پَر سرور ہو گا۔ لیکن اگر اِس ڈوبنے سے وہ روشن جگہ (یعنی قلب) بھی

---

[1] پہلا نور اور پہلا راز: ہدہد کے غائب ہونے میں ہے۔ دوسرا نور اور دوسرا راز بلقیس کا ایمان ہے۔ تیسرا نور اور تیسرا راز یہ ہے: میری طرف ایک عزت والا پیغام بھیجا گیا۔ اس سے مراد واردات رحمانی ہیں۔

[2] یعنی الہام والے پیامبر کا نور ہے۔

على سرور. وإن أظلَم المحلُّ الأضوأَ عند أُفولها، فهو معرّى من صفات مفيلها[١]، قد غرق في بحرِ الذاتِ الأقدسيّة، متجرّدا عن أثوابِ صفاتها المعنويّة. فانظر إلى هذا السِّرّ السَّنِيّ ما أعجبه، وإلى هذا الذوق الشهيّ ما أعذبه!

وبقيتُ مع هذا النور الشمسي في مقامه الأقدسي، أناجيه أعوامًا، وليالي قمريّة وأيّامًا، وقد أوضح الله لنا العلامة، بأنّه خاتم الإمامة[٢]، أعني الإمامة[٣] المحمّديّة الجزئيّة، لا الإمامة المطلَقة الكلّيّة. فمَن فهِم فليعلم، ومَن جهِل فليقرع الباب وليلزم، ما دَام هذا النور ثابتا في أُفُقِه، قبل أفوله في حَقِّه. فتحقّقتَ ما لديه، وعلمتَ ما جعل الحقُّ من الأسرار في يديه.

---

[١] س، هـ: مقيلها.

[٢] هـ: بأنه خاتم الولاية وصاحب الإمامة.

[٣] ب: تعبير "أعني الإمامة" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

تاریک ہوا، تو وہ اِس کو ڈبونے والے کی صفات سے عاری ہے[1]، وہ قدسی ذات کے سمندر میں غرق اور اپنی معنوی صفات کے لباس سے عاری ہوا۔ اِس بلند مرتبت راز پر غور کر، یہ کس قدر عجیب ہے! اور اِس پُرمزہ ذوق پر کہ یہ کتنا شیریں ہے!

میں اِس شمسی نور کے ساتھ اِس کے قدسی مقام میں ٹھہرا رہا، چاندنی راتوں اور (روشن) دنوں میں برسوں اُس سے مناجات کرتا رہا، پھر اللہ نے ہم پر نشانی واضح کی کہ یہی (نور) خاتم امامت ہے، یعنی "جزوی محمدی امامت" (کا خاتم) نہ کہ کلی مطلق امامت کا۔ اب جو سمجھ گیا وہ جان لے، اور جو نہ سمجھا تو وہ در کھٹکھٹائے اور تھام لے، جب تک یہ نور اپنے افق پر ثابت ہے، اور جب تک یہ اُس کے لیے ڈوب نہیں جاتا۔ تاکہ تو بھی اس سے متحقّق ہو جو اس (نور) کے پاس ہے اور تو جانے کہ حق نے اُس کے ہاتھ کیا اسرار تھمائے۔

---

[1] یعنی صفات حق سے عاری ہے۔

ومن ذلك:
رَحيقٌ مختومٌ، مِزَاجهُ تَسْنِيمٌ

إلى أن دخل عام خمسة وتسعين ونصف اليوم،(٧) وانجلى عن الشمس ظلام الغيم، وأنا على حالتي في رجوعي المذكور، بعَلَمِي المشهور وعِلمي المستور، في غلائل النور[١]. وإنما كان هذا الرَّحيق بالمسك مختوما، وكان مزاجه تسنيما؛ لأنّه تابع متبوع، وسامِع مسموع، وستأتي الإشارة إليه مِن بَعد، ويكون له الوعيد والوعد.

فلمّا دخل العام المذكور، ومضت منه ثلاثة شهور، تلقّاني - عند فراقي لهذه الشمس المغربيّة، وتركي لها في العِصابة اليثربيّة[٢] - الختمُ برحيقه، وأَوضح لي التسنيمُ مزاجَ طريقه.[٣] فرأيتُ ختم أولياءِ الله الحقّ، في مقعد الإمامة الإحاطيّة والصدق. فكشف لي عن سرّ محتَدِه، وأُمِرتُ بتقبيل يده. ورأيته متدلّيا على الصدّيق والفاروق، متدانيا من الصادق المصدوق، محاذيا له من جهة الأُذن، قد ألقى السمع لتلقّي الإِذن، ولواءُ تَقدُّمِه منشور، وخاتَمَاه[٤] نور على نور. فكان له في ذلك الجمع الظهور، ومَن عداه فيه كلابسِ ثَوْبَيْ زور. والشمس البيتيّة قد قَبّلتْ يدَهُ مِثلي، ولحَظَتْها، فقال الختم: هي من أهلي.

---

[١] المراد بغلائل النور هي شريعة محمد صلى الله عليه وسلم ورسالته.

[٢] هم الذين لا حال لهم ولامقام بقوله تعالى: يا أهل يثرب لا مقام لكم.

[٣] أي المشرب المحمدي.

[٤] ن، هـ: وخاتمه. أي خاتم الولاية العامة وخاتم الولاية المحمدية.

اور اس میں ہے:
وہ سربمہر خالص شراب جس میں آبِ جنت کی آمیزش ہے

پھر جب سن پانچ سو پچانویں (ہجری) کا آغاز ہوا، اور اِس سورج سے تاریکی کے بادل چھٹے، اُس وقت میں اپنی مشہور علامت اور اپنے مستور علم پر نور کے ادراکات میں اپنے رجوع کی اِس مذکورہ حالت پر تھا۔ اور مشک سے مہر بند اس شراب میں آبِ جنت کی آمیزش تھی؛ کیونکہ آپ (یعنی ختم ولایت) تابع بھی ہے اور متبوع بھی، سامع بھی ہے اور مسموع بھی، اِس جانب بعد میں اشارہ آئے گا، اور آپ کے لیے وعید اور وعد دونوں ہیں۔

جب یہ مذکورہ سال آیا، اور اِس کے تین ماہ بیتے، تو اِس مغربی شمس سے جدائی اور یثربی جماعت[1] کے لیے اِسے ترک کرنے پر "ختم" نے میرا استقبال اپنی شراب طہور سے کیا، اور تسنیم نے مجھ پر اُس کی راہ کا مزاج واضح کیا۔[2] پس میں نے اولیا اللہ الحق کے ختم کو احاطی امامت اور صدق والی نشست پر دیکھا۔ آپ نے مجھے اپنی حقیقت سے آگاہ کیا، پھر مجھے آپ کی دست بوسی کا کہا گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صدیق (اکبر) اور فاروق (اعظم) کی جانب نزول کر رہے ہیں، اور الصادق المصدوق (نبی ﷺ) کے قریب ہو رہے ہیں، کان کی جہت سے آپ کے مقابل ہیں، اور اذن پانے کے لیے کان لگائے کھڑے ہیں۔ اور (نبی ﷺ) کی سبقت والا عَلَم لہرا رہا ہے، اور آپؐ کے دونوں ختم "نورٌ علی نور" ہیں۔ آپ کا ظہور اِس جماعت میں ہے، اور اِس میں آپ کے سوا کوئی اس منصب پر نہیں۔[3] اسی طرح "شمسِ بیتی"[4] نے بھی میری طرح آپ کے

---

[1] اس آیت کی طرف اشارہ ہے: اے اہل یثرب تمہارا کوئی مقام نہیں۔

[2] یہاں مراد مشربِ محمدی ہے۔

[3] یعنی اس جماعت میں آپ ہی ختم ولایت ہیں دوسرا کوئی نہیں۔

[4] شمس بیتی سے یہاں مراد امام مہدی ہیں۔

ثمّ نازعني الحديث، وتغنّينا بالقديم والحديث[1] - والساقي يحثّ المُدامة، ويبدأ بساق عرشِ الإمامة -، وهو ينعطف عليَّ عطفة نشوان، ويغازلني مغازلة هيمان، ويقول: رَدِّني بِرِداء الكتم؛ فإنّي أنا الختم؛ لا وليَّ بعدي ولا حامل لعهدي؛ بفقدي تذهب الدوَل، وتلتحق[2] الأخريات بالأُوَل.

وَكَانَ مَا كَانَ مِمَّا لَسْتُ أَذْكُرُهُ فَظُنَّ خَيْرًا وَلَا تَسْأَلْ عَنِ الخَبَرِ

ولمّا تناجتِ القلوبُ بأسرارها، وطلعتْ شموس الغيوب من سماء أنوارها، وأخذ المجلس حدَّه، ودخل أبو العبّاس وصاحبه[3] عنده؛ انصرفتُ متحقِّقًا بما عرفتُ، ولم تبق نكتةٌ نادرةٌ إلّا على باب حضرتي واردة وصادرة، ولولا عهد الغيرة ما أُخِذ، ودخيل الإفشاء الذي نُبِذ، لأبرزناه لكم في حُلّتِه وبنيته، ولكن سأجعله لكم وراء كِلّتِه بحليته[4]؛ فمن اجترأ ورفع سِتره، رأى سِرّه.

وهكذا أفعله في شمس غربِنا، أُظهِرها لكم من وراء قلبِنا، في حجاب غيبِنا. فمن كان ذا كشف عُلوي، وعزم قوي، شَقَّ عن قلبي حتى يرى فيه شمسَ ربّي: فمَن امتطى عتيق الإفشاء طُلِبَ ولُحِق، ومَن نزل عن مَتْنِه إلى ذلول الكتم نجا والتحق، إلّا إن كان كما أفعله وفَعله مَن قبلي؛[5] خفي رَمْز، ودَرْج معنى في معمّى ولغْز.

---

[1] ر: وبالحديث.

[2] ش: ويلحق. م، ر، س، هـ: وتلحق.

[3] أبو العباس: كنية الخضر. وصاحبه هو إلياس. وكان الشيخ قد أشار إليه في الفتوحات المكية (١/ ٥٦٠) بقوله عن أسرار الاشتراك بين الشريعتين: "... وهذا مقام ختم الأولياء. ومن رجاله اليوم خضر وإلياس".

[4] ر: فجليته.

[5] ن: + من.

ہاتھ چومے، جب میں نے انہیں دیکھا تو ختم نے کہا: یہ میرے اہل میں سے ہے۔

پھر ہماری بات چیت چلی اور ہم نے قدیم اور حدیث کے گن گائے،۔ساقی شراب ڈال رہا تھا، اُس نے تختِ امامت کے پائے سے ابتدا کی۔وہ میری طرف ایسے مائل تھا جیسے کوئی پہلی بار کا مدہوش ہو، اور مجھ سے ایسے اظہارِ محبت کیا جیسے کوئی صدا کا عاشق ہو، بولا: مجھے کملی میں چھپا لے کہ میں ہی "ختم" ہوں؛ میرے بعد کوئی ولی میری جگہ نہیں لے سکتا، میرے جانے سے دنیا کا جانا، اور انجام کا آغاز کو پانا ہے۔

اور وہاں وہ کچھ بھی ہوا جس کا میں نے ذکر نہ کیا، اب اچھے کا گمان کر اور یہ نہ پوچھ کہ کیا ہوا؟

جب دلوں نے دلوں کے بھید دلوں ٹٹولے، اور غیوب کے سورج اپنے انوار کے آسمانوں سے طلوع ہوئے، محفل جمی اور جب ابو العباس اور ان کے ساتھی[1] آن پہنچے؛ تو میں اس معرفت کو متحقّق کر کے چلا جو مجھے حاصل ہوئی، اب کوئی ایسا نادر نکتہ باقی نہ رہا جس کا گزر میری حاضرت کے دروازے سے نہ ہوا، اگر عہدِ غیرت نہ ہوتا، حُرمتِ افشا اور اِس پر سزا نہ ہوتی، تو ہم تیرے سامنے انہیں شان و شوکت سے ظاہر کرتے، لیکن میں انہیں ایک باریک پردے کے پیچھے سے تجھ تک لاؤں گا؛ کہ جو جرات کر کے یہ پردہ اٹھائے تو اِنہیں سامنے پائے۔

اپنے "مغربی شمس" کے ساتھ بھی میں ایسا ہی کروں گا، کہ اپنے دل کی اوٹ میں اسے چھپاؤں گا اور اپنے غیب کے حجاب سے اِسے تمہارے سامنے لاؤں گا۔ پس جو عُلوی کشف اور قوی عزم والا ہو گا تو وہ میرے دل کو چیر کر میرے رب کا شمس دیکھ لے گا، اور جو اس راز کو افشا کرے گا تو اُس سے پوچھ کچھ بھی ہو گی، اور جو اِس سواری سے اتر کر پنہانی کی ذلت میں آیا تو اس نے نجات پائی، ہاں اگر وہ بھی وہی کچھ کرے جو میں نے کیا، یا مجھ سے پہلے والوں نے کیا؛ کہ رمزاً بات کرے اور معنی کو معمہ اور لُغز میں چھپائے۔

[1] ابو العباس حضرت خضر کی کنیت ہے، اور ان کے ساتھی سے مراد حضرت الیاس ہیں۔

ومن ذلك البحر المتقدّم المذكور، إرخاءُ[1] الستور على البدور

ولمّا دخل شهرُ ميلاد النبيّ محمد - عليه السلام، - بَعث إليّ سبحانه رسولَ الإلهام، وهو الوحي الذي أبقاه علينا، والخطابُ الذي جعل منه إلينا، ثمّ أردفه بمبشّرة سَاطعة، في روضة يانعة، يأمرني فيها بوضع هذا الكتاب المكنون، والسّرّ المصون المخزون، وسمّاه لي بـ "كتاب الكشف والكتم، في معرفة الخليفة والختم". فراجعتُ الملَك في هذه العلامة، فقال: أيّها الفتىٰ؛ مه! ثمّ عاد إليّ وما رحل، وفَرَش المحلّ الأقدس ونزل، وقال: الحضرةُ قد وَسَمَتْه بكتاب: "سدرة المنتهىٰ وسرّ الأنبياء، في معرفة الخليفة وختم الأولياء"، فقلت: إنّي لأجد في نفسي لهذه السِّمة نكتة، فلا تعجل عليّ ولا تأخذني[2] بغتة. فقال: إنّي أستحي، فقلت: ربّي الذي يُميت ويُحيي.

فلمّا كان يوم الجمعة، والخطيب علىٰ أعوادِه، يدعو قلوبَ أولياءِ الله إليه وعِباده، إذ وجدتُ بَرْدَ كفِّ الجذبِ من حضرة القُرب، فتلقّيتُ للغفلة الكلمات، وتوفّرتْ دواعي القلب لما يَرِد عليه من السّمات. فإذا الخِطاب الأَنفَس، من المقام الأَقْدَس: هل تقنع أيّها الخطيب المُغْرِب[3]، والمنتقِد المُعْجِب، بـ"عنقاء مُغْرِب في معرفة[4] ختم الأولياء وشمس المغرب، ونكتة سرّ الشفا في القرن اللاحق بقرن المصطفىٰ"!

---

[1] م: وإرخاء.

[2] ر: تأخذ.

[3] س: بلغ المقابلة.

[4] ن، ع، و: - في معرفة.

(کتاب کا الہام) اس متقدم مذکور سمندر میں ماہِ تماموں پر پردے ڈالنا

پھر جب میلادِ مصطفی علیہ السلام کا مہینہ آیا، تو حق سبحانہ نے میری جانب الہام کا ایلچی بھجوایا، یہ وحی (کی وہی صورت) ہے جو اُس نے ہمارے لیے باقی رکھی، وہ خطاب جو اُس نے ہم سے کیا، پھراِس کے بعد اُس نے سرسبز وشاداب باغ (یعنی قلب) میں واضح بشارت دی، جس میں مجھے اِس مخفی کتاب، اور محفوظ و مخزون راز کی نوک پلک سنوارنے کا حکم ہوا، میرے لیے اِس کا نام یہ رکھا: "کتابِ اظہار واِخفا، در معرفتِ ختم و خلیفہ" میں نے فرشتے سے اِس علامت کا پوچھا، تو وہ بولا: اے جوان! خاموش رہ، پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا، اِس پاک جگہ (یعنی قلب) کو ٹھیک کیا، اِس میں داخل ہوا اور بولا: حاضرت نے اِس کتاب کی علامت یہ بنائی ہے: "سدرۃ المنتہی اور سرِّ انبیا، دَر معرفت خلیفہ وختم الاولیا" میں نے کہا: اِس نام کے بارے میرے دل میں ایک نکتہ ہے، لہذا جلد بازی سے کام مت لے اور نہ ہی مجھے ناگہاں پکڑ۔ وہ بولا: مجھے حیا آتی ہے، میں نے کہا: میرا رب ہی موت و زندگی دیتا ہے۔

پھر بروزِ جمعہ جب خطیب منبر پر جلوہ افروز تھا، اللہ کے دوستوں اور اُس کے بندوں کے دلوں کو اللہ کی جانب بلا رہا تھا، عین اُسی وقت میں نے حاضرتِ قرب سے جذب والی ہتھیلی کی ٹھنڈک محسوس کی اور اِس بے دھیانی میں چند کلمات اخذ کیے، اور میرے دل کے تاثرات ان علامات کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ پاک مقام سے ایک نفیس خطاب تھا: اے متعجّب خطیب اور متحیّر ناقد! کیا تو اِس نام سے راضی ہے: "عنقاء مُغرِب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب، ونكتة سرّ الشفا في القرن اللاحق بقرن المصطفیٰ"!

وصل

وهذه الإشاراتُ كلّها راجعةٌ إلى النسخة الصغرى لا إلى النسخة الكبرى. فقد بيّنتُ لك آنفا أنّه لا فائدة في معرفة ما خَرَجَ عن ذاتك، إلّا أن يتعلّق به سبيلُ نجاتك.

فشمس المغرب: ما طلع في عالم غيبِك من أنوار العلوم، وتجلّى إلى قلبك من أسرار الخصوص والعموم. كما أنّ الختم: ما خُتِم به على مقامك عند منتهى مُقامك. وكذلك إذا كنتَ في زمانك الخاص بك بين إخوانك على ما كان عليه مَن تَقدّم من صحابة النبيّ[1] مِن العمل السَّنِيّ، والتجلّي العلي[2]، فقد لَحِق زمانُك بزمانهم[3]، وصِرتَ من جملة أقرانهم.

---

[1] م: + صلى الله عليه وسلم.

[2] ن: القلبي.

[3] ر، ش: زمانهم.

وصل

یہ تمام اشارات تو نسخۂ صغری (یعنی انسان) کی جانب لوٹتے ہیں، نہ کہ نسخۂ کبری (یعنی کائنات) کی جانب۔ میں تجھے پہلے بھی بتا چکا کہ اُس معرفت کا کوئی فائدہ نہیں جو تیری ذات سے خارج ہے؛ ہاں اگر اس کا تعلق تیری نجات سے ہے۔

پس "شمس مغرب": تیرے غیبی عالم میں علوم کے انوار کا طلوع ہونا، تیرے قلب پر خصوص اور عموم کے اسرار کی تجلی ہے۔ جیسا کہ "ختم" وہ مُہر ہے جو تیرے آخری مقام کا تعین کرے۔ اِسی طرح اگر تو اپنے دور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُس صورت پر ہو گا جیسا کہ اصحابِ نبی ارفع عمل اور اعلی تجلی پر تھے، تو پھر تُو اپنے دور میں اُن کا دور پائے گا اور اُن کے جملہ ساتھیوں میں ہو جائے گا۔

ومن ذلك:
رَفْعُ سِتْر، ومجاهَدةُ بِكْر

ولمّا نَصَّ[١] ما ذكرتُه، ووردَ عليّ بما سَطَّرتُه، قال: هل رأيتَ يا محمد هذه الإشارة، في تأخُّر الوزارة[٢]، عن الأمير في وقت الإمارة؛ لولا خلافة الصدّيق، لرجع الناس عن الطريق، لِعدم الكشف ومعرفة الصَّرْف، وهل الخليفة إلّا بعد ثبوت المستخلِف، ولهذا توقَّفَ المجادِل المتعسِّف! قل له يا محمد: هيهات يا إنسان؛ ما لا بدّ من كَوْنِه، فكأنّه قد كان وكان، لكنّه غير موجود في عالم التغيير والحدْثان، وإنّما الحكمةُ أخَرَتْه لِسرّ أضمرَتْه، سيظهر ذلك السّرُّ في أوانه، وحلول زمانه.

فشمس المغرب دون رتبة الصدّيق فعليك[٣] بالكتم، كما أنّ الصدّيق فمَن دونه تحت لواء الختم. وذلك أنّ أنوار الغيوب الساطعة في القلوب، التي كنينا عنها، قد ينالها مَن ليس بصدّيق أكبر، ولا له ذلك المقام الأخطر[٤]، بل قد ينالها الممكور به المستدرَج المغبون، وسرّ هذا في قوله تعالى[٥]: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾[٦]. والصدّيقيّة لا ينالها إلّا أهل الولاية، ومَن كان له عند الله أزلًا سابق عناية، وهي السبيل في نجاة[٧] مَن اتّصف بها، وتمذهب بمذهبها. فلهذا جعلنا الشمس

---

[١] م (رسم الكلمة): يض.

[٢] أي تأخر مرتبة الوزارة عن مرتبة الأمير.

[٣] و: فعليكم.

[٤] ن، ع: + الأزهر. المقام الأخطر: هو مقام بين السلامة والتلف.

[٥] ن: – وسرّ هذا في قوله تعالى. ع، ج، ر، ش، س: – تعالى. هـ: في قوله سبحانه وتعالى.

[٦] [الأعراف: ١٨٢].

[٧] ن: – في نجاة.

اور اسی میں ہے:
پردہ کشائی اور نفس کا مجاہدہ

جب اُس نے وہ کہا جو میں نے ذکر کیا، اور مجھ پر وہ وارد ہوا جو میں نے تحریر کیا، تو وہ (فرشتہ الہام) بولا: اے محمد! کیا تو نے اِس اشارے پر غور کیا، کہ مرتبۂ وزارت امیر کے مرتبۂ امارت سے نیچے کیوں ہے؟ اگر صدّیق کی خلافت نہ ہوتی تو لوگ راہ سے لوٹ جاتے، کہ پھر کشف اور کھری معرفت نہ ہوتی، اور کیا خلیفہ، خلیفہ مقرر کرنے والے کے اقرار سے نہیں؟ اِسی لیے جھگڑالو اور مفسد نے اِس (کی بیعت) میں توقف کیا۔ اے محمد! اُس سے کہہ دے: اے انسان تیری خرابی ہو! اور اس کا ہونا لازم ٹھہرا، گویا کہ یہ اب ہوئی کہ ہوئی، فی الوقت یہ عالم تغیر و تبدل میں منصہ شہود پر نہیں، بیشک حکمت نے ایک پوشیدہ راز کی بدولت اِسے موخر کیا، یہ راز اپنے وقت اور اپنے دور میں ظاہر ہو گا۔

شمس المغرب مرتبے میں صدیق (اکبر) سے نیچے ہے؛ لہٰذا اِسے چھپا، جیسا کہ صدیق اور آپ سے نیچے سب "ختم" کے پرچم تلے ہیں۔ وہ اِس لیے کہ قلوب پر چھائے غیوب کے وہ انوار جن کی جانب ہم نے کنایہ کیا، انہیں وہ بھی پا سکتا ہے جو صدیق اکبر نہیں، اور جسے یہ مقام بلند حاصل نہیں، بلکہ یہ (انوار) تو کوئی مکر کا مارا، مستدرج اور فریب خوردہ بھی پا سکتا ہے، اِس کا راز اُس متعال کے اِس قول میں ہے: ﴿ہم انہیں بتدریج اسی جانب لے جائیں گے جس کا انہیں علم نہیں﴾ (الاعراف: ۱۸۲) جبکہ صدیقیت تو صرف اہلِ ولایت کو ہی ملی، وہ کہ جن کے لیے اللہ کے ہاں ازلاً سابق عنایت تھی، یہ اُس کی راہِ نجات ہے جو اِس سے متّصف ہوا، اور اِس کے مذہب پر چلا۔ اِسی لیے ہم نے "شمس المغرب" کو اس سے نیچے رکھا، اور اُسے اِس کی جانب مائل کہا، جیسا

دونها، وإليها ركونها، كما أنّ الختم فوق رتبة الصدّيق؛ إذ كان الممهِّد[١] للطريق، الذي مشىٰ عليه عتيق. فالختم نبويُّ المحتِد، علويُّ المشهد؛ فلهذا جعلناه فوق الصدق كما جعله الحقّ. فالآخِذ نورَه من مشكاة النبوّة أكبر ممّن أخذه من مشكاة الصدّيقيّة، فبين التابع والصاحب ما بين الشاهد والغائب.

ولمّا[٢] صحّ أنّ الختم مقدَّم الجماعة، يوم قيام الساعة، ثبت أنّ له حشرين، وأنّه صاحب الختمين، ويشركه ذو[٣] الأجنحة في حشريه، وينفرد الختم بخاتميه.[٤]

وذو الأجنحة في الإنسان: مَن غلبتْ عليه الروحانيّة، والتحقَ بتطهير[٥] نفسه بالرتبة الملكيّة. ولا دفاع عندنا في هذا المقام ولا نزاع، وعلىٰ قدر ارتقائه فيها يكون مع صاحب مثنىٰ أو ثلاث أو رباع. فإن كان أمينَ الأرواح؛ فسيكون له ستمائة جناح، ولا حرج عليه في ذلك ولا جُناح.

وإنما سمّيناه خاتِما، وجعلناه علىٰ الأولياء حاكما؛ لأنّه يأتي يوم القيامة وفي يده اليُمنىٰ - محلِّ المُلك الأسنىٰ - خاتَم مثاليّ جسمانيّ، وفي يده اليسرىٰ - محلِّ الإمام الأسرىٰ - خاتَم نَزاليّ روحانيّ. وقد انتشر باليمين في زمرة أهل التعيين، وقد انتشر باليسار مع أهل التمكين. فقد خُصِّص بعلمين، وخوطب باسمين.[٦] فله الترؤُّس في الحافرة[٧]، والتقدّم في ولاية الآخرة. فتفطّنْ أيّها اللبيب لهذه الأسرار، واسْعَ لضياء هذه الأنوار.[٨]

---

[١] ن: المُمِدّ.

[٢] م: فلما.

[٣] ر: دون.

[٤] أي ينفرد بالخاتم الجسماني المثالي والخاتم النزالي الروحاني كما أشار الشيخ الاكبر في الفقرة التالية.

[٥] ن: بتطهر.

[٦] أي علم الشرعة وعلم الحقيقة. أي بالنبي وبالولي.

[٧] الحافرة: أول الأمر والمراد هنا الدنيا.

[٨] ب (في الحاشية): بلغ قراءة (عليه) أحسن الله (إليه).

کہ "ختم" مرتبۂ صدیق سے اوپر ہے؛ کہ یہ اُس راہ کو ہموار کرتا ہے جس پر عتیق[1] چلتا ہے۔ پس "ختم" نبوی اصل اور عُلوی مشہد والا ہے؛ اِسی لیے ہم نے اُسے صدق سے اوپر قرار دیا کہ حق نے اُسے ایسا بنایا۔ پس جو نبوت کے طاق سے نور اخذ کرے وہ اُس سے بڑھ کر ہے جو صدیقیت کے طاق سے اخذ کرے، (نور کے) تابع اور صاحبِ (نور) میں اسی قدر فرق ہے جو شاہد اور غائب میں ہے۔

جب یہ بات درست ٹھہری کہ "ختم" بروز قیامت جماعتِ (اولیا) کا سردار ہے، تو اُس کے لیے دو اجتماع بھی ثابت ہوئے، اور وہ دو مہروں والا ہوا، اور اِن دونوں اجتماعوں میں اُسے "پَروں والے" کی تائید حاصل ہوئی، اور "ختم" اپنی "دو مہروں" سے منفرد ہوا۔

انسان میں "پَروں والا" وہ ہے جس پر روحانیت کا غلبہ ہو، وہ جس نے اپنے نفس کو مرتبۂ ملکی میں پاک کیا۔ ہمارے نزدیک اِس مقام میں کوئی اختلاف اور انکار نہیں، اور اس (مقام) میں بلندی کے حساب سے وہ دو، تین اور چار پروں والے (فرشتے) کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ ارواح کا امین ہو تو اُس کے چھ سو پر ہوتے ہیں، اور اِس میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ کوئی گناہ۔

ہم نے آپ کو خاتم اور اولیا پر حاکم اِسی لیے کہا؛ کیونکہ بروز قیامت آپ ایسی صورت پر ہوں گے کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں - جو عالی مملکت کی جا ہے - مثالی جسمانی مہر ہو گی، اور آپ کے بائیں ہاتھ میں - جو کہ بائیں ہاتھ والے امام کی جا ہے - نزولی روحانی مہر ہو گی۔ دائیں سے آپ اہل تعیین کے زمرے میں آئے، اور بائیں سے اہل تمکین کے ساتھ ہوئے۔ پس آپ کو دو علموں سے نوازا گیا اور دو ناموں سے پکارا گیا۔[2] لہٰذا دنیا میں آپ کی سرداری اور آخرت میں آپ کی پیشوائی ہے۔ اے دانا! اِن اسرار پر غور کر، اور ان انوار کی ضیا[3] کے حصول میں کوشاں ہو۔

---

[1] عتیق لغوی مطلب آزاد ہے لیکن یہاں مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب آپ مقام صدیقیت پر پہنچے تو اللہ نے آپ کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔

[2] دو علم: علم شریعت اور علم حقیقت اور دو نام: نبی اور ولی۔

[3] شیخ اکبر کے بقول ضیا نور کا سایہ ہے۔

ومن ذلك:
رَهْنُ إغلاقٍ، وأخْذُ ميثاقٍ

ولمّا سمعتُ ما ذكره، وأظهرَ لعيني ما كان قبل ذلك سَتره، عزم عليّ في تقييد هذه النُّبَذ الأقدسيّة، وأخَذ عليّ العهدَ أن أُجرّدها من غلائلها السندسيّة، حتىٰ لا تتبسّم عن إغريض[1]، ولا يظهر لبرقها وميض، وقال: هو رهنٌ بيدك وقد غُلِقَ فلا تبتئس، فامسِك عليه ولا تخرجه فتفتلس.

فتوجّه الأمرُ عليّ عند ذلك في إفشاء هذا السّرّ المكتوم، والكتاب المختوم، إفشاءَ تعريضٍ لا تصريح، وإعلامَ تنبيهٍ وتلويح. ولمّا تلقّيتُ منه الأمرَ علىٰ هذا الحد، ودخلت تحت هذا العقد، لزمني الوفاء بالعهد؛ فأنا الآن أُبْدِي وأُعَرِّض تارة، و"إيّاك أعني واسمعي[2] يا جارة". وكيف أبوح بسرٍّ، أو أُبدي مكنون أمرٍ، وأنا الموصِّي به غيري، في غير ما موضعٍ من نظمي ونثري:

نَبِّهْ عَلَىٰ السِـرِّ وَلَا تُفْشِهِ   فَالبَوْحُ بِالسِـرِّ لَهُ مَقْتُ
عَلَىٰ الَّذِي يُبْدِيْهِ، فَاصْبِرْ لَهُ   وَاكْتُمْهُ حَتَّىٰ يَصِلَ الوَقْتُ

فمن كان ذا قلب وفطنة؛ شغله طلب الحكمة عن البِطْنة؛ فوقف علىٰ ما رمزناه، وفكّ المعمّىٰ[3] الذي لغزناه. ولولا الأمر الإلهي لشافهنا به[4] الوارد والصادر، وجعلناه قوتَ المقيم وزادَ المسافر، ولكن قد جفّ القلم بما سبق في القِدم. فما أشرف

---

[1] أي لا تظهر أسرارها لمن ليس أهل لها.

[2] م، ن: فاسمعي.

[3] م، ج (في الحاشية): المعنىٰ.

[4] ع، و: فيه.

اور اس میں یہ بھی ہے:
گروی اسرار کے عدم افشا کا عہد

جب میں نے اُس کی بات سنی، اور اُس نے میری آنکھ پر وہ منظر کھولا جو اِس سے پہلے اوجھل تھا، تو مجھے اِس پاک مضمون کے لکھنے پر اکسایا، اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں اِسے اِس کے سُندسی ملبوس سے نہیں نکالوں گا، تا کہ اس کے اسرار کسی نااہل پر ظاہر نہ ہوں اور نہ اُس کے انوار کی چمک دکھائی دے، بولا: یہ (اسرار) تیرے ہاتھ بند امانت ہیں، لہذا پریشان مت ہو، اِنہیں تھام لے اور ظاہر مت کر، وگرنہ تو انہیں کھو بیٹھے گا۔

پھر وہ حکم میری جانب متوجہ ہوا کہ اَب اِس پوشیدہ راز اور مہر بند کتاب کو وضاحت و صراحت کے بغیر اشارے کنایے میں ظاہر کرو۔ جب مجھے اُس کا یہ واضح حکم ملا، اور میں اِس معاہدے میں فریق بنا، تو اب مجھ پر وفائے عہد لازم ہے؛ لہذا اب میں ظاہر بھی کروں گا اور چھپاؤں بھی گا، میں اشارے کنایے میں بات کروں گا۔ میں کیسے راز افشا کر سکتا ہوں، یا کیسے پنہاں امر بتا سکتا ہوں، جبکہ میں ایک سے زائد مقام پر اپنی نظم اور نثر میں دوسروں کو یہ نصیحت کرتا آیا ہوں:

راز پر مطلع ہو پر اِسے آشکار مت کر، کہ افشائے راز ناپسندیدگی کا باعث ہے۔ اِس پر صبر کر اور اِسے چھپائے رکھ جب تک کہ اس کا وقت نہ آجائے۔

پس دانا اور سمجھ دار؛ جو شکم سیری کی بجائے حکمت کا طالب ہے، وہ ہماری رمز پر ٹھہرتا اور اُس معمے کو سلجھاتا ہے جسے ہم نے الجھایا۔ اگر حکم الٰہی نہ ہوتا تو ہم خود آنے جانے والے کو یہ سب کھول کر بتاتے، اسے مقیم کی غذا اور مسافر کا زاد بناتے، لیکن ازل میں جو ثابت تھا اُسے لکھ کر قلم خشک ہوا۔ انسان کتنا شرف والا ہے کہ اللہ نے اِسے ان موجودات کی روحانیات کی جا بنایا،

الإنسان، حيث جعله الله محلّ روحانيّات[١] هذه الأكوان، فلقد أبدع الله سلخه[٢]، حين أوجده وأكمل نسخه[٣]، والله الكفيل، ﴿وَعَلَى اللهِ قَصْدُ السَّبِيلِ.. وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ﴾.[٤]

---

[١] ن، ع، ج (في المتن): روحانية. ج (في الحاشية): روحانيات.

[٢] ر، ش: سبحانه.

[٣] س، ش: أوجده أكمل نسخة. ب، م، و، ج، ع، هـ: أوجده أكمل نسخه.

[٤] [النحل: ٩]

بیشک اللہ نے جب اِسے ایجاد کیا تو اسے بہترین صورت اور کامل ترین نسخہ بنایا، اور اللہ ہی کفیل ہے، ﴿اللہ پر ہی راہ کا بتلانا ہے، اگر اُس کی مشیت میں ہوتا تو تم سب کو ہدایت دیتا﴾ (النحل:۹)

ومن ذلك:
مَوْقِفُ اخْتِصَاصٍ، ونتِيْجةُ إِخْلَاصٍ

ولَمّا كان هذا[1] الأمرُ يدخله الصِدق والمَيْن، ولو كان عند قائله عن مشاهدة عين، لما كان يقطع بصدقه السامع؛ إلّا إن تأيّد ذلك الخبر بإعجاز قاطع، أو نور حُسنِ ظنٍّ بقلبه سَاطع. ولهذا قال الإمام أبو يزيد[2] لموسى الدَّيْبُلي(٨): "إنّ المؤمنَ بكلام أهل هذه الطريقة مجابُ الدعوة عند العَلِيّ." فقد حصل للمؤمن الصدّيق الاشتراكُ مع الصَادق، بطريق حسن الظنّ لا بالدلائل الخوارق.

ولَمّا كان الأمر عند الخلق بهذه النسبة، وحُجبوا عمّا له عند الله من عظيم النصبة،[3] أخفيناه عنهم رحمةً بهم، وجرينا معهم على مذهبهم؛ فما أظهرتِ النبوّةُ للجمهور إلّا قدر حمل عُقُولهم، خوفًا من نفورهم له وذهولهم، فيقعوا في تكذيب المخبِرِ الصادق، فتحلّ بهم لذلك مَثُلات العوائق.[4]

ثمّ جرى على هذا المهيع[5] السلفُ الصالح من الصحابة، ونزلوا من مقام الهيبة إلى مقام المزاح والدعابة؛ اقتداء بمن مازح الشيخة وذا النُّغَير(٩)، بما ظاهِره مُوهِم وباطنه خير[6]، وتستّروا بالمعاملات في الظواهر، وتكتّموا بها[7] حصل لهم من العلم

---

[1] ر: – هذا.

[2] ب: من هنا يبدأ النقص في النسخة بمقدار ست صفحات.

[3] ن: النسبة.

[4] أي يصيبهم بسبب تكذيبهم ما يعوقم عن الوصول.

[5] المهيع: الطريق الواسع.

[6] ن: خبير.

[7] ر: مما.

اور اسی میں ہے:
اختصاص کا موقف اور اخلاص کا نتیجہ

چونکہ اِس معاملے میں سچ اور جھوٹ دونوں کا دخل ہے، چاہے یہ کہنے والے کا آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن سننے والا اِس کی صداقت اُس وقت تک حتمی نہیں مان سکتا جب تک کوئی قطعی خلافِ عادت اِس بات کی تائید نہ کرے، یا اس (سامع) کے دل پر حُسنِ ظن کا غلبہ نہ ہو۔ اِسی لیے امام ابو یزید نے موسی الدیبُلی سے کہا: "بیشک اہل طریقت کی بات ماننے والا[1] متعال کے ہاں مجاب الدعوات ہوتا ہے۔" پس تابع مومن کو ۔خوش گمانی سے نہ کہ خلاف عادت دلائل سے۔ متبوع کے ساتھ اشتراک حاصل ہوا۔

چونکہ مخلوق کے ہاں معاملہ اِسی طرح سے ہے، اور وہ اللہ کے ہاں اِس (شخص) کے عظیم منصب سے محجوب ہیں، تو ہم نے اُن پر رحم کرتے ہوئے اِسے اُن سے چھپالیا، اُن کے ساتھ انہی کی زبان میں بات کی؛ عوام کے لیے نبوت اُن کی عقول کے مطابق ہی ظاہر کی گئی، کہیں یہ اِس (نبوت) سے دور ہو کر بے اعتنائی نہ برتیں، اور سچی خبر دینے والے پیامبر کی تکذیب نہ کر بیٹھیں، اور اس کے نتیجے میں رکاوٹوں کا شکار نہ ہو جائیں۔

صحابہ میں سلف الصالح بھی اسی کشادہ راہ پر چلے، کہ مقامِ ہیبت سے مقامِ مزاح اور ظرافت میں ٹھہرے؛ اُس (نبی) کی پیروی میں جو بوڑھی اور چڑیا سے کھیلنے والے سے خوش طبعی سے پیش آیا، اس (دل لگی) کا ظاہر وہم انگیز جبکہ باطن خیر محض تھا۔ ان اصحاب نے خود کو حاصل پوشیدہ علم اور اسرار کو ظاہری معاملات سے چھپایا۔ حالانکہ انہیں ۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔ ان امور کا بھی ادراک تھا جو جمہور کے پاس نہ تھے، یہ انہیں پردوں کے پیچھے سے عطا ہوئے، ابو

---

[1] چونکہ ایمان قول اور عمل ہے سو اہل طریقت کی بات پر ایمان اور اس پر عمل کرنے والا مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔

المصون والسرائر. وإن كان قد نَبّهوا - رضوان الله عليهم - على أمور ليست عند الجمهور، خوطبوا بها من وراء الستور، فقال أبو هريرة: "لو بثثته قُطع[١] منّي هذا البلعوم"، وقال ابن عبّاس: "لو فسّرتُه لكنت بينكم الكافرَ المرجوم"، لمّا رأوا أنّ حقائق الغيوب، فوق مراتب بعض القلوب، فأخذوا الأمر من فوق، معرفة مشاهدة وذوق؛ وورثًا نبويًا محفوظًا، ومقاما عُلويًا ملحوظًا، إذ أشار في إنبائه، لما لقيه ليلة إسرائه، من تحصيل علم أُخذ عليه كَتْمُه، لمّا عَسُر على غيره فهمُه.

ولمّا كانت هذه العلوم التي أنا واضعها في هذا المجموع وأشباهه من هذا القبيل، ومتلقّاةً من مشكاة هذا الجيل، وممّا لا تصحّ[٢] إلّا بعد مفارقة جبريل، وكلّ صنف من الملأ الأعلى وقبيل؛ لم يصحّ عندنا إذاعتُها[٣]، ولا أن يُرفع حجابُها؛ فيكشف[٤] سريرتُها. فكلّ ما أبرزناه لعين الناقد البصير إنما هو من تلقّياتِ الروح الأمين، ومن[٥] سدرة منتهى السالكين، وبعض تلقّيات التعيين[٦] والتمكين، من حضرة المناجاة بِلُغة الأُنس، لإزالة سطوة الهيبة ونزول رحمة الإنس؛ فأُظْهِر منها على قدر أبصار الناظرين، فمنهم مَن فهِم وسلّم، ومنهم مَن جال بها في ميدان المتناظرين.

---

[١] ن، ع، ج، هـ: لقطع.

[٢] ر، س، هـ: لا يصح. ن: لا تضح.

[٣] ش: إذاعها.

[٤] ج: فنكشف. م، ن: فتكشف.

[٥] ر، ش: – من.

[٦] ج: التعيّن. س: اليقين.

ہریرہ نے کہا: "اگر میں یہ (علم) پھیلا دیتا تو میرا یہ گلا گھونٹ دیا جاتا۔" اور ابن عباس نے کہا: "اگر میں اِس کی تفسیر کرتا تو میں تمہارے نزدیک کافر اور سیاہ کار ٹھہرتا۔" جب انہوں نے دیکھا کہ غیوب کے حقائق بعض قلوب کی استعدادات سے پرے ہیں، تو انہوں نے اوپر والا معاملہ لیا؛ ذوق اور مشاہدے والی معرفت؛ جو نبوت کی محفوظ وارثت اور مقبول علوی مقام ہے، کہ اِس جانب آپؐ نے اپنی خبر میں اشارہ کیا، جب شب معراج (اپنے رب) سے ملاقات کی، اور وہ علم پایا جس کے چھپانے کا آپؐ سے عہد لیا گیا، کہ دوسروں پر اِس کا سمجھنا دشوار تھا۔

چونکہ اِس مجموعے میں رکھے گئے علوم - یا اِس جیسے دیگر علوم - اِسی قسم سے ہیں، یہ اسی گروہ کے طاق سے اخذ شدہ ہیں، جو جبریل اور ملأ اعلیٰ کے ہر طبقے کی جدائی کے بعد[1] ہی درست ٹھہرتے ہیں؛ لہٰذا ہمارے نزدیک اِن کا پھیلانا - اِن پر پڑے پردے اٹھانا؛ کہ یہ نمایاں ہو جائیں - درست نہیں۔ لہٰذا میں نے دیکھنے والی ناقد چشم پر جو کچھ بھی ظاہر کیا، وہ روح الامین اور سالکین کی سدرۃ المنتہیٰ سے اخذ شدہ ہے، یہ حاضرتِ مناجات میں زبان اُنس سے تعیین اور تمکین کی چند باتیں ہیں، تاکہ ہیبت کی عظمت میں کمی آئے اور رحمتِ انسانی کا نزول ہو؛ ان اسرار میں سے بھی میں دیکھنے والوں کے حساب سے ظاہر کرتا ہوں، سو کچھ نے سمجھا اور تسلیم کیا، اور کچھ بحث و مباحثے میں لگ ہیں۔

[1] یعنی انہیں اُس مقام سے اخذ کیا جاتا ہے جہاں جبریل کی بھی رسائی نہیں۔

ومن ذلك:
موجٌ مجنون، تجرّدَ عنه لؤلؤ مكنون

ولمّا توالت[١] عليَّ الأسرار، وسطعتْ من جميع مسام نشأتي أشعّةُ الأنوار، اغتسلتُ بالماء القَراح[٢] لِسَدّ المسام، فانعكستِ الأنوارُ إلى محلّ الإلهام؛ فتبحّرتْ جداولُها وأنهارُها، واشتدّ الريحُ الغربي فتموّجتْ بحارُها، فدخل الموجُ بعضُه على بعض، وأسرع إلى ما أَبرمه المبرِم بالحلّ والنقض؛ فلا تبصر إلّا سحابا مركومًا، وموجًا مجنونا، ﴿فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾[٣] حتى ما بقي على ظهر هذا البحر فُلْك يجري، ولا ظهر في جوّه فَلَك يسري، إلى أن لطفَ المغيثُ سبحانه، فسكن من الريح ما اشتدّ، وكُسِر الموجَ بالساحل وامتدّ، فرمى بِزَبَدِه على سِيْفِه[٤]، زُبدة مخضٍ[٥] لوضيع الوقت وشريفه، ﴿قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ﴾[٦]، وحقّقوا[٧] طريقهم ومذهبهم. فذاك الزَّبَدُ[٨] قَدْرُ ما خرج من بحر قلوب العارفين على ظاهرهم إلى الخلق، ولا يعرف قدرَه إلّا صاحب ذوق.

وهذا الكتاب المحفوظ من طوارق العِلل، والمسمّى في غيابات الأزل: "عنقاء مُغْرِب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب، ونكتة سرّ الشفا في القرن اللاحق

---

[١] ن: نزلت.

[٢] الماء القراح: الماء النقي الخالص.

[٣] [النور: ٤٠].

[٤] السِّيف: الساحل.

[٥] ر، ش: محض.

[٦] [البقرة: ٦٠].

[٧] و: وحفظوا.

[٨] أي لوائح علوم الاسرار.

اور اس (کتاب) میں ہے:
ایسی چھا جانے والی موج جو پوشیدہ موتی چھوڑ گئی

جب مجھ پر اسرار کی برکھا برسی، اور میری نشأت کے ہر مسام میں انوار کی شعاعیں پھوٹیں، تو اِن مساموں کی بندش کے لیے میں بے میل پانی سے نہایا، پھر یہ انوار الہام کی جا (یعنی قلب) پر منعکس ہوئے؛ ان (انوار) کی نہریں اور دریا امڈ آئے، بچھم کی ہوا میں تیزی آئی تو ان کے سمندر متلاطم ہوئے، موجیں آپس میں ٹکرائیں، اور ان پوشیدہ اسرار کی جانب تیزی سے بڑھیں؛ پس تہہ در تہہ بادل اور چھا جانے والی موج کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا ﴿اُس عمیق بحر میں جس کی ایک موج کے اوپر دوسری موج اور اُس کے اوپر بادل تھے، یوں ایک دوسرے کے اوپر اندھیرے ہی اندھیرے تھے﴾ (النور: ۴۰) یہاں تک کہ اِس سمندر میں کوئی تیرتی کشتی، اور اِس کی فضا میں کوئی ظاہر ستارہ نہ رہا[1]، پھر اُس مددگار سبحانہ نے اپنا لطف (وانعام) کیا تو یہ طوفان تھما، یہ (بلند و بالا) لہریں ساحل سے آشنا ہو کر مٹیں، اِنہوں نے اپنا خلاصہ (یعنی جھاگ) ساحل کے حوالے کیا، ہر عارف اور غیر عارف کے لیے خالص جھاگ ﴿ہر ایک نے اپنے پینے کی جا معلوم کر لی﴾ (البقرۃ: ۶۰) اپنا راستہ اور اپنا مذہب چن لیا۔ یہی وہ خلاصہ ہے جو عارفین کے قلوب سے باہر مخلوق کی جانب آیا، اور اِس کا قدردان کوئی صاحب ذوق ہی ہوتا ہے۔

علل کے حوادث سے محفوظ یہ کتاب کہ غیاباتِ ازل میں جس کا نام: "عَنقاء مُغرِب فی معرفۃ ختم الاولیاء و شمس المغرب، ونکتۃ سر الشفافی القرن اللاحق بقرن المصطفی" ہے، اِسی خلاصے سے

---

[1] یعنی بادلوں کی تاریکی موجوں کے تلاطم اور طوفان کی شدت سے کچھ سدھائی نہ دیتا تھا۔

بقرن المصطفى" من ذلك الزَّبَدِ الذي رماه الموج، يلوح للمنفرد به الفردُ وللجامع عليه الزوجُ؛ فمن شاء فليوتر ومن شاء فليشفع، ومن شاء فليكتم ومن شاء فليشع.[١] وهذا القرن قد آن زمانُه، وقرب أوانُه، فليتأهّب المتأهِّب لحلوله، وليستغنم السعيَ لهذا النور الإلهي قبل أفوله.

لا تُحجب يا أخي؛ فإنّ القرن اللاحق بقرن المصطفى لم يزل موجودا، ما دام الإنسانُ مع ربّه سبحانه شاهدًا له والحقُّ له مشهودا. وإن كان الذي أشار إليه الشرع، وجاء به السمع، في عبارة[٢] الهرج والقتل، فذلك أوان التقدّم والفضل؛ فإنّ للعامل منهم أجر خمسين[٣] ممّن تقدَّم،(١٠) وإن كان الإمام المقدَّم، فإنّهم لا يجدون على الخير أعوانا[٤] كما وجدوا، ولا يشهدون لإمامهم عينا كما شهِدوا.

فلا شيء أقوى من إيمان غيب، إذا لم يلحق بصاحبه ريب؛ وذلك زمان الفتن، وحلول البلايا والمحن. ﴿فَأَعۡرِضۡ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ إِلَّا ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا. ذَٰلِكَ مَبۡلَغُهُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱهۡتَدَىٰ﴾.[٥]

فتأمّل هذه الإشارات في نفسك، واجتمع عليها بقلبك وحِسّك، فإنّ الزمان شديد؛ جبّاره[٦] عنيد، وشيطانه مَريد. فَانْسَلِخ منهم[٧] انسلاخَ النهار من الليل، وإلّا فقد لحقتَ بأصحاب الثبور والويل. وقد نصحتُك فاعلم، وأوضحتُ لك السبيل فالزم.

---

[١] ن، ج، هـ: فليشنع. ر، و، س: فليشفع.

[٢] ن، ج، ش، ع، ر، و: عبادة.

[٣] م، ر، هـ، ش، س: سبعين.

[٤] ر في الحاشية: بلغ مقابلة وقرأة لمحمد بن إسحاق على شيخه رضي الله عنه.

[٥] [النجم: ٢٩، ٣٠].

[٦] م: جاره.

[٧] ر: منها.

ہے جو موجوں نے ساحل کے حوالے کیا، یہ فرد پر فرداً اور جامع پر زوجاً ظاہر ہوتا ہے؛ پس جو چاہے انہیں اکیلا حاصل کرے اور جو چاہے کسی کے ساتھ مل کر ایسا کرے، جو چاہے انہیں چھپائے اور جو چاہے انہیں پھیلائے۔ اِس دَور کا وقت آن پہنچا اور اُس کا ہونا قریب ہے، چنانچہ تیاری کرنے والا اِس کے استقبال کو تیار رہے، اور اِس نور الٰہی کے حصول میں کوشاں ہو قبل اِس کے کہ یہ بجھ جائے۔

اے بھائی! محجوب مت بن؛ بیشک مصطفیٰ کے دور سے لاحق دور اَب بھی موجود ہے، جب تک کہ انسان اپنے رب کا مشاہدہ کر رہا اور حق اُس کا مشہود ہے۔ اگرچہ شریعت نے جس جانب اشارہ کیا، اور خبر نے قتل وغارت گری (کے حوالے) سے جو کچھ بتایا، وہ تو سبقت لے جانے اور فضیلت (سمیٹنے) کا وقت ہے؛ کہ ان میں عمل کرنے والے کو اس سے پہلے عمل کرنے والے پچاس لوگوں جتنا ثواب ملے گا، اگرچہ امام پہلے والے ہی ہیں، لیکن یہ (بعد والے) نیکی کی جانب ویسے مددگار نہیں پاتے جیسے (پہلے والوں) کو ملے، اور نہ ہی یہ اپنے امام کو ایسے دیکھتے ہیں جیسا کہ پہلوں نے دیکھا۔

اگر اِس میں شک وشبہ نہ ہو تو غیب کے ایمان سے قوی کچھ نہیں؛ یہ دور تو فتنہ فساد، مصائب اور آزمائشوں کا دور ہے۔ ﴿پس اُس سے اعراض کر جو ہماری یاد سے منہ موڑے بیٹھا ہے، اور جس کی چاہت صرف دنیاوی زندگی کا حصول ہے۔ علم میں یہی اِن کی انتہا ہے، بیشک تیرا رب اُسے خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور اُسے خوب جانتا ہے جو سیدھی راہ پر ہے﴾ (النجم: ۲۹-۳۰)

اپنے نفس میں اِن اشارات پر غور کر، اور اپنے قلب اور حِسّ کو اِن پر جمع کر، بیشک یہ دور بہت سخت ہے، اِس کا سرکش حد سے متجاوز اور اِس کا شیطان فتنہ پَرور ہے۔ اِن سے ایسے علیحدگی اختیار کر جیسے دن رات سے علیحدہ ہوتا ہے، ورنہ تُو بھی اہلِ شر اور ہلاکت کا ساتھی ہوگا۔ میں نے تجھے نصیحت کر دی سو اِسے سمجھ، اور تجھ پر راہ واضح کر دی سو اِسے تھام۔

ومن ذلك:
نكاحُ عُقِد، وعُرْسٌ[1] شُهِدَ[2]

ولمّا كان ما صدق من الرؤيا جزءًا كبيرًا نبويًّا، قطعنا بتصديق ما تُهديه[3]، وتُنعم به من أيادي الحقّ[4] وتُسديه[5]. فدَخلتُ بيتَ الأنوار، وأسدلتُ الحجبَ والأستار، غيرةً على الحُرَم والأبكار. فبينا أنا أناجيه بين يديه، إذ جذبني جذبةٌ[6] عزيز إليه، فأقامني الحقُّ في مقام البحر الذي علا موجُه وطمى، ودخل بعضُه في[7] بعضِه ونما[8]، وأنا في حالةٍ لا يعرفُها إلّا مَن كابَدها، ولا يصفها إلّا مَن شاهدها، كما قيل:

لَا يَعْرِفُ الشَّوْقَ إِلَّا مَنْ يُكَابِدُهُ وَلَا الصَّبَابَةَ إِلَّا مَنْ يُعَانِيهَا

فأقمتُ متّكئا على اليمين، وتركتُ قلبي في[9] مقابلة علّيّين؛ إذ هو محلّ الحقّ، ومقعد الصدق، وقد غمره الماءُ، وأحاطت به الأنواء. فلم تزل أمواجه تصطفق[10]،

---

[1] و: وعروس.

[2] وهو المقصود به النكاح المعنوي بين القلم واللوح.

[3] ن: يَهْدِيه.

[4] ر، ش: + سبحانه. س، هـ، ج (في الحاشية): + تعالى. ن: أيَادِ الحق.

[5] ن: تَسْدِيه.

[6] ر، ش: جذب.

[7] ر، ش: على.

[8] ب: هنا ينتهي النقص الأول الذي بدأ عند موضوع: "موقف اختصاص، ونتيجة إخلاص".

[9] ر، ش، س، هـ: - في. (مع إشارة استبعاد في ب)

[10] م: تصفق.

اور اس (کتاب) میں ہے:
نکاح کا بندھن اور شادی میں شرکت [1]

چونکہ سچا خواب نبوت کا ایک بڑا حصہ ہے تو ہم اس کے عطیے، حق کے انعامات اور احسانات والی عطا کی قطعی تصدیق کرتے ہیں۔ پس میں انوار والے گھر میں داخل ہوا، اور اُن چھوئے حرمت والے (اسرار) پر غیرت کے پردے ڈالے۔ جب میں اُس کے حضور محوِ مناجات تھا تو ایک زور آور جذبے نے مجھے کھینچ کر اُس کی طرف کیا، اور حق نے مجھے اُس موجزن سمندر میں ٹھہرایا، جس کی ایک موج دوسری سے ٹکراتی اور اوپر کو جاتی تھی، میں ایک خاص کیفیت میں تھا جسے وہی جان سکتا ہے جس پر یہ گزری ہو، اور اِسے وہی بیان کر سکتا ہے جس نے اِسے دیکھا، جیسے کہا گیا ہے:

شوق کو وہی جانتا ہے جس نے اُسے جھیلا اور فریفتگی سے وہی آشنا ہے جس نے اسے سنبھالا۔

پس میں دائیں جانب ٹیک لگائے کھڑا ہوا، اور اپنے قلب کو علیین کے رخ پر کیا؛ کہ یہی حق کا مقام اور صدق کی نشست ہے، ہر شے فیض میں ڈوب گئی اور (تجلیات) کی برسات لگی۔ اس کی موجیں مضطرب تھیں اور اِس کی ہوا میں تندی اور تیزی تھی، یہاں تک کہ (قلب) کو

[1] یہاں مراد لوح و قلم کے مابین معنوی نکاح ہے۔

ورياحه تنزعج وتستبق، إلى أن فُتِقَ في الوِرْك الأيسر[١] الأعلى، قدر خُرْت[٢] الإبرة؛ فرشح منه قدر رأس الشعرة، رأيتُ فيها عَبْرَة. فكوَّنها الحقُّ سبحانه شخصا مَلَكيًا، وأنشأها نشئًا فَلكيًا[٣]، فرأيته مسبِّحا ومهلِّلا، ومكبِّرا وملبّيا. فعرفتُ أنّ ذلك الشخص جسمانيّة هذا الكتاب الذي أنزله الحقّ عليّ، وأبرَزه للعيان على يديّ، وأنّه قطرةٌ من ذلك البحر المتموِّج، ورشحةٌ من ذلك الموج الأهوج. فالحمد لله الذي[٤] صيّرني له فَلَكًا محيطًا، وجعلني له روحًا بسيطًا.

فانظر وتأمّل أيّها الوليّ الأكمل، إلى نبيّ قد فُقِدتْ جُثّته، وبقيتْ عند الآحاد سُنّته، فبُعث ليلةً مِن قبره[٥]، وسير به إلى حشره، والتحق الحيُّ بالميت فحشِر، وحصل ربُّ البيت في[٦] البيت فعَمَر، فخطب حُميراه من عتيقه، وانتزعها من يدي صِدّيقه، فأصدَقها عددا غاب عنّي، وطلب الشهادة على ذلك منّي، فكتب في خرقة حرير أحمر، كتابَ ذهبٍ يزهر، وكنتُ أوّلَ الشهود في مهرِه، عن إذنه صلّى الله عليه وأمرِه، وذلك بمنزله الأعلى ومقامه الأجلى.

فلمّا صحّ أمرُه، ترَكَ[٧] بيدي مهره، ودخل منزله بعِرْسِه، وخلا بها وبنفسه، وبقي المهر بيدي، إلى انقضاء أمدي.

فلمّا لاح الصبح لذي عينين، وجُمِع لي بين النورين؛ لم أجد عِرسًا ولا بعلًا غير ذاتي، ولا صَداقًا غير خُلقي وصِفاتي، فكنت البَعل والعِرْس، وزوّجتُ العقل

---

[١] م، ر، ش: – الأيسر.

[٢] خرت: خرم. س، هـ: خرم.

[٣] و: ملكيا وإنشاء فلكيا.

[٤] و: – الذي.

[٥] من قبره: أي من جسده إلى المقام الأعلى.

[٦] ب: إلى.

[٧] ر، ش: نزل.

اوپری بائیں جانب سوئی کے نکے کے برابر چیر اگیا، اور اِس میں سے بال کی نوک کے برابر ایک قطرہ نکلا۔ حق سبحانہ نے اِسے ملکی شخص بنایا اور فلکی نشأت اوڑھائی، میں نے اِسے تسبیح و تہلیل وتکبیر و تلبیہ پڑھتے دیکھا۔ سو میں جان گیا کہ یہ شخص اِس کتاب کی وہ جسمانی صورت ہے جو حق نے مجھ پر اتاری، اور جسے میرے ہاتھوں منصہ شہود پر لایا، یہ اُسی موجزن بحر کا ایک قطرہ اور اُسی جوشیلی موج کا ایک چھینٹا ہے۔ پس شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے اس (مملکت[1]) پر محیط فلک اور بسیط روح بنایا۔

پس اے ولیٔ کامل! غور کر اُس نبی پر جس کا ظاہری جسم او جھل ہوا، اور چند گنے چنوں کے پاس اُس کی سنت رہ گئی، پس ایک رات جب وہ اپنی قبر (یعنی اپنے جسم) سے اٹھایا گیا اور اپنے مجمعے کی جانب لایا گیا، تو وہاں زندہ اور مردہ ملے اور جمع ہوئے، گھر کا مالک گھر میں آیا اور اِسے آباد کیا، تو اُس نے عتیق سے اُس کی حمیرا کا ہاتھ مانگا، اور اپنے صدیق سے اُسے لے لیا، پھر انہیں وہ مہر دیا جو مجھے معلوم نہیں، اور مجھ سے اِس پر گواہی چاہی، پھر ریشم کے لالہ رنگ پیرہن پر چمکتی سنہری تحریر رقم کی، میں آپ کے مہر میں پہلا گواہ تھا، یہ سب آپ ﷺ کی اجازت اور حکم سے تھا، اور یہ سب آپ کی اعلیٰ منزل اور اُجلے مقام میں پیش آیا۔

پھر جب سب معاملہ طے پایا تو آپ نے وہ مہر میرے ہاتھ تھمایا، اور دلہن کے ساتھ غرفہ زفاف میں گئے جہاں آپ اور وہ تنہا تھے، وہ مہر میری مدت کی انتہا تک میرے ہی ہاتھ رہا۔

پھر جب صاحبِ بصیرت پر صبح کا اجالا پھیلا، اور میرے لیے دو نور جمع ہوئے؛ تو میں نے اپنی ذات کے سوا کوئی دولہا اور دلہن نہ پایا، یہ مہر میرے اخلاق و اوصاف تھے اور میں ہی دولہا اور دلہن تھا، میں نے اپنی عقل کی اپنے نفس سے شادی کروائی، پس حمیرا (نفس) اپنے شوہر (عقل) سے پاک ہوئی، اور اسے عقل کی تائید حاصل ہوئی۔ میں اپنے اس معاملے میں بڑا حیران ہوا کہ یہاں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اور اسی طرح میں پردے اٹھانے پر مخفی امور تک پہنچا؛ اُس ساحل تک جس کا کوئی سمندر نہیں[2] جہاں اُس کی گھر والی آسرا کرے، اور اُس سمندر تک

---

[1] یعنی ولایت محمدی کی مملکت میں فلک محیط بنایا۔

[2] کنایتاً ساحل اور سمندر کا تعلق میاں بیوی جیسا ہے، ساحل غافل نفس ہے اور سمندر مانند روح۔

بالنفس، فتطهّرتِ الحميراء ببعلِها، وتأيّدتْ بعزيمة عقلها[1]. فعجبتُ من أمري لمّا لم يكن غيري. وهكذا وقفتُ عند رفع الستور على[2] مخبّآت الأمور؛ فمِن ساحل ما له بحر تحتمي به زوجُه[3]، ومِن بحرٍ لا ساحل له يُكَسّر عليه موجُه، ومِن ناطق بحقائق، بغير لسان ولا مخارق[4]، ومِن صامتٍ[5] لا يبرح داعيًا وإلى الله هاديًا، ومِن كُرَةٍ[6] لا مكان لها، ما عرفها أحد ولا جهلها، ومِن قبّة[7] ما لها عمَد، ومِن عمَد[8] ما له في الأرض مستنَد، إلى أسرار تتدنّس بالذِّكْر، ولا تتخلّص بالفكْر؛ إذ هي من حضرة "ما خطر على قلب بشر، ولا وَعَتْها أذنٌ واعية[9] لخبر، ولا أدركَتْها حقيقة بصر".

عَجِبْتُ مِنْ بَحْرٍ بِلَا سَاحِلٍ! وَسَاحِلٍ لَيْسَ لَهُ بَحْرُ!

وَضَحْوَةٍ[10] لَيْسَ لَهَا ظُلْمَةٌ! وَلَيْلَةٍ لَيْسَ لَهَا فَجْرُ!

وَكُرَةٍ لَيْسَ لَهَا مَوْضِعٌ يَعْرِفُهَا الجَاهِلُ والحَبْرُ!

وَقُبَّةٍ خَضْرَاءَ مَنْصُوبَةٍ جَارِيَةٍ مَرْكِزُهَا القَهْرُ!

وَعَمَدٍ لَيْسَ لَهُ قُبَّةٌ وَلَا مَكَانٌ؛ خَفِيَ السِّرُّ!

خَطَبْتُ سِرًّا لَمْ يُغَيِّرْهُ "كُنْ" فَقِيلَ: هَلْ هَيَّمَكَ الفِكْرُ؟

---

[1] و: عقلنا.

[2] و: عن.

[3] أي علاقة البحر بالساحل كعلاقة الرجل وزوجته فالساحل كالنفس الغافلة والبحر هو الروح.

[4] مخارق: منافذ في البدن وهي هنا "الأفواه". ب، م (في الحاشية): كناية عن المخارج.

[5] ر، ش: صاحب.

[6] أي الروح.

[7] أي عرش القلب.

[8] أي أن أسرار القلب هي عماد القلب.

[9] هـ: من هنا يبدأ النقص في النسخة بمقدار خمس صفحات.

[10] و، ش: وصحوة.

جس کا کوئی ساحل نہیں جہاں اُس کی موج کنارہ کرے، اور اُس حقائق بیان کرنے والے تک جو زبان اور مخارج کے بغیر بولے، اور اس خاموش تک جو بُلاتا بھی ہے اور اللہ کی طرف راستہ دکھاتا بھی ہے، اور اُس کُرّے (یعنی روح) تک جس کی کوئی خاص جا نہیں، نہ جس سے کوئی واقف ہے اور نہ انجان، اور اُس گنبد (یعنی عرشِ قلب) تک جس کا کوئی ستون نہیں، اور اُس ستون (یعنی قلب کے اسرار) تک جس کا زمین میں کوئی سہارا نہیں، اور اُن اسرار تک جو ذکر سے میلے ہوتے ہیں اور جن تک فکر سے رسائی نہیں؛ کہ یہ اِس حاضرت سے ہیں کہ جن کا خیال کسی بشر کے دل میں نہ آیا، جن کی آواز سُنتے کانوں نے نہ پائی، اور جن کا ادراک (دیکھتی) آنکھوں نے نہ کیا۔"

تعجب ہے مجھے اُس سمندر پر جس کا کوئی ساحل نہیں، اور اُس ساحل پر جس کا کوئی سمندر نہیں! اُس صبح پر جس کی کوئی شب نہیں، اور اُس شب پر جس کی کوئی سحر نہیں! اس کُرّے پر جس میں کوئی ایسی جا نہیں جسے جاہل یا ماہر پہچانتا ہو! اور نصب شدہ اُس سبز گنبد (یعنی شریعت) پر جس کی اقامت اسم القہار سے ہے۔ اور اُس ستون پر کہ نہ جس کا کوئی گنبد ہے اور نہ کوئی جا؛ جو راز کی طرح پوشیدہ ہے۔ میں نے اُس راز سے نکاح کیا جسے "کن" بھی تبدیل نہ کر پایا، سو کہا گیا: کیا تجھے فکر نے گرویدہ کیا؟ میں نے کہا: مجھے میں اتنی

فَقُلْتُ: مَا لِي قُدْرَةٌ فَارْفُقُوا   عَلَيْهِ فِي الكَوْنِ وَلَا صَبْرُ
فَإِنَّ بِالفِكْرِ إِذَا مَا اسْتَوَىٰ   فِي خَلَدِي يَتَّقِدُ الجَمْرُ
فَيُصْبِحُ الكُلُّ حَرِيقًا فَلَا   شَفْعٌ يُرَىٰ فِيهِ وَلَا وِتْرُ
فَقِيلَ لِي: مَا يَجْتَنِي زَهْرَةً   مَنْ قَالَ: رِفْقًا إِنَّنِي حُرُّ
مَنْ خَطَبَ الحَسْنَاءَ فِي خِدْرِهَا   مُتَيَّمًا لَمْ يَغْلِهِ[1] المَهْرُ
أَعْطَيْتُهَا المَهْرَ وَأُنْكِحْتُهَا   فِي لَيْلَةٍ حَتَّىٰ بَدَا الفَجْرُ
فَلَمْ أَجِدْ غَيْرِي فَمَنْ ذَا الَّذِي   نَكَحْتُهُ[2] فَلْيُنْظَرِ الأَمْرُ
فَالشَّمْسُ قَدْ أُدْرِجَ فِي ضَوْئِهَا   القَمَرُ السَّاطِعُ والزُّهْرُ
كالدَّهْرِ مَذْمُومٌ وَقَدْ قَالَ مَنْ   صَلَّىٰ عَلَيْهِ: «رَبُّكَ الدَّهْرُ»

وإنّي أريد أن أُظهر لك من هذه العجائب ما تيسّر، وأُمهِّد لك منها ما توعَّر، فواللهِ لو رأيتَ يا أخي[3] حالَ العارفين إذا خرجوا من نفوسهم، ودَرَجوا عن محسوسهم؛ فَطُهِّرت[4] قلوب[5] وأُظهِرت غيوب، ورُفِعت أستار وطلعت أنوار، وكانت التجلّيات على مقدار: فمِن شاهدٍ قُدسا، ومِن شاهدٍ أُنسا، ومِن شاهدٍ عظمة وجمالا، ومِن شاهدٍ ملاطفة وجلالا، ومِن بهتة في إنِّيِّه، ومِن خَطْفَةٍ في هُوِيِّه، فـ ﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ﴾ غيبًا، ﴿لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا﴾[6] لانعدامك عند[7]

---

[1] ن: يقله.

[2] م، ج، س: أنكحته.

[3] ر، ش: - يا أخي.

[4] ن: فَطَهَّرت. و: فظهرت. ش: وظهرت.

[5] و: - قلوب.

[6] [الكهف: ١٨]

[7] و: عن.

طاقت اور قدرت نہیں اور نہ ہی صبر ہے، لہٰذا وجود میں اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو، کہ اگر میرے دماغ میں فکر ٹھہر گئی تو اِس سے چنگاریاں بھڑکیں گی، اور سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے گا، پھر نہ تو جفت رہے گا نہ طاق۔ مجھے کہا گیا: یہ اسرار وہی پاتا ہے جو اپنی عبودیت میں رہتا ہے۔[1] جو کنواریوں سے نکاح کا خواہش مند ہے تو پھر وہ حق مہر سے پریشان نہیں ہوتا۔ میں نے اُس کا مہر ادا کیا اور رات بھر نکاح کی لذت پائی، یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو وہاں اپنے سوا کسی کو نہ پایا، سو میں نے کس سے نکاح کیا؟ اِس پر غور ہونا چاہیے، سورج کی روشنی میں ہی چمکتے چاند اور دمکتے ستارے کی روشنی ہے۔ جیسا کہ زمانہ مذموم ہے لیکن آپ ﷺ نے یہ بھی تو کہا ہے: ”زمانہ تیرا رب ہے۔“

میں چاہتا ہوں کہ اِن عجائب میں سے چند تیرے سامنے رکھوں، ان میں سے دشوار کو ہموار کروں، اے بھائی خدا کی قسم! کاش تو نے عارفین کو اُس وقت دیکھا ہوتا جب وہ اپنے نفوس سے نکلے اور اپنے محسوس سے دست بردار ہوئے؛ جب قلوب پاک کیے گئے اور غیوب ظاہر ہوئے، پردے اٹھائے گئے اور انوار لائے گئے، تو یہ تجلیات ایک مقدار پر تھیں: کوئی قدسی مشاہدہ کرتا ہے تو کوئی اُنسی، کوئی عظمت و جمال کو دیکھتا ہے تو کوئی لطف و جلال کو، کوئی اِنّیت میں سرگرداں ہے تو کوئی ہویت میں محبوس۔ اگر تو غیب سے ان پر مطلع ہو جاتا، تو اُن کا رعب تجھ پر چھا جاتا اور تو ان سے بھاگ کھڑا ہوتا؛ کہیں اِس مشاہدے میں تجھے ایذا نہ پہنچے، تو فنا نہ ہو

---

[1] یعنی جو حریت کا دعوی کرے اسے یہ پھل نہیں ملتا بلکہ کوئی عبد ہی اِسے پاتا ہے۔

تلك المشاهدة وتعذيبك، وسقوط قُواك وحلِّ تركيبك. فإن سلكتَ باب المناصحة، شهدتَ الحقَّ منك مكافحة، فتُنشِد عند ذلك ما يشوِّق السالك.

وَلَمَّا أَتَانِي الحَقُّ لَيْلَا مُكَلِّمَا ... كِفَاحًا وَأَبْدَاهُ لِعَيْنِي التَّوَاضِع

وَأَرْضَعَنِي ثَدْيِ الوُجُودِ تَحَقُّقًا ... فَمَا أَنَا مَفْطُومٌ وَلَا أَنَا رَاضِعُ

وَلَمْ أَقْتُلِ القِبْطِيَّ، لَكِنْ زَجَرْتُهُ ... بِعِلْمِي فَلَمْ تَعْسُرْ عَلَيَّ المَوَاضِعُ[١]

وَمَا ذُبِحَ الأَبْنَاءُ مِنْ أَجْلِ سَطْوَتِي ... وَلَا جَاءَ شِرِّيرٌ بِبَطْشِي رَافِعُ

فَكُنْتُ كَمُوسَىٰ غَيْرَ أَنِّيَ رَحْمَةٌ ... بِقَوْمِي، وَلَمْ[٢] تَحْرُمْ عَلَيَّ المَرَاضِعُ

لَغَزْتُ أُمُورًا إِنْ تَحَقَّقْتَ سِرَّهَا ... بَدَا لَكَ عِلْمٌ عِنْدَ رَبِّكَ نَافِعُ

فإذا كان هذا الأمر العظيم في المسلك الموسوي، فما ظنّك بالصراط السوي، والمسلك المحمّدي! وفي الصراط السوي إشارة؛ فدبِّر العبارة، وانظرها آيةً وأمارة، واجعلها زِنْدًا تقتبس نارَه؛ فإنّ المَرْخَ والعَفار[٣]، بالامتزاج والحكّ يريك النار.

وها أنذا[٤] إن شاء الله أَبُثُّ لك من سرائر[٥] المكوِّن والكَوْن، ما شاهده المقامُ والعين، وما سببُ البُدء، ومن كان أوّل النشء[٦]، وكيف كان ذلك الأوّل مَشْرِق الأنوار، ويَنْبوع الأنهار، وعنه كانت العَرْش[٧]، والعالم الأوسط والفَرْش، والجماد والحيوان، وهو أصل الأكوان.

---

[١] ن، س: المراضع.

[٢] ر، ش: فلم.

[٣] المرخ: واحدته مرخة، وهو شجر يسرع قدح النار. والعَفارة شجرة من المرخ يتخذ منها الزند، ويجمع عَفارا. ورسمها في ش: المرح والعقار. س: المزج والعقار.

[٤] ر، ش: وها أنا.

[٥] ر، س: أسرار.

[٦] و: النشوء. م: رسمها قريبة من: النشر.

[٧] المراد بالعرش: أول الموجودات التي قبلها عالم الأجسام.

جائے، کہیں تیری طاقت زائل نہ ہو اور تیری ترکیب تحلیل نہ ہو جائے۔ لیکن اگر تو باہم نصیحت کا در تھامتا تو خود میں حق کو روبرو پاتا، اور اِس وقت وہ نظم پڑھتا جو سالک کا شوق بڑھاتی:

رات جب حق نے میرے رُو برو آکر بات کی تو میری ذات نے اُس کے سامنے عجز کا اظہار کیا، اُس نے مجھے وجود کی چھاتیوں سے تحقیق کا دودھ پلایا، سو نہ میں نے ترک کیا اور نہ میں سیر ہوا۔ میں نے قبطی[1] کو نہیں مارا، بلکہ اپنے علم سے اُسے جھاڑا، سو اب مجھ پر مقامات دشوار نہیں۔ وہ بچے میری شان وشوکت کی خاطر تو ذبح نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ شریر میری پکڑ سے بچ سکا۔ میں موسیٰ کی طرح ہوں لیکن اپنی قوم پر رحیم ہوں، اور مجھ پر دودھ پلانے والیاں بھی حرام نہیں ہوئیں۔ میں نے معاملات کو بجھارت میں چھپایا ہے، اگر تو ان کے اسرار سمجھے تو تجھے تیرے رب کے ہاں نافع علم ملے گا۔

اگر مسلکِ موسوی کا معاملہ اِس قدر عظیم ہے تو مسلکِ محمدی یعنی راہِ اعتدال کے بارے میں تیرا کیا خیال! راہِ اعتدال میں ایک اشارہ ہے؛ عبارت پر غور کر، اِسے نشانی اور علامت سمجھ، اسے وہ چقماق[2] بنا جس سے تو آگ لے سکے، بیشک مرخ اور عَفار[3] (کی لکڑی) کو ملانے اور رگڑنے سے ہی آگ پیدا ہوتی ہے۔

یہاں میں — ان شاء اللہ — تجھے موجد اور وجود کے وہ اسرار بتاؤں گا جن کا مشاہدہ مقام اور آنکھ نے کیا، اور یہ کہ آفرینش کا سبب کیا ہے؟ اور سب سے پہلی تخلیق کیا ہے؟ اور یہ پہلی تخلیق کس طرح انوار کی مشرق اور انہار کا سرچشمہ ہے، اِسی سے عرش، درمیانی عالم اور فرش بنے، اِسی سے جمادات اور حیوانات بنے، اور یہی موجودات کی اساس ہے۔

---

[1] یہاں مراد نفس ہے۔

[2] وہ پتھر جس پر لوہا رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔

[3] پرانے زمانے میں جزیرۂ عرب میں مرخ اور عفار کی دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ لگائی جاتی تھی۔

وأريك ذلك كلّه قد أودعه الرحمن في ذاتك، وجعله من جملة صفاتك. فأنت المِثل المشبَّه، وذلك المِثل المنزَّه. فإن قلتَ: وأين حظّي من التنزيه، وأين حظّه من التشبيه؟ فعند المواجهة والتوجيه يتردّد كلٌّ واحد منكما بين التنزيه والتشبيه. فإيّاك أن تغفل عن فتح هذا الباب المقفل، واللهُ يحسن عونك، وإذا فتح لك أن يديم صونك.

وبدايتنا[١]، إن شاء الله في هذا الكتاب، بمعرفة المعبود، وأنّه لا يُعرف من ذاته سوى الوجود، ثمّ بعد ذلك أتكلم فيما ذكرتُه، وأسوقه على ما شرطتُه، ومنه أملي وبه أستعين، وعليه أتوكّل وعنه أُبِينْ[٢]، فأنا منه إليكم وإليه منكم من غير "إلى" و"مِن"، وأنا الأمين الحافظ المؤتمَن، وحسبنا الله ونعم الوكيل، والحمد لله ربّ العالمين، والصلاة على خاتم النبيّين.[٣]

---

[١] ج، و، ن: وقد أتينا.

[٢] ب (في الحاشية): أُبِين: أُظهِر.

[٣] ب (في الحاشية): بلغت قراءة عليه أحسن الله إليه.

م، ج: − والصلاة على خاتم النبيين.

س: + سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم. بلغ.

اور میں تجھے وہ سب کچھ دکھاؤں گا جو الرحمن نے تیری ذات میں چھپایا، اور جسے تیری جملہ صفات بنایا۔ تُو تشبیہ والی مثل ہے اور یہ تنزیہ والی مثل ہے۔ اگر تو کہے: تنزیہ میں میرا کیا حصہ اور تشبیہ میں اُس کا کیا نصیب؟ تو حقیقت اور قصد میں تم دونوں میں سے ہر ایک تنزیہ اور تشبیہ کے درمیان ہوتا ہے۔ لہذا اِس مقفل کواڑ کو کھولنے سے غافل مت رہ، اللہ تیری بہترین مدد فرمائے، اور جب یہ تجھ پر کھل جائے تو تیری دائمی حفاظت فرمائے۔

اِس کتاب میں ہماری ابتدا معبود کی معرفت سے ہو گی، ان شاء اللہ، اور یہ کہ اُس کی ذات میں سے وجود کے سوا کچھ نہیں جانا جاتا، پھر اِس کے بعد میں وہ کہوں گا جس کا تذکرہ کیا، اور اُسی طرح سے کہوں گا جیسے شرط رکھی، میں اُسی (معبود) سے امید رکھتا اور مدد طلب کرتا ہوں، اُسی پر میرا توکل اور اُسی سے میرا اظہار ہے۔ میں اُس سے تمہاری طرف اور تم سے اُسی کی جانب بغیر "سے" کے ہوں، اور میں حفاظت کرنے والا قابل بھروسا امانت دار ہوں، ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے، سب تعریف رب العالمین کے لیے اور درود ہوں خاتم النّبیین پر۔

بسم الله الرحمن الرحيم
وصلّى الله على محمّد وآله وسلّم[١]
البحرُ المحيطُ الذي لا يُسْمَعُ لِمَوْجِهِ غَطيط
في معرفة الذات والصفات والأفعال

بِكْرٌ ضَهْيَاء[٢]، في لجّة عمياء
وهي معرفة ذاته، جلّتْ عن الإدراك الكوني، والعلم الإحاطي.

غطَس الغاطسُ، لِيُخرج ياقوتها الأحمر، في صَدَفِه[٣] الأزهر[٤]. فخرج إلينا من قعر ذلك البحر صِفر اليدين، مكسورَ الجناحين، مكفوفَ العين، أخرس لا ينطق، مبهوت[٥] لا يعقل. فسئل بعدما رجع إليه النفَس، وخرج من سُدْفة الغَلس، فقيل له: ما رابَك؟ وما هذا الأمر الذي أصابك؟ فقال: هيهات لما يطلبون، وبُعدًا لما يرومون! واللهِ لا ناله أحد، ولا تضمّن معرفتَه روح ولا جسد. هو العزيزُ الذي لا يُدرَك، والموجودُ الذي يملِك ولا يُملَك.

إذا حارتِ العقول وطاشتِ الألباب في تلقّي صفاته، فكيف لها[٦] بِدَرْكِ ذاته! ألا ترى حُكم تجلّيه في ربوبيّة الأزل، كيف خرّ الكليم صَعِقًا وتدكدك الجبل! فكيف

---

[١] م: – بسم الله الرحمن الرحيم. م: وصلّى الله على سيدنا محمّد وآله أجمعين وسلّم.

[٢] ضهياء: ب، م، ج (ذكر معناها في الحاشية): المرأة التي لا تحيض.

[٣] ر، ش: صدفها.

[٤] ب، ج (شرح في الحاشية): الأزهر: الأبيض.

[٥] ن، ع، س، ج: مبهوتًا.

[٦] ن، ع، و، ومتن ج: لك.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
درود و سلام ہو محمد اور ان کی آل پر
وہ بحر محیط کہ جس کی موجوں کی سرسراہٹ تک سنائی نہ دی
در معرفتِ ذات، صفات و افعال

وہ مخفی بھید جس کا سراغ کوئی نہ پا سکا
یہ ذات کی وہ معرفت ہے جو موجودات کے ادراک اور احاطی علم سے پرے ہے

غوطہ خور نے غوطہ لگایا کہ وہ (ذات کے) اِس (سمندر) کی سفید سیپی سے سرخ یاقوت نکالے، تو وہ ہمارے سامنے اِس سمندر کی گہرائی سے تہی دست، بے مایہ، تاریک چشم، مہر بلب اور دم بخود لوٹا۔ جب اُس کی سانس بحال ہوئی اور وہ تیرگی سے اُجالے میں آیا تو اُس سے پوچھا گیا: تجھے کس شے نے بے خود کیا؟ اور تجھے یہ کیا ہوا؟ وہ بولا: بہت دور ہے جس کے یہ متلاشی ہیں، بہت دور ہے جس کے یہ متمنی ہیں! اللہ کی قسم کوئی اُس تک نہیں پہنچ پایا، روح اور جسم اُس کی معرفت کہاں پا سکے؟ وہ ایسا نایاب ہے کہ جس کا ادراک نہیں، اور ایسا موجود ہے کہ خود- تو مالک ہے لیکن وہ- کسی کی ملکیت نہیں۔

جب عقول اور ادراکات اُس کی صفات میں ہی سرگرداں ہو جائیں، تو یہ اُس کی ذات تک کیسے پہنچ سکتے ہیں! کیا تو نے ربوبیتِ ازل میں اُس کی تجلی کا حکم نہیں دیکھا، کیسے کلیم مدہوش ہو کر گر پڑے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا! اُس وقت کیا ہوتا اگر وہ اس ربوبیت میں پہاڑ کی بجائے اپنے نبی موسیٰ پر براہ راست تجلی ڈالتا، تو آپ ایسے مرض میں مبتلا ہوتے جس سے کبھی افاقہ نہ ہوتا،

لو تجلّىٰ في هذه الربوبيّة من غير واسطة الجبل لنبيّه موسىٰ، لكان صاحب زمانةٍ[١] لا يوسىٰ، بعد اندكاكٍ وهلاك، وبعثٍ في نشأة مِثليّة وأملاك. وإذ كان تجلّي الربوبيّة علىٰ هذا الحد، فأين أنت مِن[٢] تجلّي الألوهيّة من بعد؟! وإذا كان[٣] هذا حظّ المتبوع الكليم، فكيف بحظّ التابع الحكيم. فقد رُمنا في الصفات أمرًا يُعْجَز عنه، ولا يصل أحد إلّا إلىٰ ما قُدِّر له منه.

وأمّا معرفة الذات، فمكتنَفة بالنور الأضوأ في عمىٰ، محتجِبة بحجاب العزّة الأحمىٰ، مصونة بالصفات والأسماء. فغاية مَن غاب في الغيب، الوصول إلىٰ أقرب ثوب. ونهاية الطلّاب، الوقوف خلف ذلك الحجاب، هنا وفي الآخرة، وفي النشأة الدنياويّة[٤] والحافرة. فمن رام رَفْعَه، أو تولّىٰ صدعه، في أيّ مقام كان عُدِم من حينه، وطُوِيَتْ سماؤه وأرضه بيمينه، ورجع خاسرا، وبقي حائرا، وكان قاسطًا جائرًا[٥]، ورُدّ إلىٰ أسفل سافلين، وأُلحِق بالطين.

فمن كان من أهل البصائر والألباب، وتأدّب بما يجب عليه من الآداب، إن وَصَل[٦] إلىٰ ذلك الحجاب، الذي لا يرفعه سبحانه عن وجهه؛ فكان يُوقَف علىٰ كُنْهِهِ، والوقوف علىٰ كنهه محال، فلا سبيل إلىٰ رفع ذلك الحجاب بحال.

فإذا وَصَّل الله[٧] العاقل اللبيب، والفاطِن المصيب، وأفرغ عليه رداء الغيرة،

---

[١] و، ر، ش، س: زمانه. صاحب زمانة؛ أي صاحب ضعف ومرض. لا يوسىٰ؛ أي لا يشفىٰ منها أبدا، ولا يرجع لإستوائه علىٰ حالته الأولىٰ.

[٢] ع، و: - أنت من.

[٣] ب: تعبير "تجلّي الربوبيّة علىٰ هذا الحد، فأين أنت مِن تجلّي الألوهيّة من بعد، وإذا كان" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

[٤] ن، ع، و: الدنيا.

[٥] و: - وكان قاسطا جائرا.

[٦] م: أوصل.

[٧] م: أوصل الله. ن، و، ر، س، ج: إذا وصل إليه.

اور یہ (تجلی نفس کے) ریزہ ریزہ ہو کر ہلاک ہونے اور مثلی نشأت میں فرشتوں کی صورت میں اٹھائے جانے کے بعد ہوتی۔ اگر تجلیٔ ربوبیت میں یہ قوت ہے تو تجلیٔ الوہیت میں تیرا کیا حال ہو گا؟ اور اگر ایک نبی کلیم کا یہ حال ہے تو ایک امتی حکیم کا کیا حال ہو گا؟ ہم نے صفات کا وہ معاملہ دیکھا ہے کہ اُس کی تاب نہیں لائی جاتی، اور کوئی صرف وہاں تک ہی پہنچ پاتا ہے جو اُس کا مقدر ہے۔

جہاں تک معرفتِ ذات کی بات ہے، تو یہ عما میں چاروں اطراف سے خیرہ کرنے والے نور میں گھری ہے، یہ حجابِ عزت الاحمی سے محجوب اور اسما اور صفات سے محفوظ ہے۔ پس جو بھی غیب میں کھویا اُس کی انتہا قریبی اوٹ تک جانا ہے۔ متلاشی کی غایت یہاں اور آخرت -یعنی نشأت دنیا اور عاقبت- میں اِسی حجاب کے پیچھے ٹھہرنا ہے۔ جو اِس کے اٹھانے کا متمنی ہو گا، یا اِسے چاک کرنے کی کوشش کرے گا، چاہے وہ کسی مقام میں ہو اُسی وقت معدوم ہو جائے گا، اُس کے (قلب کا) آسمان اور (نفس کی) زمین لپیٹ دی جائے گی، وہ نقصان اٹھا کر سر گرداں لوٹے گا، یہ ظالم اور غیر عادل تھا، اِسی لیے اسفل السافلین کی طرف لوٹایا اور مٹی میں ملایا گیا۔

اور جو اہل بصیرت و فہم میں سے ہوا، اور ان آداب کو اختیار کیا جو اُس پر لازم ہیں، اگر وہ اِس حجاب تک پہنچا جو (حق) سبحانہ اپنے رخ سے نہیں ہٹاتا؛ کہ یہ اِس کی حقیقت تک رسائی بخشتا ہے، جبکہ اُس کی حقیقت تک پہنچنا محال ہے، لہذا اس حجاب کا اٹھائے جانا بھی کسی صورت ممکن نہیں۔

سو جب اللہ تعالیٰ کسی دانا، ذہین و صائب عاقل کو اِس (حجاب) تک پہنچاتا ہے، اور اُسے غیرت کی چادر اوڑھاتا ہے، تو وہ یہ کہتا ہے: "میں اِس بات سے غیرت کھاتا ہوں کہ اُس کا

قال: "أغار عليه أن يعلمه غيره"[١]، فوقف خلف الحجاب، وناداه باسمه الوهاب، البعيد، الأقرب إلينا من حبل الوريد، فيجيبه الحقُّ بالمزيد وحقائق الوجود، وتقدَّس وتنزَّه، وتملَّك وتشبَّه، ودخل حيث شاء من جنّة الصفات، وارتاح[٢] في رياض الكلمات، وجال وصال[٣]، بالتجلّي المتعال، لا يُردّ له أمر، ولا يحجب عنه سِرّ. ونادى الحقُّ من عرش التنزيه، خلف حجاب عزّة التنويه: هذا عبدي حقًّا، وكلمتي صدقًا: عرف فأصَاب، وتأدّب فطَاب، فليقبل[٤] جميع ما تتضمنّه[٥] هذه الحضرة إليه، ولينُصَبْ ذلك كلّه بين يديه، ليأخذ ما يشاء مختارا، ويترك ما يشاء ادِّخارا، فيؤتي الملكَ مَن يشاء، وينزع الملك ممّن يشاء، ويعزّ من يشاء، ويذلّ من يشاء، بيده الخير، وهو على كلّ شيء قدير، وهو الحكيم الخبير.

وهذا مقامُ الأدباء، ومنزل الأمناء، وحضرة اللقاء. وكلّ واحدٍ من الواصلين إليه على قدر علمه، وقوّة عزمه، وإن شملهم المقام وعمّ؛ فمنهم التام والأتمّ. ومِن هذا المقام يرجع صاحب الجماعة، وفيه يبقى من قامت في حقّه الساعة، فهو المنتهى والختام، ومقام الجلال والإكرام. وفي هذا المقام قلت:

مَوَاقِفُ الحَقِّ أَدَّبَتْنِي وَإِنَّمَا يُوقَفُ الأَدِيبُ
أَشْهَدَنِي ذَاتَهُ كِفَاحًا فَلَمْ أَجِدْ شَمْسَهَا تَغِيبُ
وَاتَّحَدَتْ ذَاتُنَا فَلَمَّا كُنْتُ أَنَا العَاشِقُ الحَبِيبُ
أَرْسَلَنِي بِالصِّفَاتِ كَيْمَا يَعْرِفُنِي العَاقِلُ المُصِيبُ

---

[١] هذا قول أبي بكر الشبلي (٢٤٧-٣٣٤هـ)، ذكره الشيخ الأكبر في كتاب الحجب.

[٢] ن، ع، ومتن ج، و: وارتاضَ.

[٣] فلانٌ يَصُول ويَجُول: يفعل ما يشاء دون رادع، له سلطة كبرى.

[٤] ن: فليقل.

[٥] ن: تضمنه. س: يتضمّنه.

غیر اُسے جانے،" پس وہ حجاب کے پیچھے ٹھہر جاتا ہے، اور اُسے - جو ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے - اُس کے دور والے اسم "الوہاب" سے بلاتا ہے۔ پھر حق تعالی اُسے مزید حقائق الوجود سے جواب دیتا ہے، وہ پاک اور منزہ ہوا، مالک بنا اور مشابہت اختیار کی، اور جہاں چاہا صفات کی جنت میں گیا، کلمات کے باغات میں دل شاد ہوا، اور متعال کی تجلی سے جو چاہا کیا، نہ اُس کا حکم رد کیا جاتا ہے اور نہ اُس سے کوئی راز چھپتا ہے۔ پھر حق نے - عزت اور عظمت والے حجاب کے پیچھے سے - تنزیہ والے عرش سے پکارا: یہ میرا سچا بندہ اور سچا کلمہ ہے؛ اِس نے پہچانا تو پایا، ادب اختیار کیا تو زرخیز ہوا، اِسے ہر وہ شے قبول کرنی چاہیے جو یہ حاضرت اُسے پیش کرے، اور یہ سب اُس کے سامنے رکھا جائے، تاکہ وہ جو چاہے اختیار سے قبول کرے اور جو چاہے ذخیرہ کرتے ہوئے ترک کرے، (حق) جسے چاہے بادشاہت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے رسوا کرے، اسی کے ہاتھ خیر ہے، وہ ہر شے پر قادر ہے اور وہی الحکیم الخبیر ہے۔

یہ ادب والوں کا مقام، اعتماد والوں کی منزل اور ملاقات کی حاضرت ہے۔ اور اِس تک پہنچنے والوں میں سے ہر ایک یہاں اپنے علم کے حساب اور اپنے عزم کی قوت پر ہے، اگرچہ یہ مقام ان سب کو سموئے ہے؛ لیکن اِن میں کامل بھی ہیں اور اکمل بھی۔ اِسی مقام سے صاحبِ جماعت (یعنی خاتم الاولیا) لوٹتا ہے، اور اِسی (مقام) میں وہ باقی رہتا ہے کہ جس کی قیامت قائم ہو گئی، یہی (مقامِ) انتہا اور اختتام ہے اور یہی مقامِ جلال واکرام ہے۔ اِسی مقام کے بارے میں میرا کہنا ہے:

حق کے مواقف نے مجھے ادب سکھایا اور اَدب والوں کو ہی پاس بٹھایا جاتا ہے۔ اُس نے مجھے (اسما والی) ذات کا مشاہدہ کروایا، تو مجھے اُس کا سورج او جھل ہوتا دکھائی نہ دیا، جب میں عاشق اور حبیب تھا تو ہماری ذوات قریب ہوئیں، پھر اُس نے مجھے صفات کے ساتھ بھیجا تاکہ عاقل اور دانا مجھے پہچانے، ایسا شخص میرے قلب سے راز اخذ کرتا ہے اور یہی ان کے قلوب کی غذا ہے۔

فَيَأْخُـذَ السِّرَّ مِنْ فُؤَادِي   فَتَغْتَذِي[١] بِاسْمِهِ القُلُوبُ

فإن قلتَ: فأين معرفة الياقوتِ الأحمر، المصون في الصَّدف الأزهر؟

فأقول: إنّ معرفة الياقوت الأحمر أن لا يُعرَف، ولا يُحَدّ ولا يوصَفُ. فإذا علمتَ أنّ ثمّ موجودا لا يُعرف فقد عرفتَ، وإذا أقررتَ بالعجز عن الوصول إلى كنهه فقد وصلتَ؛ فقد صحّت الحقيقةُ لديك،[٢] واتّضحتِ الطريقةُ بين يديك. فإنّه مَن لم يقف على هذا العلم، ولا قام به هذا الحكم؛ يروم ما لا يحصل له، وذلك لمّا ذهل عنه وجهِله.[٣] فكفاك أن تعلم أن لا يُعلم، وهذا الحقُّ قد انبلج صُبحه فالزم، واقتدِ بالنبيّ والصدّيق إذ قال صلى الله عليه وسلم: «لا أُحصي ثناء عليك، أنت كما أثنيتَ على نفسك»، وهذا غاية العجز، ومعرفة مَن وقف عند حجاب العزّ. وقال الصدّيق الأكبر: "العجز عن دَرَك الإدراك إدراك" فلا سبيل إلى الاشتراك، وليس بعد حجاب العزّة الإلهيّة، إلّا الكيفيّة والماهيّة.

فسبحان من بَعُد وقرُب، وتعالى[٤] ونزل، وعرفه العارفون على قدر ما وهب. وحسْب كلّ عارف به ما كُسِّب فكَسَب، وذلك من صفات السَّلب. فغاية معرفتنا أنّه موجود، وأنّه الخالق والمعبود، وأنّه السيّد الصمد، المنزَّه عن الصاحبة والولد، وهذا كله راجع إلى التنزيه، وسلب التشبيه.

فتعالى[٥] أن تُعرَف منه صفات الإثبات، وجلّ أن تُدرِك كُنْهَ جَلَالِه المحدَثات. وإذا كانت صفات الجلال لا يُحاط بها، فكيف بمن قامت به واتّصف بها؟! فجلَّ الكبير المتعال، العزيز الذي لا يُنال. فبحر الياقوت الأحمر هو المسمّى بـ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ

---

[١] ش: فيغتذي.

[٢] هـ: هنا ينتهي النقص في النسخة بمقدار سبع صفحات المطبوع.

[٣] ب: من هنا الصفحات على غير الترتيب.

[٤] رسمها في ب: وتعلى.

[٥] رسمها في ب: فتعلى.

اگر تو پوچھے: یہاں سفید سیپی میں محفوظ سرخ یاقوت کی معرفت کہاں ہے؟

تو میں کہتا ہوں: سرخ یاقوت کی معرفت یہی ہے کہ وہ پہچانا نہیں جاتا، نہ حد میں سماتا ہے اور نہ وصف میں آتا ہے۔ جب تو نے یہ جان لیا کہ یہاں ایسا موجود بھی ہے جو پہچانا نہیں جاتا تب تُو نے پہچانا، اور جب تو نے اُس کی حقیقت تک پہنچنے سے عجز کا اقرار کیا تب تُو پہنچا؛ حقیقت تک تیری رسائی ہوئی اور طریقت تجھ پر واضح ہوئی۔ کیونکہ جو اِس علم سے واقف نہ ہوا، اور جس میں یہ حکم قائم نہ ہوا؛ تو وہ اُس کا متلاشی ہے جو اُسے مل نہیں سکتا، یہ اِس لیے کہ وہ اِس سے غافل اور جاہل رہا۔ تیرے لیے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ وہ جانا نہیں جاتا، یہ وہ حق ہے جس کی صبح ظاہر ہوئی سو اِسے تھام، اور نبی اور صدیق کی پیروی کر، جب آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تیری تعریف بیان نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف بیان کی۔" یہ عجز کی انتہا اور حجاب عزت سے واقف کی معرفت ہے۔ صدیق اکبر نے کہا: "ادراک کے ادراک سے عجز ہی ادراک ہے۔" لہٰذا اشتراک کی کوئی راہ نہیں، اور حجاب عزتِ الٰہی کے بعد صرف کیفیت اور ماہیت ہے۔

پس پاک ہے وہ جو دور ہوا اور قریب آیا، جو بلند ہوا اور جس نے نزول کیا، عارفین نے اُسے اُس کی وہب کردہ مقدار پر جانا۔ اور اُس کے ہر عارف کے لیے وہی معارف کافی ہے جن کا اُس نے کسب کیا، اور یہ سلبی صفات ہی ہیں۔ ہماری معرفت کی انتہا یہی ہے کہ وہ موجود ہے، وہ خالق اور معبود ہے، وہ آقا، ماوی اور ملجا ہے، وہ بیوی اور بیٹے سے منزہ ہے، یہ سب باتیں تنزیہ کی جانب لوٹتی اور تشبیہ سلب کرتی ہیں۔

پس بلند ہے وہ کہ اُس کی اثباتی صفات جانی جائیں، اور پاک ہے وہ کہ اُس کے جلال کی حقیقت محدثات کے ادراک میں آئے۔ اگر صفاتِ جلال ہی ادراک سے باہر ہیں تو اُس کا کیا کہنا جو اِن سے متّصف ہوا اور جس میں یہ قائم ہوئیں! وہ کبیر اور متعال پاک ہے، ایسا کمیاب جس تک پہنچا نہیں جاتا۔ پس سرخ یاقوت کے سمندر کا نام یہ ہے: ﴿اُس جیسی کوئی شے نہیں﴾

شَيْءٌ﴾[1]، و﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾[2]، فقد[3] أشار إلى حجاب العزّة الذي ذكرناه، والسّرّ الذي وصفناه.

---

[1] [الشورى: ١١].

[2] [الصافات: ١٨٠].

[3] و: وقد.

اور ﴿تیرا رب، رب العزت پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں﴾ (الصافات: ۱۸۰) بے شک اُس نے حجاب عزت اور اُس راز کی جانب اشارہ کیا جس کا ہم نے ذکر کیا یا جس سے اُسے موصوف کیا۔

الصفات
لمحةُ بارِق، وخيالٌ طارِق

قل للباحثِ عمّا لا يصل إليه، والطالبِ فوق ما يكفيه: هل عرف من الحقِّ غير ما أوجده فيه[1]؟ وإلّا فهل أثبتَ له ما لم يتّصفْ به، وهل زلتَ في معرفته عن الأمر المشبه[2] إلّا من طريق السلب والتنزيه، والتقديس ونفي التشبيه؟ إن قلتَ: هو الحيّ المتكلّم القدير المريد العليم السميع البصير، فأنت كذلك. وإن قلتَ: الرحيم القاهر حتى تستوفي أسماءه فأنت هنالك. فما وصفتَه سبحانه بوصفٍ إلّا اتّصفتْ به ذاتُك، ولا وسمتَه[3] باسْمٍ إلّا وقد حصَّلَتْ منه تخلّقًا وتحقّقًا مقاماتُك وصفاتُك. فأين ما أثبتَّ له دونك من جهة العين؟ وغاية معرفتك به أن تسلب عنه نقائص الكون، وسلْب العبد عن ربّه تعالى[4] ما لا يجوز عليه راجعٌ إليه.

وفي هذا المقام قال من قال: "سبحاني، ما أعظم شأني"[5] دون تواني! هيهات؛ وهل يُعَرّىٰ مِن شيء إلّا مَن لبِسه، أو يؤخذ شيء إلّا ممّن حبَسه! ومتى لبِس الحقُّ صفات النقص حتى نَسْلُبه عنها أو نُعَرّيه؟! ووالله ما هذه حالة التنزيه، وإنما الملحدُ الجاحدُ، حَكم على الغائب بالشاهد، وظنّ أنّ ذلك نص[6]؛ فنسب إليه النقص. فأنا[7]

[1] ر، ش: عليه.

[2] ن، ع، ج، س، هـ: المشتبه.

[3] ن، ع، ومتن ج، و: سمّيته.

[4] ر، ش: – تعالى.

[5] وهامش كل من ب، م، ر: + "ما أعظم شأني" وبجانبها كلمة: معًا، إشارة إلى صواب. ش، س، هـ: – ما أعظم شأني.

[6] ب، م، ج (شرح في الهامش): وظن أن ذلك نص: يعني أن تنزيهه لا مزيد عليه.

[7] و: فإذًا. س، هـ: فإنما.

صفات (کی معرفت)
چمکتی بجلی اور کھٹکتا خیال

اُس کھوجی سے کہہ جو اُس کی کھوج نہیں لگا سکتا، اور اُس طالب سے جو اپنی استعداد سے بڑھ کر چاہتا ہے: کیا اُس نے حق میں سے وہی نہ جانا جو (حق) نے اِس میں تخلیق کیا؟ اور اگر ایسا نہیں تو کیا اِس نے حق کے لیے وہ کچھ ثابت کیا جس سے یہ متّصف نہیں، اور کیا تشبیہ والے معاملے میں اُس کی معرفت سلب اور تنزیہ، تقدیس اور نفئ تشبیہ سے نہیں۔ اگر تو کہے: وہی الحی، المتکلم، القدیر، المرید، العلیم، السمیع اور البصیر ہے، تو تُو بھی یہ سب ہے۔ اگر تو یہ کہے: وہ الرحیم ہے القاہر ہے حتی کہ اُس کے سارے نام گنوا دے، تو تجھ میں بھی یہ (صفات) ہیں۔ پس تو نے حق سبحانہ کو جس وصف سے بھی موصوف کیا تو تیری ذات بھی اس سے موصوف تھی، اور تو نے اُسے جس نام سے بھی موسوم کیا تو تُو نے اُس سے تخلّق اور تحقّق سے وہ مقامات اور صفات پائیں۔ وہ (صفات) کہاں ہیں جو تو نے اُس کے لیے ثابت کیں مگر وہ تجھ میں نہیں؟ اُس کی معرفت میں تیری انتہا یہی ہے کہ تو اُس سے موجودات کے نقائص کی نفی کرے، اور بندے کا اپنے متعال ربّ سے وہ سلب کرنا جو اُس ذات کے لائق نہیں بندے کی جانب ہی لوٹتا ہے۔[1]

اِسی مقام پر کہنے والے نے کہا ہے: "پاک ہوں میں، میری کیا عظیم شان ہے!" بغیر کسی تاخیر کے۔ اور کیا کسی سے وہی لباس نہیں اُتروایا جاتا جو اُس نے پہن رکھا ہو، یا کسی سے وہی شے نہیں لی جاتی جو اُس کے پاس ہو! حق نے کب نقص والی صفات اوڑھیں کہ ہم اُس سے یہ اُتروائیں یا اِن کی نفی کریں؟! اللہ کی قسم! یہ تنزیہ والی حالت نہیں، بلکہ ملحد اور انکاری نے غائب پر شاہد کا حکم لگایا، اِس (تنزیہ کو) نص تصور کیا[2] اور اُس ذات کی جانب نقص منسوب کیا۔ میں تو اپنے

---

[1] یعنی بندہ اپنے نقائص کی نفی کرتا ہے۔
[2] یعنی یہ سمجھا کہ اس کی یہ تنزیہ سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

أنزِّه نفسي أن ألبَس ما لبسه هذا الملحد، وأعرّيها منه حتىٰ أكون المحقِّق الموحِّد؛ فنفسي إذَنْ نزَّهتُ، وذاتي قدَّستُ، والباري سبحانه منزَّه عن التنزيه فكيف عن التشبيه. فالتنزيه راجع إلىٰ تطهير محلِّك لا إلىٰ ذاته، وهو من جملة مِنَحِهِ لك وهِباته.

فاحمد اللهَ الذي قدّسك، وعلىٰ ثوب التنزيه الذي ألبسك، ولولا ما لاح لِعينك من ذلك لمحة بارق، وطرَقك عند هجعتك منه خيالٌ طارق؛ ما صحّتْ لك هذه العناية، ولا أَلبسك ثوب الخلافة والولاية، وخرجتَ بها في وجودك كما كنت عليها في الصفة العِلميّة، والمشيئة الاختياريّة، سابقةُ قِدم قبل خطّ القلم.[1]

فاعلم أنك متّصل به في الصفات المعنويّة(١١) من جهة الظلال من غير اتّصال، منفصل عنه بالصفات النفسيّة المجهولة في كلّ حال من غير انفصال. فلولا ما وصفك بأوصافه، واعتنىٰ بك في سورة أعرافه،[2] وأنزلك فيها منزلته في وقت القبضتين والتعالي، وقوله: «هؤلاء للجنّة ولا أبالي، وهؤلاء للنار ولا أبالي» لما[3] ارتفع عنه النفع والضرر، وتنزَّه عن صفات البشر، فقال تعالىٰ: ﴿وَعَلَى ٱلْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ﴾[4]، وما كانوا له وفيه وما هم،[5] وذلك لمّا خلق سبحانه هذا الشخص الإنساني علىٰ صورته، وخصَّه بسريرته. فصفات الحقّ صفات العبد، ولا[6] تعكس فتنكس.

---

[1] ر (في الهامش نقل ما وجد في النسخة الأصلية): بلغت مقابلة وقراءة من محمد بن إسحق علىٰ شيخه رضي الله عنه.

[2] أي أخذ الميثاق وهو المقام بين مقام الوجود والعدم.

[3] في ب، م، و (متن): حين ارتفع. وفي ع، ج، ب، و (الحاشية)، ن: لما ارتفع. مع كلمة معا.

[4] [الأعراف: ٤٦] أي هذا مقام التعريف؛ فإنه مكان عال عن غيره، الواقف فيه ظاهر فهو أعرف من غيره.

[5] أي ويعرفون السبب الذي لأجله يكونوا من أهل الأعراف.

[6] ع، ج: فلا.

نفس کو بھی اس سے منزہ جانتا ہوں کہ پہلے اِسے وہ اوڑھاؤں جو اِس ملحد نے اوڑھایا، اور پھر اِس سے یہ اتروا‌ؤں تاکہ میں بھی محقق اور موحد بن جاؤں؛ پس میں نے اپنے نفس کی تنزیہ کی اور اپنی ذات کو ہی پاک کیا، وہ باری (تعالی) تنزیہ سے بھی منزہ ہے تشبیہ کا کیا کہنا۔ تنزیہ تو تجھے پاک کرتی ہے نہ کہ اُسے، اور ایسی (تنزیہ) اُس کے جملہ تحائف اور انعامات میں سے ہے۔

لہٰذا اللہ کی تعریف کر جس نے تجھے پاک کیا، تجھے تنزیہ والا لباس اوڑھایا، اگر وہ تیری آنکھ پر یہ چمکتا منظر ظاہر نہ کرتا، اور تیری اوّل رات کی نیند میں اپنی طرف سے عائد کردہ خیال سے تجھے نہ جھنجھوڑتا؛ تو تیرے لیے یہ عنایت بھی درست نہ ہوتی، نہ وہ تجھے خلافت اور ولایت کی خلعت پہناتا، اور نہ تو اپنے وجود میں ویسے ظاہر ہوتا جیسا کہ تو اپنی علمی صفت اور اختیاری مشیت (یعنی عین ثابتہ والی حالت) میں قلم کی لکھائی سے قبل سابقت اور قِدم میں تھا۔

اور جان لے کہ تو معنوی صفات[1] میں ظل ہونے کی جہت سے بغیر اتصال کے اُس سے جڑا ہے، اور غیر معلوم نفسی صفات میں ہر حال میں بغیر انفصال کے اُس سے جدا ہے۔ اگر اُس نے تجھے اپنے اوصاف سے متصف نہ کیا ہوتا، اور اعراف کی منزل میں[2] تجھ سے میثاق نہ لیا ہوتا، اور اِن (صفات) میں تجھے اپنے مقام پر نہ بٹھایا ہوتا- جب تو دو مٹھیوں میں تھا یا بلند تھا- جو اُس کا یہ کہنا ہے: "یہ جنت میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں اور یہ جہنم میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں" حالانکہ اُسے تو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں، وہ تو بشری صفات سے پاک ہے۔ اُس متعال نے فرمایا: ﴿اور تعریف والے مقام میں ایسے لوگ ہیں جو سب کو ان کی نشانیوں[3] سے پہچانتے ہیں﴾ (الاعراف: ۴۶) اور اس سبب کو بھی پہچانیں گے جس کی وجہ سے وہ اس مقام میں آئے۔ وہ اِس لیے کہ جب سبحانہ نے اِس انسانی شخص کو اپنی صورت پر تخلیق کیا، اِسے اپنے راز سے مخصوص کیا، تو پھر حق کی صفات ہی بندے کی صفات ہوئیں، اور انہیں مت اُلٹا نہیں تو تجھے الٹایا

---

[1] معنوی صفات وہ صفات ہیں کہ ان کے اٹھ جانے سے بھی موصوف ذات باقی رہتی ہے، جبکہ نفسی صفات کے اٹھ جانے سے موصوف ذات باقی نہیں رہتی؛ یعنی نفسی صفات اس ذات کی عین ہیں۔

[2] یعنی وجود اور عدم کے درمیان۔

[3] یہ تعریف والا مقام ہے، یعنی مقامِ اعراف والے پہچان میں آگے ہوں گے۔

فانظر إلى ما أشرنا إليه في هذه الشذور[١]، وتأمّل ما وراء هذه الستور، وتحقق ما حصل عندك من معرفة الصفات، وإيّاك والالتفات، فما عرفتَ قطّ صفةً على الحقيقة من معبودك، وإنما عرفتَ ما تحصّل من الأوصاف في أركان وجودك؛ فما زلتَ عنك، وما خرجتَ منك، والتحقتْ صفاتُه بذاته، فتنزّهتْ عن تعلُّق عِلمك بماهيّتها، واتّصلتْ في ذلك بمعرفتك بذاتها؛ فأنت العاجز عنهما، والواقف دونهما.

فعلى طريق التحقيق، ما عرفتَ ربّك من كلّ طريق، وما عرفتَ أيضًا سِواه، ولا نزّهتَ موجودا إلّا إيّاه. فإن قلت إنّك عرفتَه؛ قلتَ الحقّ وأنت اللّاحِق،[٢] وإن قلت إنّك لم تعرفه؛ قلتَ الصدق وأنت السابق.[٣] فاختر النفي لنفسك أو الإثبات، فقد تنزّهتِ الصفات عن تعلّق العلم الحادث بها كما تنزّهتِ الذات.

---

[١] ب، ج (معنى الشذور): القِطع من أجزاء الشيء.

[٢] اللاحق هو عثماني المشهد أو صاحب دليل فكر فتقول ما رأيت شيئا إلا رأيت الله بعده.

[٣] والسابق هو أبي بكر الصديق الذي يقول: ما رأيت شيئا إلا رأيت الله قبله.

جائے گا۔[1]

دھیان دے کہ اِن شذرات میں ہم نے کس جانب اشارہ کیا، اور غور کر کہ ان حجابات کے پیچھے کیا ہے، صفات کی اُس معرفت کو متحقق کر جو تجھے حاصل ہے، لیکن کسی ایک جانب مت جھک، کیونکہ تجھے اپنے معبود کی کسی ایک صفت کی بھی حقیقی معرفت نہیں، بلکہ تو نے انھی اوصاف کو جانا جو تیرے وجود کے ارکان میں تجھے حاصل ہیں؛ تو خود میں ہی گم ہے، خود سے باہر نہیں نکلا، جبکہ اُس کی صفات اُس کی ذات سے جاملیں، اور اپنی ماہیت کی بدولت تیرے علم کے تعلق سے پاک ہوئیں، اور اس بارے میں اس ذات سے جاملیں جس کی تجھے معرفت نہیں؛ جبکہ تو اِن دونوں سے عاجز اور لاعلم ہے۔

تو نے کسی طور اپنے رب کو نہیں پہچانا، اور نہ ہی اُس کے غیر کو پہچانا، لیکن تُو نے جس موجود کو منزہ کیا تو اُسے ہی کیا۔ اگر تو یہ کہے: تو نے اُسے پہچانا؛ تو نے حق کہا اور تو لاحق[2] ہے، اگر تو یہ کہے: تو نے اُسے نہیں پہچانا؛ تو نے سچ کہا اور تو سابق[3] ہے۔ پس اپنے لیے نفی یا اثبات چن لے، بیشک صفات بھی علم حادث کے تعلق سے ویسے ہی پاک ہیں جیسا کہ ذات پاک ہے۔

---

[1] حق کی صفات بندے کی صفات ہوئیں لیکن بندے کی صفات حق کی صفات نہ ہوئیں۔

[2] لاحق یعنی صاحب فکر جو یہ کہتا ہے: میں نے کسی شے کو بھی دیکھا تو اس کے بعد اللہ کو دیکھا۔

[3] سابق جو مثل ابو بکر صدیق یہ کہتا ہے: میں نے کسی شے کو بھی دیکھا تو اس سے پہلے اللہ کو دیکھا۔

الأفعال

موجٌ ضَرَبَ[1] في الساحل وانصرف، وترك به اللؤلؤَ والصَّدَف؛
فمن الناس[2] من زهد، ومنهم من اغترف.

ولمّا كانت نجوم السماء السيّارة، تضاهي بعض الأسماء من باب الإشارة، وهي في باب الأحكام، على ضروب وأقسام: فمنها ما هو لسلب النقائص والتشبيه ونفي المماثلة للتنزيه، وهو حظُّنا في هذا التركيب مِن علم الذات. ومنها ما هو من شرط الألوهيّة وممّا لا تنتقص[3] بعدمه لو جاز عليه الماهيّة، وهو علم الصفات. ومنها ما هو لتعلّق إيجاد العين، والتأثير في عالم الكون، وهو علم[4] صفات الأفعال.

فنقول على هذا الصراط السَّويّ، في اسمه القدّوس العزيز الغنيّ: صفاتُ جلال. ونقول في اسمه العليم السميع البصير: صفاتُ كمال. ونقول في اسمه الخالق الباري المصور: صفاتُ أفعال. وما فيها - والحمد لله - صفةٌ إلّا لنا فيها قَدم، ولنا إليها طريق أَمم.[5] فهذا الباب لصفات الفعل، وهو من باب الطَّوْل والفضل، والإنعام والبذل.

امتنّ سبحانه أوّلا بالإيجاد من غير أن يجب ذلك عليه، أو يضطرّه أمرٌ إليه، بل كان مختارا بين العدم والوجود، فاختار أحد الجائزَين ترجيحا وسعادة للعبيد، فعلّق بنا القدرة بين العدم والوجود ولا بينيّة، فبرزنا للعين عن تعلّقها دون كيفيّة؛ إذ

---

[1] ن: صرَّف.

[2] ع، ومتن ج، و: فمنهم (بدلا من: فمن الناس).

[3] ع، ج: ومنها ما لا تنقص. ن: ومنها ما لا ينقص. هـ: ما لا ينتقص.

[4] م (رسم الكلمة): على.

[5] ب، ج (معنى طريق أمم): طريق قاصد. س: أتم.

افعال (کی معرفت)
وہ موج جو ساحل سے ٹکرائی اور وہاں موتی اور سیپی چھوڑ آئی
کچھ لوگوں نے زہد اختیار کیا جبکہ کچھ نے پانی کا گھونٹ پیا

چونکہ آسمان کے ستارے حرکت میں ہیں، تو یہ اشارۃً بعض اسما سے مشابہت ہے، یہ احکام کے باب میں سے ہیں اور اِن کی متعدّد انواع و اقسام ہیں: اِن میں سے کچھ نقائص اور تشبیہ سلب کرتے، تنزیہ کی خاطر مماثلت کی نفی کرتے ہیں؛ جو علم ذات کی اس ترکیب میں ہمارا نصیب ہے۔[1] اور کچھ (اسما) الوہیت کی شرط ہیں، اور جن کے نہ ہونے سے ذات میں کمی نہیں ہوتی، یہ علمِ صفات ہے۔ اور اِن میں سے بعض (اسما) کا تعلق عین کی ایجاد اور عالم وجود میں تاثیر سے ہے، اور یہ صفاتِ افعال کا علم ہے۔

ہم اِس طریقے پر اُس کے اسم القدوس، العزیز، الغنی کو صفاتِ جلال میں شمار کرتے ہیں۔ اُس کا اسم العلیم، السمیع، البصیر صفاتِ کمال میں سے ہے۔ اور اس کے اسم الخالق، الباری، المصور کا تعلق صفاتِ افعال میں سے ہے۔ اور ان (صفات) میں – کہ اس پر اللہ کا شکر ہے – کوئی ایسی صفت نہیں کہ جس میں ہمارا نصیب نہ ہو یا جو سیدھی ہم تک نہ آتی ہو۔ یہ صفاتِ فعل کا باب ہے، جو قدرت و فضل اور انعام و بذل سے ہے۔

اُس سبحانہ نے سب سے پہلے ایجاد کا انعام کیا، حالانکہ یہ اُس پر واجب نہ تھا، کسی نے اُسے اِس پر مجبور نہ کیا، بلکہ وہ عدم اور وجود کے درمیان صاحب اختیار تھا، سو اُس نے بندوں کی سعادت کے لیے دو امکانات میں سے ایک کا انتخاب کیا، چنانچہ عدم اور وجود کے درمیان – حالانکہ یہ درمیان نہیں – قدرت کا ہم سے تعلق بنا، اور اِس تعلق کی وجہ سے ہم بغیر کیفیت کے وجود پذیر ہوئے؛ کہ یہ نہ موجود سے متعلق تھی، نہ مفقود سے۔ یہ وہ سمندر ہے کہ جس کی کوئی تہہ

---

[1] یعنی علم ذات کی معرفت میں ہمارا نصیب سلب اور تنزیہ ہے۔

كانت غير متعلّقة بموجود، ولا أيضا متعلّقة بمفقود. وهذا بحرٌ ليس له قعر؛ فرددناه للفصل المتقدِّم، ولم أكن فيه بالجائر المتحكّم. وذلك لو علمنا حقيقة القدرة الأزليّة، وماهيّتها في العالميّة؛ لعرفنا كيف تحقّقتْ ومتى تعلّقتْ. ولم نقدر في هذا الباب على قياس الغائب على الشاهد، لأنّا ما اجتمعنا على معنًى واحد. إذ ليس للقدرة الحادثة تعلُّقٌ بإيجاد كون[١]، وإنما هو سببٌ عارٍ لإبراز عين[٢]، وحجابٌ نصبَه الحقّ في أوّل الإنشاء، ليُضلّ به[٣] من يشاء ويهدي[٤] من يشاء.

والفعل قد يكون نفس المفعول بالسببيّة والاشتباه، كقوله تعالى: ﴿هَٰذَا خَلْقُ اللَّـهِ﴾[٥] أي مخلوق الله، وقد يكون عبارة لحالهِ[٦] عند تعلّق الفاعل بالمفعول، وكيفيّة تعلّق القدرة الأزليّة بالإيجاد الذي حارت فيه المَشاهد والعقول. وكلُّ من رام الوقوف[٧] نكص على عقِبه، ورجع على مذهبه، وهو قوله تعالى: ﴿مَا أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ﴾[٨]. وقال[٩] في حقّ[١٠] أنفَسِهم وأَقدَسهم[١١] حين قال له: ﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ﴾[١٢]؛ فأراه آثار القدرة لا تَعلّقها؛ فعرف

---

[١] ن: الكون.

[٢] ن: العين.

[٣] ن: – به.

[٤] م، ع، ج، هـ: + به.

[٥] [لقمان: ١١]

[٦] ر، ش، هـ: لحالة.

[٧] ع، ج: + عليه.

[٨] [الكهف: ٥١]

[٩] ع، و: ولا. س: + تعالى.

[١٠] ج، ش: خلق.

[١١] يشير هنا إلى سيدنا إبراهيم عليه السلام.

[١٢] [البقرة: ٢٦٠].

نہیں ؛ ہم اسے اگلے باب کے لیے چھوڑتے ہیں، اور اس بارے میں منصفانہ رویہ اپنائیں گے۔ وہ یوں کہ اگر ہم ازلی قدرت کی حقیقت ، یا عالم میں اس کی ماہیت جان جائیں ؛ تو یہ بھی جان جائیں گے کہ یہ کیسے متحقّق اور کب متعلق ہوتی ہے۔ اِس باب میں ہم غائب کا شاہد پر قیاس نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم سب کسی ایک معنی پر مجتمع نہیں ؛ بیشک حادث قدرت سے کوئی موجود ایجاد نہیں ہوا، بلکہ یہ تو عین کے ظہور کا ناقص سبب اور وہ حجاب ہے جو حق نے پہلی تخلیق میں رکھا، تاکہ اِس سے جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے۔

بعض اوقات سببیّت اور اشتباہ سے فعل ہی در اصل مفعول ہوتا ہے، جیسا کہ اُس متعال کا یہ کہنا: ﴿یہ اللہ کی تخلیق ہے﴾ (لقمان: ۱۱) یعنی اللہ کی مخلوق ہے، اور بعض اوقات جب فاعل کا مفعول سے تعلق ہو تو (فعل) اُس کے حال کی تعبیر، اور ازلی قدرت کے ایجاد سے تعلق کی وہ کیفیت ہوتا ہے جس میں مشاہدہ کرنے والا اور عقول سرگرداں ہوگئے۔ جس کسی نے بھی اِس پر مطلع ہونا چاہا تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور الٹے پاؤں لوٹا، یہ اُس متعال کا کہنا ہے: ﴿میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر گواہ نہیں بنایا اور نہ ہی ان کی اپنی تخلیق پر (گواہ بنایا)﴾ (الکھف: ۵۱) اور ان میں سب سے نفیس اور پاک ہستی (ابراہیم علیہ السلام) کے بارے میں کہا، جب آپ نے ربّ سے سوال کیا: ﴿اے ربّ! مجھے دکھا تُو مردے کو کیسے زندہ کرے گا؟﴾ (البقرۃ: ۲۶۰) تو رب نے قدرت کے آثار دکھائے، اِس کا تعلق نہیں ؛ اور آپ تخلیق کی کیفیت اور اجزا

كيفيّة الإنشاء والتحام الأجزاء، حتى قام شخصا سويّا. وما رأى تعلّق قدرة ولا حقّقها.[1] فقال له الخبير العليم: ﴿اعْلَمْ أَنَّ اللَّـهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[2] نفيًا لما تقدّمه من صورة الأطيار، وتفريقه[3] الأطوار.

وكما نفخ المسيحُ في صورة الطينِ الروحَ فانتفض طيرا، وأظهرَ في الوجود خيرا، فكان النفخ له حجابا، وما فتح له من باب تعلّق القدرة بابا، وكذلك يقول من شاء الله تعالى أن يقول للشيء "كن" فيكون ذلك عند أمره، وينفرد الحقّ بسرّ نشئِه ونشرِه. فالتفاضل بين الخلق إنما هو في الأمر الحقّ: فشخص يكون أمرهُ ربّانيًّا لتحقُّقِه فيكون عنه ما يشاء، وآخر غير متحقِّق، ليس له ذلك، وإن كان قد ساواه في الإنشاء. فسبحان من انفرد بالاختراع والخلق، وتسمّى بالواحد الحقّ، لا إله إلّا هو العزيز الحكيم.

---

[1] ن، ع، ج، و: تحققها.

[2] [البقرة: ٢٦٠]

[3] ر: وتفريعه. ش: وتقريعه.

کا جڑنا جان گئے یہاں تک کہ وہ (پرندہ) ایک کامل صورت میں کھڑا ہو گیا۔ نہ آپ نے قدرت کا تعلق دیکھا اور نہ ہی اُسے متحقّق کیا۔ پھر اللہ الخبیر العلیم نے آپ سے کہا: ﴿جان لو کہ اللہ عزت والا حکمت والا ہے﴾ (البقرۃ: ۲۶۰) یہ پرندوں کی اُس پہلی صورت کے برخلاف تھا جس میں ان کے اجزا جدا جدا تھے۔

جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب مٹی کی مُورت میں روح پھونکی تو وہ متحرک پرندہ بن گیا، آپ نے وجود میں خیر کو ظاہر کیا، پس یہ پھونکنا آپ کے لیے حجاب تھا۔ آپ پر بھی قدرت کے تعلق کا دروازہ نہ کھولا گیا۔ اسی طرح جب کوئی اللہ کی مشیت سے کسی شے کو "کُن" کہے اور وہ شے اُس کے حکم پر وجود پذیر ہو جائے، تو صرف اللہ ہی اِس کی تخلیق اور زندگی کے راز کو جانتا ہے۔ مخلوق کی آپسی فضیلت تو امرِ حق میں ہے: کسی شخص کا امر اُس کے تحقّق کی بدولت ربانی ہوتا ہے تو اِس سے وہ صادر ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے، جبکہ دوسرا غیر متحقّق ہے، اُسے یہ قدرت نہیں، حالانکہ تخلیق میں یہ اُس کے برابر ہے۔ پس پاک ہے وہ جو اختراع اور تخلیق میں یکتا ہے، وہی الواحد الحق ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

محاضرةٌ أزليّةٌ على نشأةٍ أبديّةٍ[1]

اجتمعت الأسماءُ بحضرة المسمّىٰ اجتماعا كريما وِتريًّا منزَّها عن العدد، في غير مادة ولا أمد. فلمّا أخذ كلُّ اسم فيها مرتبته، ولم يتعدّ منزلته، فتنازعوا الحديث دون محاورة، وأشار كلّ اسم إلى الذي بجانبه دون ملاصقة ومجاورة[2]، وقالت: يا ليت شعرنا؛ هل يتضمّن الوجودُ غيرنا؟ فما عرف واحد منهم[3] ما يكون، إلّا اسمان؛ أحدهما العِلم المكنون. فرجعتِ الأسماءُ إلى الاسم العليم الفاضل[4]، وقالوا: أنت لنا الحكيمُ العادل[5]، فقال: نعم، بسم الله؛ وأشار إلى الاسم الجامع. الرحمن؛ وأشار إلى الاسم التابع.[6] الرحيم؛ وأشار إلى الاسم العظيم. وصلّى الله؛ ورجع إلى الجامع من جهة الرحمة. على النبيّ؛ وأشار إلى الاسم الخبير والعليّ. محمد الكريم؛ وأشار إلى الاسم الحميد. خاتم الأنبياء وأوّل الأمّة، وصاحب لواء الحمد والنعمة.

فنظر من[7] الأسماء، مَن لم يكن له فيما ذكره العليم حَظ، ولا جرىٰ عليه من اسمه الكليم لفظ، وقال للعليم[8]: مَن ذا الذي صلّيتَ عليه، وأشرتَ في كلامك إليه، وقرنتَه بحضرة جمعِنا، وقرعتَ به باب سمعِنا، ثمّ خصصتَ بعضنا بالإشارة والتقييد

---

[1] هـ: من هنا يبدأ نقص جديد في نسخة بمقدار أربع صفحات المطبوع.

[2] ع، ج: ولا مجاورة.

[3] ب، م، ن، و، ج، ع، س: عرف منهم واحد.

[4] ب، ن، و، ع، ج: الفاصل. شاهد من الفتوحات: ثم حق الغير في رتبته... آخرا عند العليم الفاضل. [السفر: ٣١، ص ١١١ب]

[5] ب، و، ر، س: الحكَمُ العَادِل م: الحكم والعادل.

[6] ن: – التابع.

[7] ن: في.

[8] م، ن، و: العليم. ج: إلى العليم.

اسمائے الٰہیہ کا ازلی مکالمہ

تمام اسما حاضرتِ مسمی میں جمع ہوئے، یہ عدد سے منزہ ایک کریم وتری اجتماع تھا، کہ نہ وہاں زمان تھا نہ مکان۔ جب (اس اجتماع میں) ہر اسم اپنے مرتبے پر پہنچا اور اپنی منزلت سے متجاوز نہ ہوا، تو انہوں نے بحث و تکرار کے بغیر گفتگو کا آغاز کیا۔ ہر اسم نے اپنے برابر والے (اسم) کی طرف متمیز حیثیت میں اشارہ کیا۔ وہ بولے: کاش ہم جانتے! کیا وجود میں ہمارے سوا بھی کچھ ہے؟ سواِن میں دو اسما کے سوا کسی نے نہ جانا کہ کیا ہونا ہے؛ اِن میں ایک (اسم) ''مخفی علم'' تھا۔ پس تمام اسما ''اسم العلیم الفاضل'' کی جانب لوٹے اور بولے: تو ہمارے لیے ''الحکیم العادل'' ہے، وہ بولا: ہاں، **بسم اللہ**؛ سواُس نے اسم الجامع کی طرف اشارہ کیا۔ **الرحمن**؛ پھر اسم التابع کی طرف اشارہ کیا۔ **الرحیم**؛ اور اسم العظیم کی آگاہی بخشی۔ **وصلی اللہ** (یعنی اللہ کی رحمت ہو)؛ یہاں رحمت کی جہت سے پھر جامع اسم (اللہ) کی جانب لوٹا۔ **علی النبی** (یعنی نبی پر)؛ یہ اسم الخبیر اور العلی کی جانب اشارہ ہے۔ **محمد الکریم** (یعنی کرم والے محمد پر)؛ یہ اسم الحمید کی جانب اشارہ ہے۔ **خاتم الانبیا، واوّل الامہ، وصاحب لواء الحمد والنعمہ** (یعنی انبیا کے خاتم، اُمت کے اوّل، حمد و نعمت کے پرچم والے رسول پر)۔

سو اسما میں سے ایک اسم نے غور کیا جو العلیم کی ذکر کردہ بات سے بے بہرہ تھا، جو الکلیم کے ادا کردہ لفظ سے ناآشنا تھا، وہ العلیم سے بولا: آپ نے کس پر درود بھیجا؟ اپنی بات میں کس کی طرف اشارہ کیا؟ کسے ہماری جامع حاضرت سے ملایا؟ اور یہ کس کا نام ہماری سماعتوں سے ٹکرایا؟ پھر ہم میں سے چند (اسما) کو اشارے اور تقیید سے اُس کے اسم الرحیم اور الحمید سے ملایا؟

إلى اسمه الرحيم والحميد؟

فقال لهم: يا عجبا! وهذا هو الذي سألتموني عنه أن أبيّنه لكم تحقيقا، وأوضح لكم إلى معرفته طريقا؛ هو موجود يضاهيكم في حضرتكم، وتظهر عليه آثار نفحتكم، فلا يكون في هذه الحضرة شيء إلّا ويكون فيه، ويحصِّله ويستوفيه، ويشارككم في أسمائكم، ويعلم بي حقائقَ أنبائكم، وعن هذا الموجود المذكور، الصادر من حضرتكم – وأشار إلى بعض الأسماء، منها: الجود والنور – يكون الكون والكيف والأين، وفيه تظهر بالاسم الظاهر[1] حقائقكم، وإليه – بالاسم المانّ وأصحابه – تمتدّ رقائقكم.

فقالت: نبّهتَنا على أمرٍ لم نكن به عليما، وكان هذا الاسم – وأشارت إلى المفضّل[2] – علينا عظيما؛ فمتى يكون هذا الأمر، ويلوح هذا السّرّ؟ فقال: سألتم الخبير، واهتديتم بالبصير، ولسنا في زمان، فيكون بيننا وبين وجود هذا الكون مدّة وأوان، فغايةُ الزمان في حقّنا ملاحظةُ المشيئة حضرةَ التقديم والنسيئة[3]، فتعالوا نسأل هذا الاسم الإحاطي في جنسه، المنزَّه في نفسه، وأشار إلى المريد.

فقيل له: متى يكون عالم التقييد في الوجود الذي يكون لنا فيه الحُكم والصَّوْلة، ونجول بظهور آثارنا عليه في الكون على ما ذكره الاسم الحكيم[4] جولة؟ فقال المريد: وكأنّ به قد كان، ويوجد في الأعيان. وقال الاسم العليم: ويسمّى بالإنسان، ويصطفيه الاسم الرحمن، ويفيض عليه الاسم المحسن وأصحابه سوابغ الإحسان.

فأطلقَ الاسم الرحمن محيَّاه، وحيّا المحسنَ وبَيَّاه[5]، وقال: نِعم الأخ ونِعم

---

[1] ن: وفيه يظهر الظاهر بالاسم الباطن حقائكم. ع، ج: الباطن.

[2] إشارة لقوله تعالى: ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّـهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ [النساء: ١١٣]

[3] النسيئة: التأخير. س: والنسبية.

[4] ن: العليم. ج: + العليم.

[5] بيّاه: أضحكه وبشّره.

وہ بولا: حیرت ہے! یہی تو وہ ہے کہ جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا، کہ میں تحقیق سے اِسے تم پر واضح کروں، اور تم پر اِس کی معرفت کی راہ کھولوں؛ یہ موجود تمہاری حاضرت میں تمہارے جیسا ہے، اِسی پر تمہاری عطایات کے آثار ظاہر ہونے ہیں۔ اِس حاضرت کی ہر شے اِسی میں ہے، یہی اِس کے کسب سے اِسے پورا کرتا ہے، یہ تمہارے اسما میں تمہارا شریک ہے، اور مجھ سے تمہارے حقائق کی خبر رکھتا ہے۔ تمہاری حاضرت سے نکلے اِسی مذکورہ موجود سے -پھر اس نے چند اسما کی جانب اشارہ کیا جن میں الجود اور النور شامل ہیں- کائنات، کیفیت اور مکان نے وجود پذیر ہونا ہے، اور اِسی (موجود) میں اسم ظاہر سے تمہارے حقائق کا ظہور ہونا ہے، اور اسی کی جانب- اسم المان اور اس جیسے دیگر اسما سے- تمہارے رقائق[1] کا نشور ہونا ہے۔

وہ بولے: تو نے ہمیں وہ بات بتائی کہ جس سے ہم لاعلم ہیں، اور یہ "فضل والا" اسم تو ہمارے لیے عظیم ہے؛ سو ایسا کب ہو گا؟ یہ راز کب کھلے گا؟ وہ بولا: تم نے الخبیر سے پوچھا اور البصیر سے ہدایت مانگی ہے، لیکن ہم زمانے میں نہیں کہ ہمارے اور اِس موجود کے وجود پذیر ہونے میں کوئی مدت اور وقت ہو، ہمارے لیے تو وقت یہی ہے کہ حاضرت تقدیم و تاخیر میں مشیت کا دھیان کریں۔ سو آؤ ہم سب مل کر اپنی جنس میں احاطے والے اسم سے سوال کریں، جو خود میں منزہ ہے، اور پھر "المرید" کی جانب اشارہ کیا۔

اُس سے پوچھا گیا: اِس عالم تقیید کا ظہور کب ہے جس میں ہمارا حکم اور زور ہے؟ کب ہم اپنے آثار کے ظہور سے کائنات کی اُس سیر کو جائیں گے، جس سیر کا ذکر اسم الحکیم کرتا ہے؟ المرید بولا: جس کا ہونا مقدور ہے یہ سمجھو کہ (عنقریب) اس کا ظہور ہے۔ اسم العلیم بولا: اِس کا نام انسان ہے، یہ منتخب شدہ از اسم الرحمن ہے، اسم المحسن اور اُس کے ساتھیوں کا اِسے فیضان اور اِس پر احسان ہے۔

اسم الرحمن نے رحمت کا فیض بخشا اور (اسم) المحسن نے اِسے زندگی اور رفعت بخشی، وہ بولا:

---

[1] رقائق سے مراد نور کے لطیف دھاگے ہیں۔

الصاحب، وكذلك الاسم الواهب. فقام الاسم الوهاب، وقال: أنا المعطي بحساب وغير حساب. فقال الاسم الحسيب: أقيِّد عليكم ما تهبونه، وأحسب عليكم ما تعطونه، بشهادة الاسم الشهيد، فإنّي صاحب الضبط والتقييد. غير أنّ الاسم العليم قد يعرِّف المعطَىٰ له ما تحصّل له في وقت، ويبهِم عليه الاسم المريد في وقتٍ إبهامًا يعلمه ولا يُمضيه، ويريد الشيءَ ويريد ضدَّه فلا يقضيه، فلا زوال لي عنكما، ولا فراق لي منكما، فأنا لكم لزيم، ونِعم الجار والحميم.

فتوزّعتِ الأسماءُ كلّها مملكةَ العبد الإنساني علىٰ هذا الحدّ الربّاني، وتفاخرتْ في الحضرة الإلهيّة الذاتيّة بحقائقها، وبَيّنتْ حُكم مسالكها وطرائقها، وتعجّلوا[١] وجودَ هذا الكون رغبة في أن يظهر لهم عين. فلجئوا إلىٰ الاسم المريد الموقوف عليه تخصيص الوجود، وقالوا: سألناك بهذه الحضرة التي جمعَتْنا، والذات التي شملَتْنا، إلّا ما علّقتَ نفسَك بهذا الوجود المنتظَر فأردتَه، وأنت يا قادر؛ سألناك بذلك إلّا ما أوجدتَه، وأنت يا عالِم[٢]؛ سألناك بذلك إلّا ما أحكمتَه، وأنت يا رحمن؛ سألناك إلّا ما رحمتَه، ولم تزل تسأل كلّها واحدا واحدا، قائما وقاعدا.

فقال القادر: يا إخوتنا[٣]؛ علىٰ المريد بالتعلّق، وعليّ بالإيجاد. وقال العليم: علىٰ القادر بالوجود، وعليّ بالإحكام. فقام الرحمن، وقال: وعليّ[٤] بصلة الأرحام؛ فإنّه شجنة منّي فلا صبر له عنّي. فقال له القادر: كلّ ذلك تحت حُكمي وقهري. فقال القاهر: لا تفعل؛ إنّ ذلك لي وأنت خديمي، وإن كنتَ صاحبي وحميمي. فقال العليم: أمّا الذي قال: "تحت حكمي"، فلِتقدُّم عِلمي.

فتوقَّف الأمر علىٰ جميع الأسماء، وأنّ بجملتها يصحّ وجود عالَم الأرض

---

[١] ن، ع، ج، س: + في.

[٢] ن، ع، ج، س: عليم.

[٣] ر، ش: يا إخواننا. ن: – يا إخوتنا.

[٤] و: عليّ.

تو خوب بھائی اور صاحب ہے، اور اِسی طرح اسم الواھب ہے۔ اسم الوھاب کھڑا ہوا اور بولا: میں حساب اور بغیر حساب کے دیتا ہوں۔ اسم الحسیب بولا: تم جو کچھ دیتے ہو وہ سب میں اسم الشہید کی شہادت سے لکھتا اور اُس کا حساب رکھتا ہو، کیونکہ میں کاتب اور محاسب ہوں۔ مگر اسم العلیم کبھی "المعطی لہ" (یعنی جسے دیا گیا) کو وہ بتاتا ہے جو اُسے اُس وقت حاصل ہوا، اور کبھی اسم المرید اُس پر یہ مبہم کر دیتا ہے، وہ اِسے جانتا ہے لیکن نافذ نہیں کرتا، چنانچہ (المرید) کوئی شے اور اِس کا الٹ دونوں چاہتا ہے اور فیصلہ صادر نہیں کرتا۔ (پھر اسم الجامع بولا:) میں تم دونوں سے الگ نہیں، اور نہ تم مجھ سے جدا ہو، کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اور تم کیا خوب دوست اور ہمسایے ہو۔

لہٰذا تمام اسمائے الٰہیہ نے انسانی بندے کی مملکت کو اِس ربّانی حد پر بانٹ لیا، اور حاضرت الٰہیہ الذاتیہ میں اپنے اپنے حقائق پر ناز کیا، سب نے اپنے اسلوب اور دستور کا حکم واضح کیا، اور اِس رغبت میں اُس مخلوق کے وجود میں جلدی کی کہ اُن کے عین کا ظہور ہو۔ پھر وہ سب اسم المرید کے پاس گئے کہ جس کے ذمے وجود کو تخصیص دینا ہے، بولے: ہم تجھ سے اِس حاضرت سے کہ جس نے ہمیں جمع کیا، اور اُس ذات سے کہ ہم جس کے سوا نہیں یہ سوال کرتے ہیں کہ تو نے ابھی تک اِس وجودِ منتظرَ سے تعلق قائم کیوں نہیں کیا؟ اور ابھی تک اِس (کی ایجاد) کا ارادہ کیوں نہیں کیا؟ اور اے قادر! تجھ سے ہمارا یہ سوال ہے کہ تو نے اِسے ایجاد کیوں نہیں کیا؟ اور اے عالم! تجھ سے ہمارا یہ سوال ہے کہ تو نے اسے محکم کیوں نہیں کیا، اور اے رحمن! تجھ سے ہمارا سوال ہے کہ تو نے اس پر رحم کیوں نہیں کیا، وہ سب سے ایک ایک کر کے پوچھتے رہے۔

القادر بولا: بھائیو! تعلق المرید کے ذمے ہے اور ایجاد میرے ذمے۔ العلیم بولا: وجود بخشنا القادر کے ذمے ہے اور محکم کرنا میرے ذمے۔ الرحمن بولا: میرے ذمے صلہ رحمی ہے؛ کہ یہ میرا شعبہ ہے اور میں اِس سے دور نہیں رہ سکتا۔ القادر نے اُس سے کہا: یہ سب میرے حکم اور قہر تلے ہے۔ القاہر بولا: ایسا مت کر؛ یہ میرے ذمے ہے اور تو میرا خادم ہے، حالانکہ تو میرا ہمدم اور رفیق ہے۔ العلیم بولا: جس نے یہ کہا کہ "میرے حکم تلے ہے" تو میرا علم اِس سے قبل ہے۔

والسماء، وما بينهما إلىٰ مقام الاستواء. ولو فتحنا عليك بابَ توقُّفها، والتجاءِ بعضها إلىٰ بعضها، لرأيتَ أمرا يهولك منظرُه، ويطيبُ لك خبرُه. ولكن فيما ذكرناه تنبيه علىٰ ما سكتنا عنه وتركناه، فلنرجع ونقول، ﴿وَاللَّـهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ﴾[١]

فعندما وقع هذا الكلام الأنفَس، في هذا الجمع الكريم الأقدس، تعطّشتِ الأسماءُ إلىٰ ظهور آثارها في الوجود، ولا سيما الاسم المعبود، ولذلك خلقهم سبحانه ليعرفوه بما عرّفهم، ويصفوه بما وصفهم، فقال: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾[٢].

فلجأتِ الأسماءُ كلّها إلىٰ الاسم[٣] "الله" الأعظم[٤]، والركن القويّ الأعصم. فقال: ما هذا اللَّجا، ولأيّ شيء هذا النجا؟ فقالت: أيّها الإمام الجامع لِمَا نحن عليه من الحقائق والمنافع؛ ألستَ العالِم أنّ كلّ واحد منّا في نفسه علىٰ حقيقة، وعلىٰ سنّةٍ وطريقة، وقد علمتَ يقينًا أنّ المانع من إدراك الشيء مع وجود النظر، كونُك فيه لا أكثر. فلو تجرّد عنك بمعزلٍ لرأيتَه، وتنزّهتَ بظهوره وعرفتَه. ونحن بحقائقنا متّحدون؛ لا نسمع لها خبرا، ولا نرىٰ لها أثرا. فلو برز هذا الوجودُ الكوني، وظهر هذا العالِم الذي يقال له العلوي والسفلي، لامتدّت إليه رقائقُنا، وظهرتْ فيه حقائقُنا؛ فكنّا[٥] نراه مشاهَدة عين لمّا كان منّا في أين، وفي حال فصلٍ وبَين، ونحن باقون علىٰ تقديسنا من الأينيّة، وتنزيهنا عن إحاطتهم بنا من جهة الماهيّة والكيفيّة. فغايتهم أن يستدلّوا برقائقنا علىٰ حقائقنا، استدلال[٦] مِثال وطروق خيال، وقد[٧] لجأنا إليك

---

[١] [الأحزاب: ٤]

[٢] [الذاريات: ٥٦، ٥٧]

[٣] و: اسم.

[٤] س، ج: كلها إلىٰ الله، الإسم الأعظم.

[٥] ر، ش: وكنا.

[٦] هـ: هنا ينتهي النقص الذي بدأ بعنوان بمحاضرة أزلية في نشأة أبدية.

[٧] ر، ش: ولقد.

یہ معاملہ تمام اسما پر جا ٹھہرا، اور یہ کہ انہی سب سے اِس عالم ارض و سما، ان کے مابین سے لے کر مقام استوا، تک کا وجود پذیر ہونا درست ہے۔ اگر ہم تجھ پر ان کی گفت وشنید، بعض کی بعض سے منت سماجت کا در کھولتے تو تُو ہیبت آفریں منظر دیکھتا، اور یہ سب جان کر خوش بھی ہوتا۔ لیکن جو ہم نے بتا دیا اُسی میں اِس کی بھی آگاہی ہے جو نہیں بتایا یا جس سے خاموشی اختیار کی۔ ہم لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿اور اللہ ہی حق کہتا اور راہ دکھلاتا ہے﴾ (الاحزاب: ۴)

جب اِس پاک کریم اجتماع میں یہ نفیس و شائستہ گفتگو ہوئی، تو (سب) اسما اِس بات کے شائق ہوئے کہ ان کے آثار وجود پذیر ہوں، خاص طور پر اسم المعبود، اِسی لیے تو سبحانہ (تعالیٰ) نے انہیں تخلیق کیا تا کہ یہ اُسے پہچانیں جیسے اُس نے انہیں بتایا، اور اُس کے اُن اوصاف کا اثبات کریں جس سے اُس نے انہیں متصف کیا، فرمایا: ﴿میں نے جن و اِنس کو اپنی عبادت کے لیے تخلیق کیا، میں ان سے رزق کا طالب نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں﴾ (الذاریات: ۵۶-۵۷)

پس تمام اسما نے اسم اللہ الاعظم، ایک مضبوط اور مستحکم سہارے کا قصد کیا۔ وہ بولا: یہ کیسی فریاد اور کیسی التجا ہے؟ بولے: اے امام الجامع! ہم میں موجود حقائق اور منافع کی؛ کیا آپ کے علم میں نہیں کہ ہم میں سے ہر کوئی ایک حقیقت پر ہے، ایک سنت اور ایک طریقے پر ہے، اور آپ کو یقیناً اس بات کا بھی علم ہے کہ نظر کے ہوتے ہوئے کسی شے کے ادراک سے روکنے کے لیے آپ کا اِس (شے) میں ہونا ہی کافی ہے۔ اگر آپ فقط اِس سے جدا ہو جائیں تو اُسے دیکھ سکتے ہیں، اُس کے ظہور سے منزہ ہو کر اُسے جان سکتے ہیں۔ ہم تو اپنے حقائق سے ایسے جڑے ہیں کہ نہ ہمیں اِن (حقائق) کی خبر ہے اور نہ ہمارے سامنے اِن کا کوئی اثر ہے۔ اگر وجود سے اس کائنات کا اظہار ہوتا، یہ عُلوی و سُفلی عالم آشکار ہوتا، ہمارے رقائق اُس سے استوار ہوتے اور ہمارے حقائق کا اُس میں اظہار ہوتا؛ تو ہم بھی اُسے آنکھوں سے دیکھتے کہ جو ابھی ہم میں ہے، وہ ہم سے الگ اور جدا ہوتا، اور ہم مکان سے منزہ حیثیت میں ماہیت اور کیفیت کی جہت سے اس کے احاطہ علم سے پاک ہوتے۔ اُن کی غایت یہی ہوتی کہ وہ ہمارے رقائق سے ہمارے حقائق تک پہنچتے، یہ مثال کا استدلال اور خیال کا جوڑ توڑ ہوتا۔ ہم آپ سے امید لگائے، مدعا اٹھائے بڑی مجبوری میں آئے

مضطرّين، ووصلنا إليك قاصدين.

فلجأ الاسمُ الأعظم إلى الذات، كما لجأتْ إليه الأسماءُ والصفات، وذَكَر الأمرَ وأخبر السِّرَّ، فأجاب نفسَه، المتكلِّمَ، بنفسِه العليم: إنّ ذلك قد كان بالرحمن، فقل للاسم المريد يقول للقائل يأمر بـ"كُن"، والقادر يتعلّق[1] بإيجاد الأعيان[2]؛ فيُظهِر ما تمنّيتم، ويُبْرِز لِعيانكم ما اشتهيتم. فتعلّقتِ الإرادةُ والعلمُ والقول والقدرة، فظهر أصل العدد والكثرة، وذلك من حضرة الرحمة، وفيض النعمة.[3]

---

[1] ر: – "إنّ ذلك قد كان بالرحمن، فقل للاسم المريد يقول للقائل يأمر بـ"كن"، والقادر يتعلّق".

[2] م: الإحسان.

[3] ب (في الحاشية): (بلغ) سماعا ومقابلة على سيدهما منشيه.

ہیں۔

پھر اسم اعظم ذات کے پاس گیا، جیسا کہ اسما و صفات اِس کے پاس آئے تھے، اُس نے راز کھولا اور بات کی، پھر اپنے متکلّم خود کو اپنے علیم خود سے جواب دیا: یہ سب الرحمن نے کرنا ہے، لہذا اسم المرید سے کہو کہ وہ القائل کو "کُن" کہنے کا حکم دے، اور القادر اعیان کو ایجاد کرے؛ تاکہ تمہاری تمنائیں بر آئیں اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈک پائیں۔ پس جب ارادہ، علم، قول اور قدرت ملے تب جا کر عدد کی اصل اور کثرت کا ظہور ہوا، اور ایسا حاضرتِ رحمت اور فیضِ نعمت سے ہوا۔

أصلُ البُدءِ وأوّل النشءِ
نشءُ سيّدنا محمد عليه السلام
على أكمل وجهٍ وأبدع نظام

بحر اللؤلؤ والمرجان
المودَع في العالَم الأكبر والإنسان

ولمّا تعلقتْ إرادةُ الحقّ سبحانه بإيجاد خلقِه وتقدير رِزقه، برزتِ الحقيقةُ المحمديّة، من الأنوار الصمديّة، في الحضرة الأحديّة، وذلك عندما تجلّى لنفسه بنفسه[1] من سماء الأوصاف، وسأل غيبُه غيبَه[2] مواردَ الألطاف، في إيجاد الجهاتِ والأكناف، فتلقّى ذلك السؤال منه إليه بالقبول والإسعاف؛ فكان المسئولَ والسائلَ، والداعي والمجيب، والمُنيلَ والنائل.

فكَمُن فيه كمونَ تنزيه، ودخل جودُه في حضرة عِلمه، فوُجِد الحقيقة المحمديّة على صورة حُكمه، فسلَخها من ليل غيبه[3] فكانت نهارًا، وفَجّرها عيونًا وأنهارًا، ثمّ سلخ العالَمَ منها فكانت سماءً عليهم مدرارًا. وذلك أنّه سبحانه اقتطع من نور غيبه[4]، قطعةً لم تكن به متّصلة؛ فتكون عنه عند القطع مُنفصِلة. ولكن لمّا فطره سبحانه على الصورة، فصار كأنّ ثَمّ جنسا يجمعها[5] ضرورة، فكان قِطع هذا النور المنزَّل الممثَّل من

---

[1] و: - بنفسه.

[2] م، س، هـ: وسأل ذاته بذاته. ن، ج: وسأل ذاته بذاته غيبه غيبه.

[3] م، س، هـ: ذاته.

[4] نور غيبه هو النور الكامن غير الظاهر لذلك أن هذا النور ليس متصل بنوره.

[5] ش، وربما ب: يجمعهما.

آفرینش کی اصل اور سب سے پہلی نشأت
ہمارے آقا محمد علیہ السلام کی بہترین رخ
اور بدیع نظام پر نشأت

موتی اور مرجان والا ساگر
جو عالم اکبر اور انسان میں رکھا گیا

جب حق سبحانہ کا ارادہ اپنی مخلوق کی ایجاد اور اپنی عطا کی تعیین سے جڑا، تو حاضرتِ احدیت میں، انوارِ صمدیت سے حقیقتِ محمدیہ کا ظہور ہوا، یہ اُس وقت جب وہ (سبحانہ) اوصاف کے آسمان سے خود اپنے سامنے جلوہ آرا ہوا، اُس کے غیب نے اُس کے غیب سے جہات و اطراف کی ایجاد کے لیے لطف و کرم کے مصادر چاہے، اور اُس کی طرف سے کیا گیا یہ سوال قبول و مقبول ہوا؛ کہ وہی سائل اور مسئول، داعی اور مجیب، پانے والا اور پائی جانی والی شے تھا۔

یہ (حقیقت) اُس میں تنزیہ کی طرح پنہاں تھی، اُس کا جُود اُس کے علم کی حاضرت میں داخل ہوا، تو حقیقتِ محمدیہ اُس کے حکم کی صورت پر وجود پذیر ہوئی، اُس نے اِسے اپنے غیب کی رات سے نکالا تو یہ دن کی طرح روشن ہوئی، اِسے چشموں اور نہروں کی طرح جاری کیا، پھر اِس سے عالم نکالا تو اُس پر اِس (حقیقت) کا مینہ برسایا۔ وہ اِس طرح کہ اُس سبحانہ نے اپنے غیب کے نور سے ایک ٹکڑا کاٹا، یہ وہ ٹکڑا تھا جو اُس سے متّصل نہ تھا؛ اور اِس جدائی پر یہ اُس سے مکمل الگ ہو گیا۔ لیکن جب (اللہ) سبحانہ نے اِسے صورت اوڑھائی، تو یہ تمام اجناس کی اصل بن گیا، پس اتارا گیا نور کا یہ ممثل ٹکڑا اِسی متخیل جنس میں سے تھا، جبکہ باری تعالی اپنی ذات میں اس بات سے منزہ ہے کہ اسے کاٹا یا جوڑا جائے، یا انسان کو اُس کی جنس سے اضافت دی جائے، یہ

ذلك الجنس المتخيَّل، والباري منزَّه في نفسه عن قيام الفصل به والوصل أو الإضافة بالإنسان إلى جنسه، فهو قَطْعٌ مِثْليٌّ أبديٌّ،[1] حُذِيَ على معنًى أزلي؛ فكان لحضرة ذلك المعنى بابًا، وعلى وجهها حجابا.(١٢)

ثمّ إنّ الحقَّ صيّره حجابا لا يُرفَع، وبابًا لا يُقرَع، ومن خلف ذلك الحجاب يكون التجلّي، ومن وراء ذلك الباب يكون التدلّي، كما إليه ينتهي التداني[2] والتولّي، وعلى باطن ذلك الحجاب يكون التجلّي في الدنيا للعارفين، ولو بلغوا أعلى مقامات التمكين. وليس بين الدنيا والآخرة فرقٌ عند العارف في التجلّي غير الإحاطة بالحجاب الكلّيّ، وهو في حقّنا حجاب العزّة، وإن شئتَ رداء الكبرياء. كما أنّ ذلك الحجاب يكون تجلّي الحقّ له خلف حجاب البهاء، وإن شئتَ رداء السناء.[3] وما ذكرناه زُبْدَةُ الحقِّ اليقين، وتحفةُ الواصلين. فلنرجع إلى ما كنّا بسبيله، من جنس[4] النشء[5] وقبيله[6]، فنقول على ما قدّمناه في حقّ الحقّ من التنزيه، ونفي المماثلة والتشبيه:

إنّه سبحانه لمّا اقتطع القِطْعَةَ المذكورة، مضاهيةً للصورة، أنشأ منها محمدا - عليه السلام - على النشأة التي لا تنجلي أعلامها، ولا يظهر من صفاته إلّا أحكامها. ثمّ اقتطع العالم كلّه تفصيلا على تلك الصورة، وأقامه متفرّقا على غير تلك النشأة المذكورة، إلّا الصورةَ الآدميّةَ الإنسانيّة، فإنّها كانت ثوبا على تلك الحقيقة المحمديّة النورانيّة، ثوبا يشبهه الماءُ والهواءُ، في حكم الرقّة والصفاء. فتشكّل بشكله، فلذلك لم يخرج في العالم غيره على مِثله، فصار حضرةَ الأجناس، إليه يرجع الجماد والناطق

---

[1] أي أن هذا النور هو الذي منه خرج كل جنس.

[2] ب تعبير "كما إليه ينتهي التداني" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

[3] حجاب البهاء هو كمال حجاب العزة ورداء السناء هو كمال حجاب البهاء.

[4] ب، م، ر، و، ج، ع: حسن.

[5] س: الشيء.

[6] ن، ع، ج، هـ: قيله. غير واضحة في ب، م.

ایک مثلی اور ابدی ٹکڑا تھا، جسے ازلی معنی پر کاٹا گیا؛ یہ اِس معنی کی حاضرت کا دروازہ اور اِس کے چہرے کا حجاب تھا۔

پھر حق تعالی نے بھی اِسے نہ اٹھنے والا حجاب اور نہ کھٹکائے جانے والا باب بنایا، تجلی اسی حجاب کے پیچھے ہے تو "تدلّی" (یعنی نزول) اس باب کے عقب میں، جیسا کہ اِسی تک "تمدانی" (یعنی عروج) اور "تولّی" (یعنی واپس لوٹنا) ہے، اِس دنیا میں عارفین پر تجلی اِسی حجاب کے پیچھے سے ہوتی ہے، چاہے وہ تمکین کے اعلی مقامات میں ہی کیوں نہ ہوں۔ عارف کے لیے دنیا اور آخرت کی تجلی میں بس یہی فرق ہے، کہ آخرت میں حجابِ کُلّی کا احاطہ ہو گا، جو ہمارے لیے حجابِ عزت ہے، یا اگر تو کہنا چاہتا ہے تو اِسے "ردائے کبریاء" کہہ لے۔ جیسا کہ اِس حجاب پر حق کی تجلی "حجابِ البھاء" کے پیچھے سے ہوتی ہے، یا اگر تو کہنا چاہتا ہے تو اسے "ردائے سناء" کہہ لے۔ ہم نے یہاں حق الیقین کا خلاصہ اور واصلین کا تحفہ بیان کیا ہے۔ اب ہم اپنے مدعا کی جانب لوٹتے ہیں وہ یہ کہ اِس نشأت کی جنس اور اِس کا قبیلہ کیا ہے؟ ہم اپنے پہلے قول کے مطابق حق کے لیے تنزیہ اور اُس سے مماثلت اور تشبیہ کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جب سبحانہ نے صورت سے مشابہ اِس مذکورہ ٹکڑے کو الگ کیا تو اِس سے محمد علیہ السلام کو ایسی نشأت میں اٹھایا کہ جس کی علامات پوری طرح سے واضح نہ ہوئیں اور اِس کی صفات میں بھی صرف اِس کے احکام ہی ظاہر ہوئے۔ پھر سارے عالم کو اِس صورت پر تفصیلاً الگ کیا، اور اِسے اِس مذکورہ نشأت سے جداگانہ طور پر کھڑا کیا، مگر انسانی آدمی صورت، کہ یہ اِس نورانی محمدی حقیقت پر کپڑے کی مانند تھی، ایسا کپڑا جو اپنی شفافیت اور لطافت کے باعث پانی اور ہوا کی مانند تھا۔ سو یہ اِس (حقیقت) کی شکل پر ڈھل گیا، اِسی لیے عالم میں کوئی اُس (حقیقت) کے مثل ظاہر نہ ہوا، چنانچہ یہ تمام اجناس کی حاضرت بنی، کہ جماد، ناطق اور حسّاس اسی کی جانب لوٹتے ہیں۔

والحسّاس. فكان محمد[١] صلى الله عليه وسلم نسخةَ حقٍّ[٢] بالإعلام، وكان آدمُ نسخةً منه على التمام، وكنّا نحن نسخة منهما عليهما السلام[٣]، وكان العالَمُ أسفلَه وأعلاه نسخةً منّا، وانتهت الأقلام. غير أنّ في نسختنا من كتابَيْ آدم ومحمد سرّ شريف ومعنى لطيف:

أمّا النبيّون؛ المرسلون وغير المرسلين، والعارفون الوارثون منّا[٤] فنسخة منهما على الكمال.

وأمّا العارفون الوارثون من سائر الأمم، والمؤمنون منّا[٥]، فنسخةٌ من آدم ووسط محمد عليهما السلام على أتقن مثال.

وأمّا المؤمنون من سائر الأمم[٦] فنسخةٌ من آدمَ وظاهر محمد عليهما السلام في حضرة الجلال.

وأمّا أهل الشقاوة والشمال، فنسخةٌ من طينة آدم لا غير، فلا سبيل لهم إلى خير.

فتحقّقْ أيّها الطالب هذه النسخ؛ تعِشْ سعيدا، وتكنْ[٧] في زمانك فردًا وحيدًا. فالحقيقة المحمديّة المنبَّه عليها بـ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞ﴾[٨]، وما نزل عنها من النسخ،

---

[١] ن، ج: محمدا.

[٢] م، س، ج، هـ: نسخة من الحق.

[٣] ب: تعبير "وكان آدم نسخة منه على التمام، وكنّا نحن نسخة منهما عليهما السلام" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

[٤] ب: تعبير "المرسلون وغير المرسلين، والعارفون الوارثون منّا" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي. ر، ش: – منا.

[٥] ب: تعبير "من سائر الأمم، والمؤمنون منّا" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

[٦] ب: تعبير "من سائر الأمم" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

[٧] م، و، س، ش، هـ: وتكون.

[٨] [الشورى: ١١].

پس محمد ﷺ بتانے سے نسخۂ حق ہیں، اور آدم آپؐ کا نسخۂ تمام ہیں، جبکہ ہم آپ دونوں علیہما السلام کا نسخہ ہیں۔ اور عالم کا اسفل اور اعلی ہمارا نسخہ ہے، پھر اقلام رک گئے۔ البتہ ہمارا آدم اور محمد کی کتاب کا نسخہ ہونے میں ایک شریف راز اور لطیف معنی ہے:

جہاں تک انبیا کا تعلق ہے؛ چاہے رسول ہوں یا غیر رسول، اور ہم میں سے عارفین ہوں یا وارثین تو یہ سب اِن دونوں ہستیوں کے کامل نسخے ہیں۔

اور جہاں تک دیگر امتوں کے عارفین اور وارثین، اور ہماری امت کے مومنین کا تعلق ہے، تو وہ آدم اور محمد علیہما السلام کے وسط کا محکم مثال میں نسخہ ہیں۔

جہاں تک ساری امتوں کے مومنین کا تعلق ہے تو وہ حاضرتِ جلال میں آدم اور محمد علیہما السلام کے ظاہر کا نسخہ ہیں۔

جہاں تک اہل شقاوت اور اصحاب شمال کی بات ہے، تو وہ صرف آدم کی مٹی کا نسخہ ہیں، ان کی خیر تک رسائی نہیں۔

اے طالب علم! ان نسخوں کو متحقق کر؛ تو سعادت میں جیے گا، اپنے دور میں یکتا اور یگانہ ہو گا۔ حقیقتِ محمدیہ کی طرف تو یہ اشارہ کیا گیا: ﴿اُس کے مثل جیسی کوئی شے نہیں﴾ (الشوری: ۱۱) لیکن اِس سے بنے نسخے عدم، رات، صبح کا سایہ اور شام کا سایہ ہیں، چار کے لیے چار ہیں،[1] جبکہ حقیقت منزہ اور مرتفع ہے۔

[1] یعنی محمد، آدم، انسان اور عالم کے مقابل انبیا اور رسول، عارفین وراثین، تمام امتوں کے مومنین اور اہل شقاوت ہیں۔

فعَدَمٌ ولَيْلٌ وظِلٌّ وفَيْءٌ[1]، أربعة لأربعة،[2] والحقيقة منزَّهة مرتفعة.

ثمّ خَلق الخلق، وفَتق الرتق، وقدّر الرزق، ومهّد الأرض، وأنزل الرفع والخفض، وأقام النشأة الآدميّة، وصوَّر الصورة الإيهاميّة[3]، وجعلها تتناسل وتتفاصل[4]، وتترافع وتتنازل، إلى أن وصل أَوانُه وجاء زمانه، فصيَّر العالمَ كلّه في قبضته، ومخضه؛ فكان جسم محمد صلى الله عليه وسلم زُبْدَةَ مخضتِه، كما كانت حقيقتُه أصلَ نشأتِه. فله الفضل بالإحاطة، وهو المتبوع بالوساطة؛ إذ كان البدايةَ والختم، ومحلَّ الإفشاء والكتم. فهذا هو بحرُ اللآلئ وليلُ النواشئ[5]، وقد تمهّدَ فاسْبُرْهُ، وتجسّد فاخْبُرْهُ؛ فقد حصل في عِلمك نشءُ أوّل موجود، وأين مرتبته من الوجود، ومنزلته من الجود.

ثمّ عُلِّق العالَمُ به تعلّق اختيارِ الحقّ؛ لا أنّه[6] استوجبه بحقٍّ؛ حتى يصحّ أنّه تعالى المنعِم المفضِل ابتداء على مَن شاء بما شاء.

لاحقة

ولمّا كان أمْرُ العالم دوريّا ونشؤه فلكيّا، رجع العَوْدُ على البُدء، واستوى الكلّ في النشء، وصار اللابس ملبوسا والمعقول محسوسا. فوجود أسرار الكون الأكبر،

---

[1] الفيء: الظل بعد الزوال ينبسط شرقا.

[2] أربعة محمد، وآدم والإنسان والعالم يقابلهم أربعة الأنبياء مرسلون وغير مرسلون، والعارفون الوارثون والمؤمنون من سائر الأمم وأهل الشقاوة.

[3] ج، ن، س، هـ: الإبهامية. وحرف الباء مهمل في: ب، ش.

[4] م، ر، س، ج، هـ: تتافضل.

[5] ب، ج (شرح في الحاشية): النواشئ: الساعات.

[6] ر: لأنه.

پھر اُس نے مخلوق کو تخلیق کیا، جوڑ کو توڑا، رزق کو مقدر کیا اور زمین کو پھیلایا، رفعت اور پستی اتاری، نشأت آدمیت کو قائم کیا اور اسے وہمی صورت بخشی، اِسے توالد و تناسل، بلند اور پست ہونے والا بنایا، یہاں تک کہ اِس کا دور اور وقت آیا، سو اُس نے یہ سارا عالم اپنی مٹھی میں لیا اور اِس سے خلاصہ نکالا تو جسم محمد اِس خلاصے کا بھی خلاصہ بنایا، جیسا کہ آپؐ کی حقیقت اِس (عالم) کی نشأت کی اصل تھی۔ سو آپ کو محیط فضیلت حاصل ہے، اور آپ واسطے کی حیثیت سے متبوع ہیں؛ کہ آپ ہی ابتدا اور انتہا، اِفشا اور اِخفا کی جا ہیں۔ یہ ہے موتیوں والا سمندر اور نشأتوں والی رات، یہ قرار پا چکا سو اس میں غور کر، اور جسد میں آ چکا سو اِس کی حقیقت پہچان؛ بیشک تو نے پہلی موجود نشأت کو جانا، اور یہ کہ وجود میں اِس کا مرتبہ اور جُود میں اِس کی منزلت کہاں ہے۔

پھر عالم اِس (حقیقت) سے جوڑا گیا، یہ اختیارِ حق کا تعلق ہے؛ یہ عالم کا استحقاق نہ تھا؛ تاکہ یہ بات درست رہے کہ وہ متعال اپنی مشیت کے مطابق جس پر چاہتا ہے اور جس طرح سے چاہتا ہے ابتدا ہی سے انعام اور فضل کرتا ہے۔

ضمیمہ

چونکہ عالم کا معاملہ گردشی اور اِس کی نشأت فلکی ہے، تو انتہا ابتدا کی طرف لوٹی، اور نشأت میں سب برابر ہوئے، لباس اوڑھنے والا ملبوس اور عقل میں آنے والا محسوس ہوا۔[1] کائناتِ اکبر کے اسرار کا عالم اصغر میں ہونا اعادہ ہے، اور یہی اس کی تعریف ہے: ﴿جیسے اُس نے

[1] یعنی اعیان پہلے معدوم تھیں پھر وجود پذیر ہوئیں۔

في العالم الأصغر إعادة، وهو لها إشادة[1]، ﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾[2]، ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ﴾[3]. ولهذا جعلها المحجوبون بعقولهم ﴿كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾[4] فقالوا: ﴿أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ﴾[5] فليس هناك في النشء[6] حقيقة زائدة، سوى أعراضٍ واردة.[7]

إشارة

وإن كان قد تبيّن، فيما تقدَّم، معناها، ولكن هنا منتهاها: هل الإنسان معدود في العالم الأكبر، أو هو منفصل عنه بمقامه الأزهر؟ فإنّه آخر موجود حِسًّا، وأوّل موجود نفْسًا! فإن كان من جملة العالم الكبير؛ فأين نسخته منه؟ وإن لم يكن من جملته؛ فعلى أيّ نسبة يُخْبَر بِه[8] عَنْهُ؟ فَحُدَّ[9] البصر، وردِّد النظر، وخَلِّص الذِّكْر والمغالبة، واستعِنْ بالفكر والمراقبة[10]، وتهيّأ للقبول بما يَرِد عليك به الرسول؛ فستقف من ذلك على جلا، وسيكشف عن عينك غطاء العمى. وهذه نكتة؛ فاعرف قدرَها، وحقِّق أمرَها؛ فهي زُبْدَةُ الأمر وخفيّ السّرّ.

---

[1] ج، ر، ش، س: إشارة. و: إشهاده.

[2] [الأعراف: ٢٩].

[3] [الواقعة: ٦٢].

[4] [النازعات: ١٢].

[5] [النازعات: ١٠].

[6] أي الجسم والعرض والجوهر.

[7] ر، ش: وإرادة.

[8] م: – به.

[9] س: فحدّد.

[10] في مخطوطة برلين الصفحة القادمة على غير موضعها، وهي الصفحة ١٠٧.

تمہیں بنایا تم نے لوٹنا ہے﴾ (الاعراف:۲۹) ﴿بیشک تم پہلی نشأت کو جانتے ہو پھر اِس سے یاد دہانی کیوں نہیں لیتے﴾ (الواقعہ:۶۲) اِسی لیے مجوب لوگوں نے اپنی عقول سے اِسے خسارے کی طرف لوٹنا کہا، بولے: ﴿کیا ہم دوبارہ حالت اولی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟﴾ (النازعات:۱۰) پس نشأت میں کوئی زائد حقیقت نہیں سوائے اُن اعراض کے جو وارد ہوئیں۔

اشارہ

اگرچہ اِس کا معنی پہلے واضح ہو چکا لیکن یہاں اِس کی انتہا ہے: کیا انسان عالم اکبر میں ہے یا اپنے ارفع مقام کے باعث اِس سے جدا ہے؟ بیشک یہ حِسّ میں آخری موجود جبکہ حقیقت میں پہلا ہویدا ہے [1]! اگر یہ عالم کبیر میں شامل ہے تو اِس (عالم) میں اِس کا نسخہ کہاں ہے؟ لیکن اگر یہ عالم میں شامل نہیں؛ تو کس نسبت سے اسے عالم کہا گیا ہے؟ پس باریک بینی اپنا اور بار بار غور کر، ذکر کو خالص کر اور غالب ہو، فکر اور مراقبے سے مدد لے، اُس شے کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جو پیامبر تجھ تک پہنچائے؛ عنقریب یہ سب تجھ پر عیاں ہو گا، تیری آنکھ پر پڑا بے بصری کا پردہ اٹھے گا۔ یہ نکتہ ہے؛ اِس کی قدر پہچان، اِس معاملے کی تحقیق کر؛ کہ یہی خلاصۂ اَمر اور مخفی سِر ہے۔

---

[1] یعنی سب سے پہلے ظاہر ہوا۔

وإن شئتَ أن أنبئك فاسمع، وحصِّلْ ما أُسِرُّ إليك به[1] واجمع: العالم في الأين، والإنسان في العين. فإن كنت في الأين فأنت منه، وإن كنت في العين فلا يُخبَرَ[2] بك عنه. ولستَ بحقٍّ في عدم الأين، ولكنّك برزخٌ لأمرين[3]: صاحب لقاء وإلقاء، وسيّد نزول والتقاء.[4] فانظر أينكَ، وحقِّق عينك، وأنا المبرّأ من تأويلك، والمقدَّسُ عن تفصيلك، إلّا إن وافقتَ أمرَ الحقِّ، وألحقتني بالخلق. وهذا لُبٌّ لمن كان له قلب. قِشْرٌ عليه؛ لئلّا يَتوصّلَ مَن ليس من أهله إليه.

وذلك أنّ العالم بما فيه، من جميع أجناسه ومبانيه، وأسافله وأعاليه، ليس الإنسان[5] بشيء زائد على جمع[6] تلك المعاني عند افتراقها، وشمل تلك الأجناس والعيون عند انفهاقها[7]. فعلى هذا الوجه صحّح العارفُ[8] سَلْخَه، وكان له أكمل نسْخَه.

حظُّ الإنسان من العالَم

واعلم أنّ الإنسان، على ما اقتضاهُ الكشف والعلم، روحُ العالَم، والعالَمُ الجسمُ. فهو الآن روحٌ للعالَم[9] الدنياوي وبه بقاؤه، وبه فُتِقَ أرضُه وسماؤه، وعالَم الأخرى إلى أن يَنفخ فيه الأمرُ الربّاني هذا الروحَ الإنساني. فهو الآن كصورة آدم قبل

---

[1] م: ما أسر لك به. ن، ع، ج، و، ر، ش: ما أسر به إليك. س: ما أشر إليك به.

[2] ب، ش: الحرف الأول مهمل.

[3] ر، س: الأمرين. هـ: للأمرين.

[4] أي المنازل والمنازلات.

[5] س: للإنسان.

[6] م، (متن) ج (متن)، ر، ش: جميع.

[7] انفهاقها: اتساعها. ر، ش، س، هـ: اتفاقها. و: انفاقها.

[8] و: العالم.

[9] ر، ش، س: العالم.

اگر تو مجھ سے سننا چاہتا ہے تو سُن، اور پھر جو میں تجھے بتاؤں وہ سمجھ: عالم این (یعنی خارج) میں ہے اور انسان عین (یعنی ثابت) میں۔ اگر تو خارج (یعنی مکان) میں ہے تو تو اُس سے ہے، لیکن اگر تو عین (ثابت) میں ہے تو وہ تیری خبر نہیں دیتا۔ لامکان (یعنی عین ثابت) میں تو حق سے نہیں، بلکہ تو دو معاملوں کا برزخ ہے: ایک منزل اور دوسری منازلت۔ اپنی جگہ کو دیکھ اور اپنی عین کی حقیقت جان، میں تیری تاویل سے مبرا اور تیری تفصیل سے منزہ ہوں، ہاں اگر تو حق بات پائے اور مجھے مخلوقات سے ملائے۔ قلب رکھنے والے کے لیے یہ لُب لُباب ہے، لیکن اِس پر ایک حجاب ہے؛ تاکہ وہ نااہل اِس تک نہ پہنچے جو خانماں خراب ہے۔

وہ یوں کہ عالم اور اُس میں موجود ہر شے؛ اِس کی تمام اجناس اور اشکال، اِس کا اسفل اور اعلیٰ، اگر ان تمام معانی کو جمع کیا جائے تو اِنسان اِن کے افتراق، ان کی اجناس کی شمولیت اور ان کے عیون کی وسعت میں اِن سے زائد کوئی شے نہیں۔ اِس رخ سے عارف کا اِس سے نکلنا درست ہے اور یہ اس کا کامل نسخہ ہے۔

انسان کا عالم میں حصہ

یہ بھی جان کہ علم اور کشف کے تقاضوں پر انسان عالم کی روح ہے جبکہ عالم جسم ہے۔ آج یہ دنیاوی عالم کی روح ہے اور اِسی سے اِس (عالم) کی بقا ہے، اِسی سے اِس کی زمین اور آسمان جدا ہوئے، یہ اُس وقت عالَم آخرت (کی روح ہو گا) جب امر ربانی یہ روحِ انسانی عالم آخرت میں پھونکے گا۔ (عالم آخرت) آج کل ویسا ہی ہے جیسے روح پھونکنے سے قبل صورتِ

نفخ الروح، أو الأرض قبل إشراق يُوح. فإذا أُخِذ هذا النشء الإنساني من هذا العالم الدنياوي، تهدّمتْ بُنيته، وتخرّبتْ أفنيته[1]، ونُفِخ في العالم الأخراوي، فحييتْ به الجَنّة، وكانت له كالدنيا سِترًا[2] وجُنّة. والروح المضاف إلى الحقّ الذي نفخ منه في عالم الخلق هي الحقيقة المحمديّة القائمة بالأحديّة. فعلى هذا الحدّ هو الإنسان في الدارين، وظهوره في العالمين.

---

[1] ر، ش: أبنيته.

[2] ر، ش: ستر.

آدم تھی، یا جیسے سورج نکلنے سے پہلے (بے نور) زمین ہوتی ہے۔ سو جب اِس دنیاوی عالم سے یہ نشأتِ انسانی نکالی جائے گی، تو اِس کی ہیئت مٹ جائے گی اور بنیاد گر پڑے گی۔ پھر عالم آخرت میں (روح) پھونکی جائے گی تو جنت اِس سے زندہ ہو گی، اور وہ عالم (آخرت) اِس کے لیے دنیا کی طرح پردہ اور ڈھال بن جائے گا۔ حق کی جانب اضافت دی گئی روح، جس سے اُس نے عالم خلق میں پھونکا؛ وہ احدیت سے قائم حقیقتِ محمدیہ ہی ہے۔ ان دو گھروں اور دو عالموں میں انسان کا ظہور اِسی حد پر ہے۔

نَشْءُ العالَم من الحقيقة المحمديّة
نَشْءُ ماء العرش منها لؤلؤة

كان الغرض أن أجعل إلى جانب كلّ لؤلؤة في هذا الباب مرجانتها،[1] ومع كلّ بداية غايتها، غير أنّ هذا الفصل لمّا كان لبيان ما تعدّدَ عن ذاتٍ واحدة، وظهر عنها من أجناسٍ متباعدة، أردتُ أن أكمِل لآلِيه على نسق، وأجعلها طَبَقًا تحت طبق،[2] حتى نأتي على آخر الكون، رغبة أن لا يتحيّر الناظر فيه، فتذهب[3] عنه أكثر معانيه. فإذا استوفيتُ إن شاء الله لآليه، ورتّبتُ نواشِئَه[4]، وعرف الطالب مغزاه[5] وتبيّن معناه؛ أخذنا في سياق مَرجانِه على ترتيب لآليه. المرجانة الأولى، لِلّؤلؤة[6] الأولى من هذا الفصل على أحسنِ نظمٍ[7] وأبدع صنعٍ وأحكم وصل.

فأقول: إنّ محمدا صلى الله عليه وسلم لمّا أبدعه الله تعالى [8] حقيقة مِثليّة، وجعله نشأة كلّيّة، حيث لا أين ولا بَيْن، وقال له: أنا الملِك وأنت المُلك، وأنا المدبِّر وأنت الفُلك، وسأقيمك، فيما يتكوّن عنك من مملكة عظمى وطامّة كبرى، سائسًا ومدبِّرا، وناهيًا وآمِرا: تعطيها على حدّ ما أعطيك، وتكون فيهم كما أنا فيك؛[9] فليس سواك

[1] اللؤلؤة: هي الأسرار المكنونة ومرجانتها: غايتها وكمالها.

[2] ب، ج (شرح في الحاشية): أي حالا تحت حال. الصفحات في مخطوط ب على غير موضعها.

[3] ن، ع، و، ر، ش: فيذهب.

[4] أي رتبت أصوله وجذوره. م، و، س، ج: نواشيه.

[5] ب، ن (شرح في الحاشية): مغزاه: مقصده. ج (شرح في الحاشية): أي قصده ونسبته.

[6] م، و: اللؤلؤة. هـ: - للؤلؤة الأولى.

[7] ن، ع: تقويم.

[8] ب، ر، و: أبدع الله سبحانه. م: أبدع الله سبحانه وتعالى. ج، س، ع: - تعالى.

[9] يعني أنا فيك من حيث ظهور أسمائي.

عالم کا حقیقت محمدیہ سے تخلیق ہونا
عرش کے پانی کا اِس (حقیقت) سے موتی کی شکل میں اُبھرنا

ایک خواہش تو یہ تھی کہ میں اِس باب کے ہر موتی کے ساتھ اِس کے مرجان[1]، اور ہر ابتدا کے ساتھ اُس کی انتہا کا ذکر کرتا، لیکن یہ فصل اُس (حقیقت) کا بیان ہے جو ذاتِ واحد سے متعدّد ہوئی اور جس سے متعدّد اجناس کا ظہور ہوا، تو میں نے چاہا کہ اِس کے موتیوں کو ایک ترتیب میں پروؤں، انہیں طبق در طبق بناؤں، یہاں تک کہ آخری موجود تک پہنچ جاؤں۔ ایسا اِس لیے کیا کہ کہیں غور و فکر کرنے والا ان میں متحیّر ہو کر اِس کے اکثر معانی نہ کھو بیٹھے۔ سو جب میں اس کے موتیوں کو اکٹھا کر لوں گا، اِس کے اصول و فروعات ترتیب دے لوں گا، طالب اِس کا مقصد و معنیٰ سمجھ جائے گا؛ تو پھر اِس کے مرجان کو اِس کے موتیوں کی ترتیب پر لاؤں گا۔ اس باب میں پہلے موتی کا پہلا مرجان جو بہترین نظم، بدیع صنعت اور محکم ربط پر ہے۔

میں کہتا ہوں: جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حقیقتِ مثلی پر بغیر مثال کے تخلیق کیا، اور آپ کو اُس وقت نشأتِ کلی بنایا جب نہ زمان تھا نہ مکان، پھر آپ سے فرمایا: میں بادشاہ ہوں اور آپ میری مملکت، میں ملاح[2] ہوں اور آپ کشتی۔ میں آپ کو اُس مملکتِ عظمیٰ اور حادثہ کبریٰ (یعنی عالم) کا نگہبان اور مدبر، آمر اور ناہی بناؤں گا، جس کی تکوین آپ سے ہوگی؛ آپ اُسے وہ کچھ دیں گے جو میں آپ کو عطا کروں گا، اور آپ اُن میں ویسے ہوں گے جیسے میں آپ میں ہوں[3]؛ وہ آپ کے سوا نہیں جیسا کہ آپ میرے سوا نہیں؛ آپ اُن میں میری صفات اور اسما ہیں؛ پس حد

---

[1] موتی سے مراد پوشیدہ اسرار ہیں جبکہ مرجان ان اسرار کی غایت اور کمال کی جانب اشارہ ہے۔
[2] کشتی کی مناسبت سے یہاں ترجمہ ملاح کیا گیا ہے۔
[3] یہاں مراد اسما کا ظہور ہے یعنی میں آپ میں اپنے اسما کے ظہور سے ہوں۔

كما لستَ[١] سِواي؛ فأنت صفاتي فيهم وأسمائي؛ فَحُدّ الحدَّ وأنزل العهد، وسأسألك بعد التنزيل والتدبير عن النقير والقطمير.(١٣)

فتفصَّدَ لهذا الخطاب عَرَقًا حياءً؛ فكان ذلك العرق الظاهر[٢] ماءً، وهو الماء الذي نَبَّأ به الحقّ تعالى في صحيح الإنباء، فقال سبحانه: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾[٣]، وهو منتهى الخلاء، إلّا ما كان هنالك من زعزع مُسبَطر[٤]، حامل لماء[٥] مستقر، ليس وراء ذلك وراء، يكون فيه خلاء أو ملأ. فما عمَّر العالم سوى الخلاء، وليس عنه خارج فيكون فيه خلاء أو ملأ.

---

[١] ب (قبل تصحيحها)، م، ر، ش، س، هـ: ليس.

[٢] م، س، ر، ج، هـ: الطاهر.

[٣] [هود: ٧].

[٤] ب (شرح في الحاشية): زعزع: ريح شديدة، مسبطر: ممتد. س، هـ: مُسْتَطِرّ. ج: مسيطرة.

[٥] ن، ع، ج (في المتن): لهواء.

قائم ہوئی اور عہد اتارا گیا، اور اِس تنزیل اور تدبیر کے بعد میں آپ سے چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی پوچھوں گا۔

اِس بات پر آپ عرقِ حیا میں ڈوب گئے؛ یہ ظاہری پسینہ پانی تھا، یہ وہی پانی ہے جس کی جانب حق تعالیٰ نے درست اخبار میں یوں بتایا: ﴿اور اُس کا عرش پانی پر تھا﴾ (ہود: ۷) یہ خلا کی انتہا ہے، مگر وہاں تیز ہوا تھی جس نے قرار والا پانی اٹھار کھا تھا، اور اِس وراسے ماورا کچھ نہ تھا، جس میں مَلا یا خَلا ہوتی۔ پس عالم کو خلا نے پُر کیا، اور یہ اُس سے باہر نہیں کہ جہاں خَلا یا مَلا ہوتی۔

لؤلؤةٌ: نَشْءُ الملأ الأعلى منه

ثمّ انبجست[١] منه[٢] - صلى الله عليه وسلم - عيون الأرواح، فظهر الملأ الأعلى وهو بالمنظر الأجلى، فكان لهم الموردَ الأحلى. فكان - صلى الله عليه وسلم - الجنسَ العالي إلى جميع الأجناس، والأبَ الأكبرَ إلى جميع الموجودات والناس، وإن تأخّرتْ طينتُه فقد عُرفتْ قيمته. فلمّا وقع الاشتراك مع الأملاك في عدم الأين، حتى كأنّهم في العين، أراد صلى الله عليه وسلم التفرّد بالعين، وتحصيل الملأ الأعلى في الأين.[٣]

---

[١] ج (شرح في الحاشية): انفجرت. س: انسحبت.

[٢] ر: من هنا يبدأ نقص بمقدار عشرون صفحات في المطبوع ينتهي عند موضوع "مرجانة اللؤلؤة الثانية".

[٣] ش (في الهامش): بلغ مقابلة.

موتی: اِس سے ملأ اعلیٰ کی نشأت

پھر آپ ﷺ سے ارواح کے چشمے پھوٹے تو ملأ اعلیٰ کا ظہور ہوا، اور یہ کیا خوب اُجلا منظر تھا، آپ اُن کے لیے شیریں منبع کی مانند تھے۔ آپ ﷺ تمام اجناس کی عالی جنس اور تمام موجودات اور انسانوں کے پہلے باپ ہیں، اگرچہ آپ کا جسمانی وجود بعد میں ظاہر ہوا لیکن آپ کی قدر و قیمت پہچانی گئی۔ سو جب لامکاں میں فرشتوں کے ساتھ اشتراک واقع ہوا، حتیٰ کہ وہ بھی حالت عین میں تھے تو آپ ﷺ نے وجود میں منفرد ہونا اور ملأ اعلیٰ کو مکان میں لانا چاہا۔

لؤلؤةٌ: نَشْءُ العرش منه

فلمّا علم الحقُّ تعالىٰ إرادتَه، وأجرىٰ في إمضائها عادتَه، نظر إلىٰ ما أوجده في قلبه من مكنون الأنوار، رفع عنها ما اكتنفها من الأستار[١]، فتجلّىٰ له[٢] من جهة القلب والعين، حتىٰ تكاثف النور من الجهتين، فخلق سبحانه من ذلك النور المنفهق عنه - صلىٰ الله عليه وسلم - العرشَ وجعله مستواه، وجعل الملأَ الأعلىٰ وغيره ممّا سأذكره ما احتواه، لكنّهم منه - صلىٰ الله عليه وسلم - بالموضع الأدنىٰ، ومِن مستواه بالمحلّ الأسنىٰ. فحصلوا في أينيّة الحصر، وتمكنوا من قبضة الأسر، وانفرد صلىٰ الله عليه وسلم في مستواه بمن اجتباه ومَن اصطفاه، وصيّره الحقُّ تعالىٰ خزانةَ سِرِّه وموضع نفوذ أمرِه. فهو المعبَّر عنه بـ"كُن" لِمَا لم يكن؛ فلا ينفذ أمرٌ إلّا منه، ولا يُنقل خبر[٣] إلّا عنه، هو حجاب تجلّيه وصياغة تحلّيه، وترقّي تدانيه، وتلقّي تدلّيه.

[١] و: الأسرار.

[٢] ش، هـ: - له.

[٣] و: خير.

موتی: اِس سے عرش کی تخلیق

جب حق تعالی نے آپ کا ارادہ جانا، اور (قوانین) فطرت کو اِس کے نفاذ میں لگایا، تو آپ کے قلب میں اپنے ایجاد کردہ پنہاں انوار کو دیکھا، اور ان (انوار) پر پڑے وہ پردے اٹھائے جنہوں نے انہیں گھیر رکھا تھا، پس قلب اور نظر کی جہت سے آپ پر تجلی کی، یہاں تک کہ دونوں جہتوں سے نور کثیف ہو گیا، چنانچہ حق سبحانہ نے آپ ﷺ سے پہلے اِس وسیع نور سے عرش تخلیق کیا اور اِسے اپنی جائے استوا بنایا، ملاءِ اعلی اور جن کا میں ذکر کروں گا کو اِس (عرش) میں شامل کیا، لیکن وہ سب آپ ﷺ سے نچلے درجے پر تھے اور آپ جائے استوا کے روشن مقام پر تھے۔[1] پس وہ مکان کے حصار اور قید کے قبضے میں آئے، اور آپ ﷺ اپنے مقام پر اُس کے ساتھ اکیلے تھے جس نے آپ کو چنا اور منتخب کیا، پھر حق تعالی نے آپ کو اپنی رمز کا خزانہ اور اپنے حکم کے نفوذ کی جا بنایا۔ اور آپ کو ہر وجود پذیر ہونے والے موجود کے لیے ”کُن“ سے تعبیر کیا، چنانچہ حکم آپ سے نافذ ہوتا ہے، خبر آپ سے نقل ہوتی ہے، آپ ہی اُس کی تجلی کا حجاب اور اُس کی آرائش کا اِحکام ہیں، اُس کی جانب تدانی (یعنی عروج میں) ترقی اور اُس کی تدلی (یعنی نزول میں) تلقی ہیں۔

[1] یہاں بات حقیقت محمدیہ کی ہو رہی ہے، جسمانی ذات محمد ﷺ کی نہیں۔

لؤلؤةٌ: نَشْءُ الكرسيّ منه

ثمّ نظر طالبا أين يضع قدميه، وأين موضع نعليه. فانبعث من تلك الطَّرفة أشعّةٌ في الخلاء استدارتْ أنوارُها كاستدارة المَرَاء[1]: لطيفة الكيف، فارغة الجوف، معلومة المنازل عند السالك والراحل. فجعل ذلك الكَوْر، وأنشأ ذلك الدَّوْر، كرسيّا لقدميه، وحضرةً لنفوذ ما يصدر من الأمر بين يديه، فيخرج الأمرُ منه متّحدَ العين، حتىٰ إذا وصل الكرسيَّ انقسم قسمين؛ إذ كان المخاطَبُ من ذلك الموضع إلىٰ أقصىٰ الأسفل موجودَين اثنين. وإن كان واحدا فمن جهة أخرىٰ، وعلىٰ ذلك الواحد تتّابع الرسل وتترىٰ. فإنّ المخاطَب بجميع الأشياء[2] هو الإنسان، ليس ملَكٌ ولا جان؛ فإنّ الملَك والجان جزء منه، وأنموذج خرج عنه؛ فله بعض الخطاب، والإنسان كلّيّ الكتاب، المنبّه عليه بقوله تعالىٰ: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾، ثمّ عمّ بقوله: ﴿ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾[3]. كما نبّه علىٰ الحقيقة المحمديّة التي هي أصل الإنشاء وأوّل الابتداء، فقال: ﴿وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾[4]؛ فنحن الكتاب الأجلىٰ، وهو الأمّ الأعلىٰ.

فالإنسانُ: الكتابُ الجامع، والليلُ المظلم والنهارُ المشرق الساطع. فمِن علوّ مرتبته، وسموّ منزلته، أنّه: واحدٌ بالنظر إلىٰ معناه، واثنان بالنظر إلىٰ حاله، وثلاثةٌ بالنظر إلىٰ عالمه،[5] وأربعةٌ بالنظر إلىٰ قواعده،[6] وخمسةٌ بالنظر إلىٰ مملكته،[7] وستّةٌ بالنظر

---

[1] ب (شرح في الهامش): جمع مرآة.

[2] س، هـ: الاسماء. ن، ج: + إنما.

[3] [الأنعام: ٣٨]

[4] [الرعد: ٣٩]

[5] أي الحيوان والنبات والجماد.

[6] أي الماء والهواء والنار والتراب.

[7] أي الحواس الخمس في المملكة الإنسانية.

موتی: اس سے کرسی کی نشأت

پھر اُس نے غور کیا کہ یہ (حقیقت) اپنا قدم کہاں رکھے، اور اِس کے نعلین کی جا کہاں ہے۔ چنانچہ اِس نظر سے خلا میں شعاعیں پھوٹیں اور ان کی روشنیاں گول آئینوں کی مانند گھومیں: یہ (شعاعیں) کیفیت میں لطیف اور اندر سے کھوکھلی تھی، اور اس کی منازل سالک اور مسافر کو معلوم تھیں۔ سو اِس گردش اور چکر نے آپ کے قدموں کے لیے کرسی کو تخلیق کیا، اور اِسے اِس سے صادر شدہ اوامر کے نفوذ کی حاضرت بنایا، چنانچہ آپ سے ایک ہی حکم صادر ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ کرسی تک پہنچتا ہے تو دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اِس مقام سے اسفل ترین مقامات تک مخاطب دو موجود ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں ایک ہیں لیکن ایک دوسری جہت سے، اور اِسی ایک کے لیے پے در پے رسول شریعتیں لائے۔ بیشک تمام اشیا میں مخاطب صرف انسان ہے، فرشتہ یا جن نہیں؛ کیونکہ فرشتہ اور جن اِسی کا ایک جزو اور اِسی سے نکلا ایک نمونہ ہیں؛ سو اُن کے لیے اَدھورا خطاب ہے، جبکہ انسان مکمل کتاب ہے، اور اُس متعال کے اس قول میں اس جانب آگاہی بخشی گئی: ﴿ہم نے اِس کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی﴾ پھر اپنے اِس قول سے اِسے عام کیا: ﴿پھر انہیں ان کے ربّ کی طرف لوٹایا جائے گا﴾ (الانعام: ۳۸) جیسا کہ تخلیق کی اصل اور پہلی ابتدا یعنی حقیقتِ محمدیہ کی جانب یوں اشارہ کیا: ﴿اور اُس کے پاس اُمّ الکتاب ہے﴾ (الرعد: ۳۹) پس ہم ظاہر کتاب ہیں اور آپ اعلی اُمّ[1] ہیں۔

انسان: جامع کتاب، تاریک رات اور روشن درخشاں دن ہے۔ اس کے مرتبے کی رفعت اور منزلت کی برتری سے اِس کے معنی کو دیکھیں تو یہ ایک ہے، اگر اِس کے حال کو

---

[1] اُمّ سے مراد: ماں، اصل، مصدر وغیرہ ہے، یہاں مراد حقیقت محمدیہ ہے۔

إلى جهاته، وسبعةٌ بالنظر إلى صفاته،[١] وثمانيةٌ بالنظر إلى نسخته،[٢] وتسعةٌ بالنظر إلى مراتبه، وعشرةٌ بالنظر إلى إحاطته.[٣]

وأحد عشر بالنظر إلى ولايته، وهو روح القدس؛ فإن أمدّه هذا الروح من غير كشفٍ مَلكيّ، وهو تابع لغيره؛ فهو صِدّيق، وهي المنزلة الحاديةُ عشرة في الإنسان. وإن أمدّه على الكشف المَلكي، وهو أيضًا تابع، أو لا تابع ولا متبوع؛ فهو نبيّ، وهي المنزلة الثانية[٤] عشرة في الإنسان. وإن أمدّه على الكشف المَلكي، وهو متبوع لا تابع؛ فهو الرسول، وتلك الرسالة، وهي المنزلة الثالثة عشرة في الإنسان، بتمام وجود الإنسان، وبه تمّ الوجود في العَشرة.

ثمّ جاء الحادي عشر نظير الأوّل إن تأملّتَ ومنعطفٌ عليه، ونظير الثاني عشر والثالث عشر نظير الثاني والثالث من البسائط، وتبيّن ذلك في الوسائط. فاعتكفَتْ ملائكة التقييد[٥] على قدميه لاحِظة، ولما يصدر عنه من العلوم فيها حافظة.

فإن قيل: هذا الكرسيّ الأجْلَى؛ فأين اللوح المحفوظ والقلم الأعلى؟ وأين الدواة واليمين؟ وكيفيّة كتابة التعيين؟ فنقول: تركنا تعيين ما ذكرتَه موقوفا على نفسك، حتى تطَّلع على ذلك ببصرك عند شروق شمسك، وقد نبّهنا عليها في هذا الكتاب بالتضمين لا بالتعيين. فاشحذْ[٦] فؤادَك، وقَوِّ اجتهادَك، عسى الله أن يفتح لك بابًا من عنده، عند مواظبتك على الوفاء بعهده، والتصديق بوعيده ووعده.

---

[١] أي صفات السبعة: الحياة والعلم والقدرة والسمع والبصر والكلام والإرادة.

[٢] نسخته: أي العرش والكرسي واللوح والقلم والأفلاك والملائكة والجن والإنس.

[٣] أي علما بجميع الموجودات.

[٤] ن: – الثانية.

[٥] ب، م، ع: غير واضحة. ش: التقييد. ن، ج: التنفيذ. و، ع، س (في المتن): التنفيد. س (في الحاشية): التقبيل.

[٦] ب (شرح في الهامش): اشحذ: حُد؛ من شحذ السيف. ن: فاسجد.

دیکھیں تو یہ دو ہے، اگر اِس کے عالم کو دیکھیں تو یہ تین ہے [1]، اگر اِس کے قواعد کو دیکھیں تو چار [2] ہے، اگر اِس کی مملکت کو دیکھیں تو پانچ [3] ہے، اگر اِس کی جہات کو دیکھیں تو چھ ہے، اگر اس کی صفات کو دیکھیں تو سات [4] ہے، اگر اس کے نسخے کو دیکھیں تو آٹھ ہے، اگر اس کے مراتب کو دیکھیں تو نو ہے اور اگر اِس کے احاطے کو دیکھیں تو دس ہے۔

اگر اِس کی ولایت کو دیکھیں تو دس کے بعد ایک ہے، جو کہ پاک روح ہے؛ اگر یہ روح کشفِ ملکی کے بغیر اُس کی امداد کرے، اور وہ کسی اور کا تابع ہو تو وہ صدّیق ہے، یہ انسان میں گیارہویں منزل ہے۔ اور اگر یہ (روح) کشفِ ملکی میں اُس کی مدد کرے، اور وہ تابع ہو، یا نہ تابع ہو نہ متبوع؛ تو وہ نبی ہے، یہ انسان میں بارہویں منزل ہے۔ اگر یہ (روح) کشفِ ملکی میں اِس کی مدد کرے، اور وہ متبوع ہو نہ کہ تابع؛ تو وہ رسول ہے، اور یہ رسالت ہے جو انسان میں تیرہویں منزل ہے، یہی وجود انسان میں کمال ہے، اور اسی سے دس میں وجود مکمل ہوا۔

اگر تو غور کرے تو گیارہواں پہلے جیسا ہے اور اِسی کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے، بارہویں اور تیرہویں کی مثال بسائط میں دوسرے اور تیسرے جیسی ہے، اور یہ سب وسائط میں واضح ہے۔ پس لکھنے والے فرشتے اِس کے قدموں میں جا بیٹھے تاکہ وہ اس سے نکلے علوم کو محفوظ کر سکیں۔

اگر یہ کہا جائے: یہ تو ہو گئی ظاہر کرسی؛ پس لوحِ محفوظ اور قلم اعلیٰ کہاں ہیں؟ دوات، ہاتھ اور معین کتابت والی کیفیت کہاں ہے؟ ہم کہتے ہیں: جس تعیین کا تو نے ذکر کیا وہ ہم تجھ پر چھوڑتے ہیں، کہ تو اپنے سورج کی روشنی میں اِسے اپنی آنکھوں سے دیکھ، اِس کتاب میں ہم نے اس جانب ضمناً اشارہ کیا ہے، تحدید نہیں کی۔ پس اپنے قلب کو بیدار کر، اور کوشش میں لگ جا، ہو سکتا ہے کہ اللہ تیرے لیے اپنی طرف سے یہ دروازہ کھولے، جب تو اس کے عہد کی پاسداری کرے، اُس کے وعد و وعید پر یقین کرے۔

[1] یعنی حیوان، نباتات اور جمادات ہے۔

[2] چار قواعد: آگ پانی ہوا اور مٹی ہیں۔

[3] یہ پانچ حواس ہیں۔

[4] سات صفات یہ ہیں: حیات، علم، قدرت، سماعت، بصارت، کلام اور ارادہ۔

لؤلؤةُ الأفلاك، وهي أرواح السماوات، نَشْءُ السبع الطرائق والكواكب، منه

فلمّا كمل هذا الكرسيّ، واستقرّ فيه الملأ الأمري، أحال أنوار سبعته الأعلام[١]، فكان عنها السبع الطرائق متماسّة الأجرام[٢]؛ جعلها سقفًا مرفوعًا لمهادٍ سيكون، إذا توجّه عليه الأمر بقوله تعالىٰ: ﴿كُنْ فَيَكُونُ﴾[٣]، وكواكبها منتهىٰ الأشعّة في الخلاء، علىٰ الاستيفاء. فسقطتِ الأنوارُ وتجارتْ، وانتشأتِ الأفلاكُ واستدارتْ، وهي منتهىٰ الأشعّة، وبقي منتهىٰ الأشعّة علىٰ أصله، نيّرًا في محلّه.

فالأفلاكُ: اتّصالُ أنوارِ أشعّة الأنوار المحمديّة، والمقامات الأحديّة، ويرجع صِغر[٤] حجم الكواكب وكِبرها لمسام ذاتِه المشرقة، وينابيعه المنفهقة، وعلّة دوْر الأفلاك الإحاطة، التي اتّصفتْ بها الوساطة، وتحريكها بالتّماسِّ مشروطٌ، علىٰ عقدٍ مربوط، واختصّتْ كواكب المنازل بالكرسيّ الكريم، لمّا كان المقام الذي يُفْرَقُ فيه كلّ أمر حكيم. فتنبّهْ يا غافل، وتدبّرْ يا عاقل، لهذا النشء المصون، والكتاب المكنون، الذي لا يمسّه إلّا المطهَّرون.

ولمّا استدارت هذه الأفلاك متجوِّفة[٥]، واستقرّتْ بسَاحَاتها[٦] عوالم الأملاك

---

[١] أي السبع سماوات.

[٢] أي الكواكب السبعة السيارة.

[٣] [البقرة: ١١٧]

[٤] م: صغير.

[٥] ن: المتجوفة. س: مجوفة.

[٦] ن، ش: بساحتها.

افلاک کا موتی جو آسمانوں کی ارواح ہے
اس (نور ازلی) سے سات راستوں اور سیاروں کی تخلیق

جب یہ کرسی مکمل ہوئی، اور امر (کُن) سے تخلیق شدہ جماعت اِس پر براجمان ہوئی، تو اس نے اِس کے سات سرداروں کے انوار اِس طرح سے پھیلائے کہ اِن سے سات گزر گاہیں بنیں جن کے اجرام ایک دوسرے سے مَس تھے؛ اور اِنہیں عنقریب تخلیق ہونے والی زمین کے لیے اونچی چھت بنایا، جب "کُن فیکون" کا امر اس (زمین) کی جانب متوجہ ہوا، اور اِن کے ستاروں کی روشنی خلا کی انتہاؤں تک جاتی تھی۔ چنانچہ یہ روشنیاں نیچے کو آئیں اور رواں ہوئیں، افلاک تخلیق ہوئے اور گردش میں آئے، اور یہی (افلاک) شعاعوں کی انتہا ہیں، اور شعاعوں کی یہ انتہا اپنی اصل پر باقی اور اپنے مقام پر روشن رہی۔[1]

پس افلاک انوار کی شعاعوں کا انوارِ محمدیہ اور مقاماتِ احدیہ سے ملاپ ہے، کسی ستارے کے حجم کا چھوٹا یا بڑا ہونا اُس کی ذات کے منور مساموں اور اُس کے وسیع چشموں سے ہے، گردشِ افلاک کی علت احاطہ ہے جس سے یہ برزخ سے موصوف ہوئے، اور اِن کی حرکت ایک مربوط عقد اور ایک مشروط طلب پر ہے، اور منازل (یعنی ۱۲ برجوں) والے سیارے کرم والی کرسی سے مخصوص ہیں، کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں ہر حکمت والا معاملہ الگ کیا جاتا ہے۔ سوائے غافل! دھیان دے، اور اے عاقل! اِس محفوظ نشأت اور پوشیدہ کتاب پر غور کر جسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔

جب ان جَوف دار افلاک نے گردش کھائی، اور ان کی وسیع فضا سے ارواح اور فرشتوں کے جوف دار عوالم نے قرار پکڑا، نشأت عُلوی میں تعمیر مکمل ہوئی، قلم رواں ہوا اور (اسما کی) تاثیر نے اپنی جا چاہی اور اِسے نہ پایا، تو وہ حجابِ احد کی جانب محتاجی کی حالت میں لوٹے، اُس

---

[1] یعنی اس کی روشنی میں کمی نہ ہوئی۔

متخوّفة[1]، وكَمُلتِ البنية في النشأة العُلويّة، واستمرّتِ الجَرية[2]، وطلبَ التأثيرُ أينَه[3] فلم يجد، فرجع فقيرا إلى حجاب الأحد، فجثى عند قدميها راغبًا، ولمملكته منها طالبًا، وضجّتْ ملائكةُ السماء، وما بقي هنالك[4] من الأسماء، لوجود الأرض والماء والنار والهواء.

[1] س: متجوفة. هـ: بساحاتها الأفلاك متجوفة.

[2] أي جريان القلم.

[3] ن: إنية.

[4] ب (في الحاشية): "وما بقي هنالك" معطوف على ملائكة السماء؛ أي ضجّ ما بقي هنالك كما ضجّت الملائكة. م، ج (في الحاشية): "وما بقي هنالك" معطوف على ملائكة السماء؛ أي ما بقي هنالك لما ضجّت الملائكة. س: هناك.

کے قدموں میں اِس رغبت سے جھکے کہ وہ اُس سے اپنی مملکت مانگ رہے تھے، پھر ملائکہ سماء، باقی ماندہ اسما، زمین، پانی، آگ اور ہوا کے وجود کے لیے شکوہ کُناں ہوئے۔

لؤلؤةٌ: نَشْءُ العناصر الأوَل منه[١]

فنظر - صلى الله عليه وسلم - ذاتَه بعين الاستقصاء، إذ قد أنشأه الحقُّ محلَّ الإحصاء، ثمّ نظر[٢] ما وُجد عنه، فوجد الملأ الأعلى والعالم الأدنى، وفقد[٣] العالم الأوسط والأقصى، فأخذ يدبِّر في إيجاد أصول الكون الأسفل والنور الأنزل؛ إذ لا بدّ لكلّ عُلْوٍ من سُفل، ولكلّ طيِّب من ثُفل.[٤]

فقبض عليه الحقّ سبحانه عند هذه النظرة، ومرور هذه الخطرة، قبْضَ الجلال والهيبة، ليُخْرِج ما بقي من الأمتعة في تلك العَيْبة[٥]. فعندما اشتدّ عليه الأمر وقوي عليه القهر، وظهر عليه العدل والأمر؛ رشح لتلك الضغطة؛ فكان ذلك الرشح ماءً. ثمّ نَفَّس عنه يسيرًا فتنفّس[٦]؛ فكان ذلك النفَس هواءً. ثمّ أوقفه على سرّ الجهة التي قبَضَه منها، فلاح له ميزان العَدْل قائمًا على نصف ذاته، فزفر زفرةً[٧] له، فكانت تلك الزفرة نارًا. فستر عنه ميزان العدلِ بحجاب الفضل، فوجد بَرْد الرحمة، فيبس ما بقي من الرشح بعد قَطْرِه فكان ذلك اليبس والبرد[٨] أرضا قرارًا.

---

[١] ب: من هنا يبدأ نقص بمقدار أربع صفحات في المخطوط، وينتهي عند موضوع "لؤلؤة امتداد الرقائق من الحقيقة المحمديّة إلى جميع الحقائق".

[٢] ن: + إلى.

[٣] و: وبهذا. ش: - فقد.

[٤] الثفل: الحثالة.

[٥] العيبة: وعاء يجعل فيه الرجل نفيس متاعة. ن، ش: الأشعة في تلك الغيبة. س، هـ: الغيبة.

[٦] و: - فتنفس.

[٧] الزفرة: إدخال النفس.

[٨] ن، ج، ع: ذلك البَرْد واليبس.

موتی: اِس سے اولین عناصر کی تخلیق

پھر آپ ﷺ نے اپنی ذات [1] کو تفصیل کی نظر سے دیکھا، کہ حق نے آپ کو شمار کی جا بنایا، اور جب غور کیا کہ آپ سے کیا وجود پذیر ہوا، تو ملأ اعلیٰ اور عالم ادنیٰ کو موجود جبکہ عالم اوسط اور عالم اقصیٰ کو مفقود پایا، لہذا زیریں کائنات کے اصول اور نچلے نور کی ایجاد میں غور کیا؛ کیونکہ ہر بلندی کے ساتھ پستی اور مرغوب کے ساتھ ناگوار کا ہونا بھی ضروری ہے۔

سو اِس تفصیلی نظر اور خیال پر حق سبحانہ نے آپ پر جلال اور ہیبت کی گرفت ڈالی تاکہ وہ اِس گٹھڑی میں چھپا باقی سامان بھی ظاہر کرے۔ سو جب آپ پر معاملہ دشوار ہوا، قہر کا غلبہ اور عدل اور امر کا ظہور ہوا؛ تو اِس دباؤ میں آپ کو پسینہ آیا؛ اور یہی پسینہ پانی تھا۔ پھر (حق) نے آپ پر نرمی دکھائی تو آپ نے (سکھ کا) سانس لیا؛ اور یہی سانس ہوا تھی۔ پھر آپ کو اُس جہت کے راز سے متعارف کروایا جس سے آپ پر گرفت کی تھی، تو آپ پر میزانِ عدل ظاہر ہوا جو آپ کی آدھی ذات پر قائم تھا، اِس پر آپ نے ایک آہِ آتشبار بھری، اور یہی آہ آگ تھی۔ پھر حجابِ فضل کی بدولت آپ سے اُس میزانِ عدل کو چھپالیا، تو آپ نے رحمت کی ٹھنڈک پائی، اور پسینہ ٹپکنے کے بعد جو (مواد) باقی بچا وہ خشک ہوا، اور یہی ٹھنڈک اور خشکی زمین یعنی جائے قرار تھی۔

[1] یہاں جس جگہ آپ کا لفظ آیا ہے وہاں مراد حقیقت محمدیہ ہے۔

ثمّ ناداه من حضرة العين[١]: يا محمد؛ هذه أصول الكون فَصُرْها[٢] إليك، ثم امزج بعضها ببعض فيكون منه عالم الهواء والأرض. والجامعُ لهؤلاءِ العوالم الإنسانُ، وهو الذي أشار إليه العارف بقوله[٣]: "لا أبدع من هذا العالَم في الإمكان". فتكوّن الخِلاف والمِثل، وظهرتِ الصورة والشكل، وكلّ خلق بالإضافة إلى ما خلق منه يسير، وإلى ما كُوِّن منه بعد انحلاله يصير، وستعلم أنّ رفيقه[٤] القديم، في قوله تعالى: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ. ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾[٥]، إلى ما خُلق من الطين، ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾[٦] فعَرف من أين جاء، وزال الظلُّ[٧] ثمّ فاءَ، ﴿فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾، مشاهدة تمكين، ﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ﴾[٨]، عند مكاشفة التعيين، ﴿أَلَيْسَ اللَّـهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾[٩] بين المتنازعين من أهل البرازخ بين الشمائل واليمين. فَصُنْ هذه الدرر، وتكتّم بها واستتر.

---

[١] أي من حضرة عين ذات رسول الله وهي حقيقته المحمدية. ن: حضرة حصر العين.

[٢] فصرها: ضمّها.

[٣] يقصد به الإمام أبا حامد الغزالي.

[٤] ن، ش، س، ج، ع، هـ: رقيقه. لا يوجد العبارة في ب، ر.

[٥] [التين: ٤، ٥].

[٦] [التين: ٦].

[٧] ش: من أين جاوز إلى الظل.

[٨] [التين: ٧].

[٩] [التين: ٨].

پھر اُس نے آپ کو حاضرتِ عین (یعنی حقیقتِ محمدیہ کی حاضرت) سے پکارا: اے محمد! یہ کائنات کے اصول (یعنی عناصر) ہیں، انہیں خود سے مانوس کرو، پھر انہیں آپس میں ملاؤ، تو اِس سے عالم ارض و سما بن جائے گا۔ اور انسان ہی اِن تمام عوالم کا جامع ہے، اِسی جانب ایک عارف[1] نے اپنے قول میں یوں اشارہ کیا: "امکان میں اِس عالم سے بہتر نہیں۔" پس مثل اور خلاف تخلیق ہوا، صورت اور شکل ظاہر ہوئی، ہر مخلوق اُسی کی طرف جا رہی ہے کہ جس سے وہ تخلیق ہوئی، اور تحلیل ہونے کے بعد اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے جس سے وہ بنی، اور تجھے پتا چلے گا کہ اُس کا رفیقِ قدیم، جیسا کہ اُس متعال نے اِس قول میں بتایا: ﴿ہم نے انسان کو بہترین ہیئت پر بنایا اور پھر اسے اسفل سافلین کی طرف لوٹایا﴾ یعنی اس مٹی کی طرف جس سے یہ تخلیق ہوا، ﴿مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے﴾ سو وہ جان گیا کہ وہ کہاں سے آیا، سایہ سمٹا پھر لوٹ آیا ﴿سو اِن لوگوں کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے﴾ یعنی مشاہدہ تمکین ﴿اور اِس کے بعد آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے﴾ تعیین والے مکاشفہ میں ﴿کیا اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا نہیں﴾ (التین: ۸) اہل برازخ کے ان جھگڑالوؤں میں جو دائیں اور بائیں ہوں گے۔ ان موتیوں کی حفاظت کر، انہیں چھپا اور لب بستہ ہو جا۔

[1] یہاں مراد امام غزالی ہیں۔

لؤلؤة: نَشْءُ الدخان الذي فُتقت فيه السماوات العُلى

ولمّا خلق الله هذه العناصر الأُول، على الخلق الذي قدّره في الأزل، جعلها سبعًا طباقًا، وأسكنها أقواتًا وأرزاقًا، كما أسكن الطباق العُلى معارفًا[1] وأخلاقًا. فتماسّتْ طباقُ الأرض، وحكَّ[2] بعضها في بعض، فتولّد بينهنّ لَهَب[3]، ذو سَبْع شُعَب، كلّ شعبةٍ من جنس أرضها، ولذلك تميّز بعضها من بعضها. فَعَلا من كلّ لهب دُخانٌ مختلط، ففتق فَلَك الماء والهواء والنار، ومازج أفلاك الدراري والأنوار، مرتوق الشُّعَب منزوع اللهب. ففرّقته الأفلاك النيّرات بحقائقها فكان فتقًا، وصَعِد هيولانيًّا فصيّره الحقُّ عند هذه الأسباب صُوَرًا وخَلْقًا. فأداره سبع طرائق، وجعل الأفلاك أرواحا لهنّ وحقائق، فقال تعالى: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾[4]، وقال: ﴿فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ﴾[5] بعدما خلق الأرض وقدّر فيها القُوتَ في أربعة أيام، وذلك لكثافة الأجرام؛ فإنها[6] أربعة عناصر مختلفة الأواصر.

ولمّا كان الدخان من نار السبع الطباق الترابيّة، فكانت مختلفة في اللونيّة، كذلك جاءت الطباق السماوية مختلفة في اللونية[7]: فزُرقة وصُفرة وحُمرة وبياض وخُضرة، كلّ سماء من جنس أرضها؛ إذ هي من بعضها، وذلك[8] لمّا كان أصل

---

[1] م، و، ع: معارف.

[2] م، ش: وحل.

[3] و: طيب. [واضح انه التبس عليه الرسم لقرب رسم كلمة لهب مع رسم كلمة طيب].

[4] [فصلت: ١١]

[5] [فصلت: ١٢]

[6] م: فالسماء.

[7] ع: - "كذلك جاءت الطباق السماويّة مختلفة في اللونيّة".

[8] م، ش، س، هـ: ولذلك.

موتی: اس دھوئیں کی تخلیق کہ جس سے عالی آسمان الگ ہوئے

جب اللہ نے اِن اوّلین عناصر کو اُس تقدیر پر تخلیق کیا جو ازلاً مقدر کی، تو انہیں سات طبقات بنایا، اِن میں رزق اور خوراک رکھی، جیسا کہ عالی طبقات میں معارف اور اخلاق رکھے۔ جب زمین کی تہیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو ان کے درمیان سات اقسام کے شعلے اُٹھے، ہر قسم اپنی زمین کی جنس کے مطابق تھی، اِسی لیے یہ ایک دوسرے سے جدا تھے۔ پھر ان میں سے ہر شعلے میں سے اختلاط والا دھواں اٹھا، اور اِس سے پانی، ہوا اور آگ کا فلک نکلا، یہ ستاروں اور انوار کے فلک میں گھل مل گیا، ایسی آگ جس میں شعلے نہ تھے۔ پھر روشن افلاک نے اِسے اپنے حقائق کے حساب سے الگ الگ کیا۔ اور یہ ہیولانی صورت میں اوپر کو اٹھا تو حق نے اِن اسباب کے پاس اِسے صورت اور تخلیق بخشی۔ پھر اِسے سات راستوں میں گھمایا، اور افلاک کو اِن راستوں کی ارواح اور حقائق بنایا، اُس متعال نے فرمایا: ﴿پھر وہ آسمان پر جا ٹھہرا جبکہ وہ دھواں تھا﴾ (فصلت: ۱۱) اور فرمایا: ﴿سو انہیں دو ایام میں سات آسمان بنایا﴾ (فصلت: ۱۲) بعد اِس کے کہ چار ایام میں زمین کو تخلیق کیا اور اِس میں اِس کی خوراک رکھی، یہ اجرام کی کثافت کے باعث؛ یہ چار عناصر ہیں جن کے مختلف روابط ہیں۔

چونکہ یہ دھواں مٹی کی سات تہوں سے تھا، تو یہ مختلف رنگوں کا تھا، اسی لیے آسمان کے طبقات مختلف رنگوں کے ہوئے: نیلا، پیلا، سرخ، سفید اور سبز۔ ہر آسمان اپنی زمین کی جنس میں سے ہے؛ کہ یہ اُسی کا جزو ہے، چونکہ آسمانوں کی بنیاد عنصر میں زمینی ہے، اِسی لیے آخرت میں یہ

السماوات أرضيًا عنصريًا، زالت بزوالها في الآخرة، وبقيتِ الأفلاكُ العلويّة في أوجِهَا دائرة، من غير جِرم محسوس ولا جسم ملموس؛ ولذلك لا تظهر فيها النجوم؛ فإنّ الفَلَك يبرز بذاته على العموم؛ إذ النجم عبارة عمّا ظهر من الفَلك.

فتأمّل يا أخي هذا الخير الذي شملك، فالأفلاك باقية ببقاء الجِنان والإنسان، والسماوات فانية بفناء الأرض والحدثان.[1] فتأمّل لولا الحقائق المرتبطة والأفلاك الروحانيّة المتوسّطة، ما بُدِّلت الأرض غير الأرض، وصارت درمكة[2] بيضاء تحت قدم الخفض. فظهور الأفلاك النيّرات، عبارة عن تبدُّل السماوات، فتأمّلْ هذه الإشارات، وابحث على ما تضمّنته هذه العبارات.

[1] المراد بالحدثان الليل والنهار.

[2] الدرمكة: الدقيق من كل شيء. وتراب الجنة: درمكة بيضاء كما جاء في الحديث.

(آسمان) زمین کے زوال سے زائل ہو جائیں گے، اور صرف علوی افلاک اپنے اوج میں گردش کرتے باقی بچیں گے، کہ نہ ان میں کوئی محسوس جِرم ہے اور نہ ملموس جسم؛ اسی لیے اُن میں ستاروں کا ظہور نہیں؛ بیشک فلک عمومی طور پر اپنی ذات سے ظاہر ہوتا ہے؛ اور نجم سے مراد وہ شے ہے جو فلک سے ظاہر ہوئی۔

اِے بھائی! اِس خیر پر غور کر جس نے تجھے شامل کیا، افلاک جنتوں اور انسان کی بقا سے باقی ہیں، جبکہ آسمان زمین اور دن رات کے فنا ہونے سے فانی ہیں۔ لہذا غور کر، اگر حقائق مربوط نہ ہوتے، اور درمیانی روحانی افلاک نہ ہوتے، تو یہ زمین بھی دوسری زمین سے تبدیل نہ ہوتی، اور ارض محشر پست قدموں تلے نہ آتی۔ پس روشن افلاک کا ظہور، آسمانوں کے تبدیل ہونے سے عبارت ہے، ان اشارات پر غور کر اور ان عبارات کے پنہاں معانی ڈھونڈ۔

لؤلؤةٌ: نَشْءُ مثال، رؤية الحقّ في عالم الخلق[١]

وتجلّي الحقّ سبحانه للناطق من الحيوان كتجلّي السراب للظمآن[٢]، وليس في الكون كلّه شيء يشبه تجلّي الحقّ إلى قلوب العباد من سماء المعرفة سوى هذه الصفة. ألا ترى التجلّي لا يكون إلّا من أعلى على أدنى، وجعل القيعان دُون الجبال محلّا للسراب الأسنى. فانظرها حكمةً ما أجلاها، وقَطرة مُزْنٍ ما أعذبها وأحْلَاها! ثمّ حجب حقيقة هذا السرّ، إذ نصبه تشبيها بعمل أهل الكفر[٣]، ثمّ نبّه أهل الإشارة على عظمته عنده[٤] في آخر الأمر، فقال حين أَنزل عهده، وخاطب عبده: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ﴾[٥]، فستره أوّلا بعمل الكفر وبتوفية الحساب بعده، إذ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[٦]، ولا يُدْرَك وصفُه وهو اللطيف الخبير. فارفع هذه الطُّنُب[٧]، واخترِق هذه الحُجُب؛ تُبصر العجب العُجاب، وتشكر القِشر الذي صان هذا اللباب.

---

[١] أي ظهور الحق في مرآة الإمكان وظهور صورة الخلق.

[٢] م: للظلمات.

[٣] أي أهل الستر.

[٤] ع: من هنا يبدأ نقص بمقدار ثمان صفحات في المخطوط ينتهي عند "إثبات الإمامة على الإطلاق من غير اختلاق".

[٥] [النور: ٣٩].

[٦] [الشورى: ١١]

[٧] الطنب: حبل الخباء والسرادق.

موتی: مثالی نشأت عالَمِ خلق میں حق کی رویت

حیوان ناطق پر حق سبحانہ کی تجلی پیاسے کے لیے تجلیِ سراب کی مانند ہے، اِس ساری کائنات میں تجلیٔ حق کی مانند صفتِ (سراب) کے سوا کوئی شے نہیں یہ (تجلی) معرفت کے آسمان سے بندوں کے قلوب پر ہوتی ہے۔ کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تجلی صرف اعلی سے ادنی کی طرف ہوتی ہے، جبکہ اُس نے پہاڑوں سے نیچے میدانوں کو درخشاں سراب کی جا بنایا۔ (تجلی کی) اس حکمت کو دیکھ، یہ کتنی اُجلی ہے، یہ میٹھے اور شیریں مینہ کا قطرہ ہے! پھر اُس نے اِس بھید کی حقیقت چھپائی، کہ اِسے اہل کفر کے عمل سے تشبیہ دی، اور معاملے کے آخر میں اہل اشارہ کو اپنے ہاں اِس کی عظمت پر متنبّہ کیا، سو جب اپنا عہد اتارا اور اپنے بندے کو مخاطب کیا، تو کہا: ﴿حتی کہ جب وہ اُس (سراب) تک پہنچتا ہے تو اُسے کچھ نہیں پاتا، مگر وہاں اللہ کو موجود پاتا ہے﴾ (النور: ۳۹) پہلے اِسے عمل کفر سے ڈھانپا اور اِس کے بعد اُسے اُس کا حق دیا، کیونکہ ﴿اُس کے مثل جیسی کوئی شے نہیں اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے﴾ (الشوری: ۱۱) اُس کا وصف ادراک میں نہیں آتا کہ وہ لطیف اور خبیر ہے۔ پس ان تمبوؤں کو اٹھا اور اِن پردوں کو چاک کر؛ تو عجب العجائب دیکھے گا، اور اِس چھلکے کا بھی شکر ادا کرے گا جس نے اِس مغز کی حفاظت کی۔

لؤلؤة التحام اليواقيت وانتظام المواقيت

ولمّا تمهّدتِ الخليقة، وامتدّتِ الرقيقة إلى الحقيقة، وتجسّد في أوّل النشء الترابي الشخص الإنساني الآدمي، المخلوق بيد التنزيه، والمكسوّ حلّة التشريف والتنويه،[١] وتردَّد الجسدُ طَوْرًا بعد طَوْر، وكَوْرًا بعد كور، في قوالِبَ يكثر عددهم ويكبر أمدهم، حتى كانت تلك الأطوار في تلك الأدوار نشأةً متّحدة، وهيئةً فرديّة متجسّدة. فلمّا كملتْ بُنيتها، وتخلّصتْ تصفيتها، نفخ فيها الشخص الروحاني، والكلمة الإلهيّة والأمر الربّاني؛ فقامت النشأة على ساقها تعتمد، وبأمرها تستبد.

وتوالَى الدَّوْر بالنشء، على أصل البُدء، إلى أن سلخ ذلك النهار من ليل أرضه، والتحق بعنصره الأعلى واختلط بعضُه ببعضِه، وبقي في أَوْجِهِ الأعلى رقيبًا، وعلى تعاقب الأدوار حسيبًا. ولتبصرنّه على التعيين، في مقام التمكين، ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ﴾[٢]، وهو إذ ذاك أحكم الحاكمين.

فلمّا ارتفع كما ذكرناه، في الرِّداء الذي به سَتَرْناه؛ لحقتِ المملكةُ بالفساد، وعمّ الهلاك جميع العباد، إلى أن حصلت الشمس في حَمَلها، بيت شرفها وجذلها[٣]، وسطع النّور[٤]، وتنزّل الأمر، فلم يبق ملأ أعلى إلّا صعِق لذلك التجلّي، ولا بقي رفرفٌ أسنى إلّا كان محلّا لذلك التدلّي.

فتنزّل نورُ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾[٥]، في أنبوبِ ما له فَيٌّ، مكتنفا بأردية الصون،

---

[١] س: بلغ المقابلة.

[٢] [ص: ٨٨]

[٣] جذل: حُسن وبهجة الطالع. س: وجدولها.

[٤] م، و، ش، ج، س، هـ: الدور. لا يوجد الصفحات في: ب، ر، ع.

[٥] [الشورى: ١١]

موتی: یواقیت کا اجتماع اور اوقات کی ترتیب

جب تخلیق مکمل ہوئی، اور رقیقہ حقیقت تک پہنچا، اور پہلی ترابی نشأت میں انسانی آدمی شخص متجسّد ہوا، وہ جو تنزیہ کے ہاتھوں تخلیق ہوا، وہ جسے شرف و عظمت کا لباس اوڑھایا گیا، (تو اس سے قبل) یہ جسد ایک حالت سے دوسری حالت، ایک گردش سے دوسری گردش میں اُن قوالب میں ڈھلتا رہا کہ جن کا شمار دشوار اور مدت دراز ہے، یہاں تک کہ ان حالات اور ان گردشوں سے وہ ایک متحد نشأت اور متجسّد فردی ہیئت تک جا پہنچا۔ سو جب اِس کا ڈھانچا مکمل ہوا اور اس کی تخلیق اپنے کمال کو پہنچی، تو اِس میں ایک روحانی شخص، الٰہی کلمہ اور ربّانی امر پھونکا گیا؛ یوں یہ نشأت اپنے پیروں پر کھڑی اور اپنے معاملے میں خود مختار ہوئی۔

پھر اِس نشأت کی اصل پر زمانے کا پہیہ چلا، کہ اِس کی زمین کی رات سے اس کا دن نکلا، یہ اپنے عنصرِ اعلیٰ سے جا ملا، اور اِس کا ایک حصہ دوسرے میں گھل مل گیا، یہ اپنی بلند ترین اوج پر نگران، اور ان ادوار کے بار بار آنے کا حساب دار[1] ہوا۔ اُسے مقامِ تمکین میں تعیین پر دیکھے گا ﴿اور کچھ دیر بعد اُس کی خبر پائے گا﴾ (ص:۸۸) اور وہ وہاں احکم الحاکمین ہے۔

سو جب وہ اُس طرح سے بلند ہوا جیسا کہ ہم نے بتایا، اور اُس چادر میں (بلند ہوا) جس میں ہم نے اُسے چھپایا؛ تو اِس مملکت میں فساد اٹھا اور سب بندوں میں تباہی چھائی، یہاں تک کہ سورج (برج) حمل میں داخل ہوا، جو اِس کے شرف اور خوش بختی کا گھر ہے، پھر نور چھا گیا اور حکم نازل ہوا، چنانچہ ملأ اعلیٰ میں سے ہر ایک اِس تجلی سے ہوش گنوا بیٹھا، اور صرف وہی رَفرَفِ اعلیٰ باقی بچا جو اِس جگہ آیا تھا۔

پس ﴿اُس کے مثل جیسی کوئی شے نہیں﴾ کا نور ایک بے سایہ نلی میں نیچے آیا، یہ ردائے حفاظت سے گھرا تھا، یہاں تک کہ عالمِ کائنات تک پہنچا، پس چمکتا ستارہ اپنے برج میں داخل ہوا،

---

[1] یعنی ان کا حساب رکھنے لگا۔

حتى وصل إلى عالم الكون، فحلّ الدرّيُّ المُشرق في بُرجه، وحصل الرقم المودَع في دَرْجِه؛ فكان ياقوتةً حمراء، تجوّفتْ لها ياقوتةً صَفراء،[١] فأودعها سبحانه فيها، وختم عليها بخاتم ﴿إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا﴾.[٢]

فلمّا التحمتِ الحقيقتان[٣]، والتفّتِ الرقيقتان، زهرت الأفلاك، واعتصمتِ الأملاك، وظهرتِ الرُّجوم، لمن أراد الهجوم، وتنزّل النور الحقّ، والكلِم الصّدق. ثمّ اختلست الياقوتتان في الظلمات، لِتُعاين الصفراءُ منهما ما غاب عنها من الآيات. فعندما اجتمعت الصفراء بأختها كانت لها بنتًا، ثمّ ارتقتْ إلى مَن كانت له بيتًا.[٤] فأكرمت الأمّ مثواها، وحمدت مستواها.

فتطلّعت الحمراء من خلف حجاب الكتم، فإذا هي بنور الختم؛ فخاطبه بلسان الاستيفاء[٥]: أنا خاتم الأولياء، ومقدَّم جماعة الأصفياء، أنا مكنون حكمتك وخاتم أمتك.[٦] فقالت له: هل لك في أن تكون معي وزيرا صدّيقا؟ فقال: قد استخلفتَ عتيقا. وأشال[٧] رداءه، فإذا بالصدّيق إزاءه، وشمس الغرب وراءه. ثمّ فارقه وقد شاقه.

فلمّا عُدمتِ الأغيار، وتقطّعتِ الأنوار، واتّصلتِ الرقيقة المثليّة بالحقيقة الكلّيّة في أنبوب الزمرّدة الطينيّة، سمع صوتَ وزيره، وصاحِبَ سرّه وتدبيره، الذي استخلفه خاتم أوليائه، في الجري على أنحائه.

---

[١] أي لتكون صونا لها.

[٢] [طه: ١٥]

[٣] أي الحقيقة المحمدية والحقيقة الآدمية.

[٤] ش: بين: بنتا، ونبتا. س: كانت لها أختًا.

[٥] م، و، ن، ج، ش: الاستنباء. هـ: ابناء.

[٦] م، و، س، هـ: – وخاتم أمتك. لا توجد الصفحات في ب، ر.

[٧] أشال: رفَع.

اور رکھا گیا ہندسہ اپنی جگہ کو پہنچا، یہ ایک سرخ یاقوت تھا اور اس پر ایک زرد یاقوت کا خول تھا، پس سبحانہ (تعالی) نے اُسے اِس میں ڈالا اور اِس پر یہ مہر لگائی: ﴿بیشک وہ گھڑی آئی چاہتی ہے اور قریب ہے کہ میں اسے چھپالوں﴾ (طہ:۱۵)

سو جب یہ دونوں حقیقتیں[1] ایک ہوئیں، اور دو لطیف دھاگے لَف ہوئے تو افلاک روشن ہوئے فرشتے پناہ میں آئے، اور جس نے حملے کا ارادہ کیا اُس پر پتھراؤ ہوا، نورِ حق اور کلمہِ صدق نے نزول کیا۔ پھر یہ دونوں یاقوت تاریکی میں اُچک لیے گئے، تاکہ ان میں زرد (یاقوت) وہ نشانیاں دیکھے جو اُس سے پنہاں ہیں۔ پھر جب زرد (یاقوت) اپنی بہن سے ملا تو یہ اُس کی بیٹی ہوئی[2]، اور پھر یہ اس کی جانب بلند ہوا جو اِس کے لیے خول کی مانند تھا۔[3] پس ماں نے اِسے اچھی طرح سے رکھا اور اِس کے درجے کی تعریف کی۔

پھر سرخ (یاقوت) خفیہ خانے سے باہر آیا، گویا کہ یہ "ختم" کا نور تھا؛ اِس نے زبانِ تفصیل سے کہا: میں ہوں خاتم اولیا اور امامِ جماعتِ اصفیا، اور میں ہوں تیری حکمت پنہاں، میں ہوں تیری امت کا خاتم۔ پھر اِس (حقیقت) نے اُس سے کہا: کیا تو میرا وزیر اور صدیق بننا چاہتا ہے؟ وہ بولا: بیشک آپ "عتیق" (یعنی ابو بکر صدیق) کو خلیفہ بنا چکے۔ پھر جب اُس (حقیقت) نے اپنی چادر اٹھائی تو صدیق (اکبر) اُس میں آگے تھے، اور "شمسِ مغرب" (یعنی امام مہدی) اُس میں پیچھے تھے۔ پھر وہ آپ سے جدا ہوا اور (اس جدائی میں) بے قرار ہوا۔

جب اغیار معدوم اور انوار منقطع ہوئے، رقیقۂ مثلی خاکی زمردی نلکی میں حقیقۂ کلّی سے جا ملا، تو آپ نے اپنے وزیر؛ اپنے ہمراز اور صاحبِ تدبیر[4] کی آواز سنی، وہ کہ جن کا مقام خاتم اولیا

---

[1] یعنی حقیقت محمدی اور حقیقت آدمی ملیں۔

[2] زرد یاقوت اور سرخ یاقوت حقیقت میں ایک ہیں لیکن سرخ یاقوت نے زرد یاقوت سے جنم لیا۔

[3] زرد یاقوت سرخ یاقوت کے لیے خول کی مانند تھا۔

[4] یہاں مراد نبی کریم ﷺ کا شب معراج اپنے ہمراز ابو بکر صدیق کی آواز سننا ہے۔

ثمّ كانت أمورٌ في هذا التجلّي، لا يتّسع الوقت إلى إفشائها، ولا يعطي الحال أيضًا إذاعة أنبائها، فإنّ القصد في هذا الكتاب إنما هو معرفة الخليفة والختم، وتنزُّل الأمر الحتم. فنقول: فرَجع عَوْدُه على بُدئه في ليله، وأدرك صلاة الصبح مع أهله، فتسوَّد ذلك الجسد على أمثاله، ممّن تقدّم أو تأخّر من أشكاله، لمّا كانت مادة الحقيقة الأصليّة والنشأة البُدئيّة إليه من ذاتها، وإلى غيره من صفاتها.[1]

[1] ش (في الحاشية): بلغ (مقابلة).

نے پایا، اور جن کے طریق پر یہ خاتم چلا۔[1]

پھر اِس تجلی میں ایسے امور بھی ہیں کہ نہ جن کے افشا کا وقت ہے، اور نہ ہی حال ان کے بیان کی اجازت دیتا ہے۔ اِس کتاب کا مقصد خلیفہ اور ختم کی معرفت، اور قطعی معاملے کے ظہور کا بیان ہے۔ ہم کہتے ہیں: اُسی رات وہ اپنے مقام پر لوٹا، اور صبح کی نماز اپنے اہل کے ساتھ پائی، اِس جسد (اطہر) نے اپنے جیسوں کی صدارت کی؛ وہ جو پہلے ہو گزرے یا اس کے وہ ہم جنس جو بعد میں آئیں گے، کہ حقیقتِ اصلی اور نشأت ابتدائی کا مادہ اس کی جانب تو اس کی ذات سے تھا جبکہ دوسروں کی جانب اس کی صفات سے تھا۔

---

[1] یعنی خاتم الاولیا حضرت عیسی علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو مقام صدیقیت سے احکام شریعت بتائیں گے، یعنی وہی طریقہ اپنائیں گے جو حضرت ابو بکر صدیق نے اپنایا کہ آپ نبی نہیں ولی تھے۔

لؤلؤة اعتراض لمن أصاب الصيد بالمِعراض[١]

ولمّا كان هذا النشء المحمديُّ بهذه المنزلة العليّة، وكان الأصل الجامع لجميع البريّة، وصحَّ له المجدُ الذي لا ينبغي لغيره، وأقامه الحقُّ سبحانه صورة نفعِه وضيرِه[٢]؛ عدلًا وفَضْلًا، وجمعًا وفَصْلًا، وأراد الحقُّ أن يُتمَّ تكرمَته حِسًّا، كما أتمّها نفسًا، فأنشأ لها في عالم الحسّ صورةً مجسَّمةً بعد انقضاء الدورة التي انعطف آخرها على أوّلها،[٣] وكانت في وسطها مكلَّمة. وسمّى سبحانه ذلك الجسم المكرّم المطهَّر محمدًا، وجعله إماما للناس كافّة وللعالَم سيّدًا، ونطق على ظاهر ذلك الجسد لسانُ الأمر، فقال: «أنا سيّد ولد آدم ولا فخر». ثمّ نزل لهم تعليمًا فافتقر، وردَّد فيهم البصر والنظر[٤]، وقال: «إنما أنا بشر»، وذلك لمّا كنّا له مِثالًا وكان لنا تمثالًا[٥]، فطورًا تقدَّس وطورًا تجنّس، فهو السابق ونحن اللاحقون، وهو الصادِق ونحن المصدِّقون.

ولمّا كانت أيضا صورته الجسديّة ختما لمقام الإنباء لا لصورة الإنشاء، كما كان بُدْءًا لوجود الكون، وظهور العين، وكانت دورة فلكه دورة مَلِك، والدورة المتقدّمة المذكورة دورة مُلك، لعلّك تقول: كيف يتأخّر وجود الملِك عن وجود المملكة، وهي قد حصلت في ميدان الهلَكَة؛ فإلى[٦] مَن كان في ذلك الوقت استنادُها؟ وعلى مَن قام أمرها وعمادها؟ فها أنا أُشفي الغليل، وأُوضح السبيل، وأُعرِّفك بامتداد الرقائق، وتناسب الحقائق.

---

[١] المعراض: سهم طويل له أربع قذذ، فإذا رمي به اعترض. هـ: بالمقراض.

[٢] وضيره: وضرّه.

[٣] دورة من آدم عليه السلام إلى عيسى عليه السلام.

[٤] و، ش، س، هـ: ونظر. لا يوجد الصفحات في ب، ر، ع.

[٥] أي ظهورنا على ما تجلت منه تلك الحقيقة.

[٦] ن: رسم الكلمة: قال.

اعتراض کا موتی: جو درست طریقے یا شرط پر شکار نہ کرے

چونکہ یہ محمدی نشأت اِس عالی منزلت پر فائز ہے، اور یہ تمام مخلوقات کی جامع اصل ہے، اِسے وہ بزرگی حاصل ہے جو کسی اور کے لیے روا نہیں، اور حق نے عدل و فضل، جمع و فصل سے اِسے اپنے نفع اور نقصان کی صورت بنایا۔ پھر حق نے حِسی طور پر بھی اِس کی تکریم و تکمیل چاہی جیسا کہ روحانی طور پر اسے کامل کیا، تو اِس کے لیے عالم حِسّ میں ۔اُس دور کے بعد کہ جس کا آخر اُس کے اوّل کی طرف لوٹتا ہے[1] اور جس میں یہی (حقیقت) بولتی رہی ۔ایک مجسم صورت بنائی۔ پھر سبحانہ نے اِس مکرم و مطہر جسم کا نام محمد رکھا، آپ کو پوری انسانیت کا امام اور تمام عالم کا سردار بنایا، پھر اِس جسد کے ظاہر پر زبانِ امر بولی تو آپ نے کہا: "میں ہوں آدم کے بیٹوں کا سردار اور (میں) یہ فخر سے نہیں کہہ رہا۔" پھر اُن کی تعلیم کے لیے اس (مقام سے) نیچے اُترے اور فقر اختیار کیا، ان میں غور کیا، نظر دوڑائی تو کہا: "میں تو ایک بشر ہوں" وہ اِس طرح کہ ہم آپ کی مثال ہیں اور آپ ہمارے لیے تمثال ہیں،[2] سو کبھی تقدیس ظاہر کی اور کبھی تجنیس، آپ سابق ہیں اور ہم لاحق، آپ صادق ہیں اور ہم تصدیق کرنے والے۔

چونکہ آپ کی جسدی صورت مقامِ نبوت کا اختتام تھی نہ کہ صورتِ انشا کا، جیسا کہ یہ (حقیقت) وجود کائنات اور ظہور عین کی ابتدا تھی، تو آپ کا دورِ فلک بادشاہ والا دور تھا، جبکہ پہلا مذکور دور بادشاہت کا دور تھا، شاید تو یہ سوال کرے: بادشاہ کا وجود بادشاہت کے بعد کیسے ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہت تو مٹ چکی؛ پھر اُس وقت یہ (بادشاہت) کس کے سہارے قائم تھی اور کون اِس کی باگ دوڑ سنبھال رہا تھا؟ سو میں تجھے بتاتا ہوں اور راہ دکھلاتا ہوں، میں تجھے رقائق کا پھیلاؤ اور حقائق کی مناسبت بتاؤں گا۔

---

[1] یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک کا دور ہے۔

[2] یعنی ہمارا ظہور اسی حقیقت کی تجلی سے ہے۔

لؤلؤة: امتدادُ الرقائق من الحقيقة المحمديّة إلى جميع الحقائق

ولمّا أوجد الحقُّ سبحانه كما قدّمناه الأفلاكَ سقفًا مرفوعًا لأهل السُفل، ونصبَ الأرض مهادًا موضوعًا لحثالة[1] الثقل، وانتشرتْ عنه صلى الله عليه وسلم من مستواه في الملأ الأعلى حقائقُه، وتكوّنتْ من أنوار أشعّة نُورِه طرائقُه، واتّصلتْ بعالمِ الأرض الموضوع رقائقُه، وظهرتْ فيهم شمائلُه صلى الله عليه وسلم وخلائقُه؛ لكلّ حقيقةٍ شِرب مَعْلوم، ومع كلّ رقيقةٍ رزق مقسُوم.

ولحظنا تفاضل الرقائق، فوجدناها راجعة إلى تفاوت الخلائق في الخلائق، فكشفنا من[2] مقام المشاهدة والتعيين، على رقائق الأنبياء والمرسلين، فرأيناها تنزل عليهم – صلوات الله عليهم – على قسمين: منها ما تنزل بها ملائكة القَدَمين[3]، ومنها ما تنزل عليهم من مُستواهُ مكاشفة عين. ورأينا مشاركة أتباعهم لهم في هذين التنزُّلين، ولكن بوساطتهم لا بالعين، إلّا هذه الأمّة التي قيل فيها إنّها ﴿خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[4]، فإنّها تأخذ عنه من غير وساطة[5] ولا التباس، كما أَخذ عنه مَن تقدّم من رسولٍ مرسَل أو نبيّ منزَل. غير أنّ تنزيل الملَك قد يفاجئهم وقتًا مّا، كما يعمّهم بالإلقاء، في الأجل المسمّى.

وأمّا من خُلق جاحدًا، وطُبع ملحِدًا، فإنّ النور المحمدي لمّا ضرب في الأرض

---

[1] الحثالة: ممن لا خير فيه. ش: لحبالة.

[2] و: – من.

[3] ملائكة الليل والنهار.

[4] [آل عمران: ١١٠]

[5] ن، ج، س، هـ: واسطة.

موتی: حقیقتِ محمدیہ سے تمام حقائق کی جانب رقائق کا پھیلاؤ

جیسا کہ ہم نے بتایا کہ حق سبحانہ نے افلاک کو نیچے والوں کے لیے بلند وبالا چھت، اور زمین کو پست اور ادنی مخلوقات کے لیے بچھونا بنایا، تو آپ ﷺ سے ملأ اعلی تک آپ کے حقائق پھیلے، آپ کے نور کی شعاعوں سے اِس کے راستے بنے، اور پھر وضع کیے گئے عالمِ ارض سے آپ کے رقائق جڑے، اِن میں آپ کی عادات وخصائل کا ظہور ہوا؛ ہر حقیقت کا ایک معلوم حصہ اور ہر دھاگے کا ایک مقسوم رزق ہے۔

ہم نے اِن رقائق کا فرق دیکھا، تو انہیں مخلوقات میں مزاج کے تفاوت کی جانب لوٹتا پایا، پھر ہم نے مشاہدے اور بصیرت کے مقام سے انبیا اور مرسلین کے رقائق کو دیکھا، تو ان (رقائق) کو ان ہستیوں پر – کہ اللہ کی ان پر رحمت ہو – دو طرح سے نزول کرتا پایا: اس کا ایک حصہ تو رات اور دن کے فرشتے لے کر آئے، اور اس کا دوسرا حصہ اُن تک اس (حقیقت) کے مقام سے کشف عینی کی صورت میں پہنچا۔ پھر ہم نے اِن (انبیا) کے پیروکاروں کو بھی ان نزولوں میں ان کا شریک پایا؛ یہ شرکت اِن (انبیا) کے وسیلے سے ہے نہ کہ کشف عینی سے، ماسوائے یہ امت کہ جس کے بارے میں کہا گیا: ﴿یہ وہ بہترین امت ہے جو انسانیت کے لیے لائی گئی﴾ (آل عمران: ۱۱۰) کہ یہ اُس (حقیقت سے) بغیر کسی واسطے اور شبہے کے اخذ کرتی ہے، جیسا کہ آپؐ سے پہلے بھیجے گئے رسول اور نبی کیا کرتے تھے۔ لیکن فرشتے کا الہام انہیں اچانک اور کبھی کبھار حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ان (انبیا) کی دنیاوی زندگی میں یہ القا والہام انہیں عمومی طور پر حاصل تھا۔

اب وہ کہ جس کی تخلیق میں انکار اور مزاج میں الحاد تھا، تو جب نور محمدی کی شعاع زمین کے بالا اور پست علاقوں سے ٹکرائی، اور اِن کے درمیان حرارت نے جنم لیا، تو یہ (حرارت)

شُعاعه، وحمِيتْ قِيعانُه ويَفَاعُه[١]، تولّدتْ بينهما حرارة، وتجسّدتْ بالنبات فتكوَّن منها شرارة، ففتق في تلك الشرارة الجِنَّ على قسمين: رَفْع وخَفْض، لمّا كانت تلك الحرارة نتاجًا بين النور والأرض. ولذلك قال تعالى: ﴿خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾[٢]، إشارة إلى اختلاط الأرض بالأنوار. فمَن غلبَ عليه النورُ في ذلك النتاج كان من الجنّ اللاحق بالأنوار، ومن غلب عليه الأرضُ في ذلك النتاج كان من الجنّ اللاحق بالبوار.

فتنزِل الرقائقُ على مَن طُبع كافرًا في أنابيب ذلك النار الشيطاني، وإن كان أصله من النور السلطاني. وأمّا العصاة فتنزيل رقائقهم بوساطة[٣] ما[٤] قدّمناه من الحرارة لا بوساطة[٥] الشرارة. فكانت رقيقته صلى الله عليه وسلم في دورة المُلك الهالِك[٦] إلى هلُمّ جرّا إلى الأبد، أصلًا لجميع الرقائق، وحقيقةً[٧] مُمِدّة في كلِّ أوان إلى جميع الحقائق. فهو الممدّ صلى الله عليه وسلم لجميع العالَم[٨] من أوّل منشئه إلى أبدٍ لا يتناهى، مادة شريفة مكمّلة لا تُضاهى.[٩]

---

[١] القيعان: المنخفض من الأرض. واليفاع: المرتفع منها. م، ن، ش، س، هـ: وبقاعه. لا يوجد الصفحات في ب، ر، ع.

[٢] [الرحمن: ١٥] المَرْجُ: أَرضٌ واسعةٌ ذاتُ نبات ومَرْعًى للدَّوابِّ.

[٣] ن، ج، هـ: بواسطة.

[٤] ب: هنا ينتهي النقص الثاني الذي بدأ عند موضوع: "نشء العناصر الأول منه".

[٥] ن، ج، س، هـ: بواسطة.

[٦] م: الملك المالك.

[٧] ن، ج، و، س، هـ: وحقيقته.

[٨] ن، ج: العوالم.

[٩] ب (في الحاشية، مرتين): بلغت قراءة على (منشئه) رضي الله عنه.

نباتات کی شکل میں متجسّد ہوئی اور اِس سے شرارے نے جنم لیا، اِسی شرارے سے اعلی اور ادنی دو اقسام کے جن پیدا ہوئے۔ چونکہ کہ یہ حرارت زمین اور نور سے منتج ہوئی۔ اِسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اور جنوں کو وسیع سرسبز زمین اور آگ سے تخلیق کیا﴾ (الرحمن: ۱۵) یہ دھرتی اور شعاعوں کی آمیزش کی جانب اشارہ ہے۔ سو اِس تخلیق میں جس پر نور کا غلبہ ہوا تو جنوں میں سے وہ نور والوں سے جا ملا، اور اِس تخلیق میں جس پر پستی کا غلبہ ہوا تو جنوں میں سے وہ ہلاکت والوں سے جا ملا۔

لہذا مُہر لگے کافر پر یہ رقائق اِسی شیطانی آتشیں نالیوں سے اُترتے ہیں، حالانکہ اِس کی اصل بھی نورِ سلطانی سے ہے۔ جہاں تک نافرمانوں کا تعلق ہے تو اُن پر رقائق کا نزول-جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا- حرارت کے واسطے سے ہے نہ کہ آتش پارے (یعنی شرارے) کے واسطے سے۔ پس آپ ﷺ کا رقیقہ تمام اُن رقائق کی اصل ہے جو اِس ہلاک ہونے والی مملکت کے دور سے لے کر ابد تک ہیں، وہ حقیقت جو ہر لحظہ تمام حقائق کی امداد کرتی ہے۔ پس آپ ﷺ تمام عالم کی- اِس کی ابتدا سے لے کر نہ ختم ہونے والی انتہا تک- ایک ایسے شرف والے مادے سے امداد کرتے ہیں جو کامل اور بے مثل ہے۔

مرجانة اللؤلؤة الأولى

حظُّ الإنسان منها انسلاخه عن حقيقته المجرّدة، بمشاهدةِ حقيقةِ مَن أوجَده. ففني عن نفسه حين أحاط به نورُ شمسه، في حضرة قُدسِه. فحصل له الإحاطة بالعِلم الكلّيّ تقديرا، وبقي له تأثير الحكم تكويرًا.

فصاحب هذا المقام لا يعجز عمّا يسأله عنه سائل، وكيف يعجز مَن أحاط بالعلم الكامل؟ وتحصيل العلم عنده عند السؤال، وهو الفرق بينه وبين المتعَال. كما أنّ الفرق بينه وبين عالَم الذلّ والعزّ،[١] عدم الحصر والعجز. وقد يسأل نفسه أو يرىٰ، فيعرف[٢] ما سكن في الليل والنهار أو تحرّك في الورىٰ. فهذا نعتُ مَن حصل في هذا الكشف الأجلىٰ، والمقام السنيّ الأعلىٰ. فلا تخدع نفسك بنفسك، ولا تترك الغمائم[٣] علىٰ شمسك، إلّا إن استسقاك مَن جُدِبَتْ أرضُه، وتعطَّل عليه فرضُه[٤]، وهلك بعضُه؛ فارْوِهِ من مُزْنِك[٥] حتىٰ يستصحيك، فيعلم أنّ جميع مَطالبه فيك، فعند ذلك أَرْخِ العنان[٦]، وقل للريح تذروها ذروًا حتىٰ تبدو الشمس للعَيان.

فإذا أحاط الإنسانُ بهذا الوصف، وتحقّقَ بهذا الكشف، فليس وراءه عدم ولا وجود، ولا عابد ولا معبود؛ إذ لا وراء ولا إزاء؛ إذ قد حصّل الوجودَين، وتحقق بالعدمَين، وفصّل العدم الثالث فصلين، ولم يبق له من العِلم سوىٰ حرف العين،

---

[١] عالم الذل: وهي عالم النشأة الحيوانية. وعالم العز: عالم النشأة الملكوتية.

[٢] ن: فيفرق. هـ: فيعلم.

[٣] الغمائم: حبل وكساء يعصبون به خلف عنق الناقة لئلا تبصر الولد. ن، ج، و: الغمام.

[٤] أي من عجز عن معرفة الحق سبحانه.

[٥] المزن: الغيم والسحاب.

[٦] ن، ج: + "وأطلق سبيل العيان".

پہلے موتی کا مرجان

اِس (مرجان) میں انسان کا نصیب اپنے موجد کی حقیقت کے مشاہدے سے اپنی مجرد حقیقت سے نکلنا ہے۔ سو جب اُس کی پاک حاضرت میں اُس کے سورج کے نور نے اِسے گھیرا تو یہ اپنے نفس سے فنا ہوا۔ اور پھر اِسے اپنی قبولیت اور استعداد کے مطابق علم کلی پر احاطہ حاصل ہوا، جبکہ اِس کے لیے حکم کی تاثیر گردش سے باقی رہی۔

اِس مقام والا کسی سائل کے سوال پر لاجواب نہیں ہوتا، اور وہ کیسے لاجواب ہو سکتا ہے جس نے کامل علم کا احاطہ کیا؟ لیکن اِسے علم سوال سے ہی ملتا ہے، یہی اِس کے اور اُس متعال کے مابین فرق ہے۔ جیسا کہ اِس کے اور ذلت و عزت والے عالَم کے مابین فرق عدم احاطہ اور عاجزی ہے۔ وہ خود سے پوچھے یا غور کرے تو جان جاتا ہے کہ رات اور دن میں کیا ساکن ہے، اور لوگوں میں کیا متحرک ہے۔ اِس واضح ترین کشف میں ساکن اور اعلی ترین مقام میں مقیم کا یہی وصف ہے۔ لہذا اپنے نفس کو اپنے نفس سے دھوکا مت دے، اور اپنے سورج کو بادلوں سے مت چھپا، مگر جب تجھ سے کوئی بنجر زمین والا بارش کا سوال کرے، وہ جس کا فرض رہ گیا[1] اور جو ہلاکت میں جا پڑا؛ لہذا اُسے اپنے بادل سے سیر اب کر یہاں تک کہ وہ خود بادل ہٹانے کا سوال کرے، اور جان جائے کہ اُس کے تمام مطالب تجھ میں ہیں، اُس وقت لگام ڈھیلی کر، اور ہوا سے کہہ کہ وہ ان (بادلوں کو) دور لے جائے تاکہ سورج (اُس کی) آنکھوں کے سامنے آئے۔

اگر انسان نے اِس وصف کا احاطہ کیا اور اِس کشف سے متحقّق ہوا، تو اِس کے بعد نہ عدم ہے نہ وجود، نہ عابد ہے نہ معبود؛ کہ اب نہ پیچھے ہے نہ آگے؛ کیونکہ اُس نے دونوں وجود پا لیے اور دونوں عدم متحقّق کیے، پھر تیسرے عدم کو دو حصوں میں تقسیم کیا، اب علم میں اُس کے لیے صرف حرفِ "ع" ہی باقی بچا، اور قدیم کے لطف سے مادۂ (انسانیہ) "م" اور "ل" میں منفرد ہوا،

---

[1] یہاں فرض سے مراد معرفت باری تعالی ہے۔

وانفردتِ المادة بالميم واللام بلطف القديم، فليس في ذلك المقام سوىٰ عِلم مجرَّد، وتحقيق قديم ومجدَّد.[1]

[1] ش: ومحدد.

کہ اِس مقام میں علم مجرد، اور قدیم اور حادث کی تحقیق کے سوا کچھ نہیں۔

مرجانة اللؤلؤة الثانية

كذلك بعض الخواطر الأول اللاحقة بالأزل، لا تتّصفُ[١] بالوجود ولا بالعدم، ولا تضمّنها لوحٌ ولا خطّها قلم، ولا كانت مجمَلة في الدواة كالثمر[٢] في النواة، لم تتّصف بالأين، ولا زالت[٣] تكرُّ من العين إلى العين. فمن هنا وقع الشبه والاشتراك بين هذه الخواطر وعيون الأملاك، وذلك قبل خَلْقِ العرش وفَتْقِ الفرش. فقد صحّتِ المقابلة، وعُوينت المماثَلة.

---

[١] ر: هنا ينتهي النقص الذي بدأ عند موضوع "لؤلؤة نَشْءِ الملأ الأعلى منه".

[٢] م: كالتمر.

[٣] و: – زالت.

دوسرے موتی کا مرجان

اِسی طرح ازل سے جُڑیں چند اولین خواطر نہ وجود سے متّصف ہوتیں ہیں نہ عدم سے، نہ یہ لوح پر نقش ہوئیں، نہ قلم نے انہیں لکھا، اور نہ ہی یہ دوات میں ایسے موجود تھیں جیسے پھل بیج میں ہوتا ہے، یہ مکان سے بھی متّصف نہیں، یہ ہمیشہ ایک عین سے دوسری عین میں سفر کرتی ہیں۔ اِسی مقام پر اِن خواطر اور عُلوی سُفلی فرشتوں میں مماثلت اور اشتراک پیدا ہوا، اور یہ عرش کی تخلیق اور فرش کی علیحدگی سے قبل ہوا۔ بیشک موازنہ درست ٹھہرا اور مماثلت نمایاں ہوئی۔

مرجانة اللؤلؤة الثالثة

كذلك إذا خلع الإنسان نعليه، وتجرّد عن ثوبيه، وزهد في كَوْنيه[١]؛ حلَّ هذا المحلَّ الأسنىٰ، وكان منه بـ ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾[٢]، وِرثًا نبويًّا مِن ﴿دَنَا﴾[٣]. كلّ قوسٍ علىٰ حسبِ راميها، وعلىٰ حسبِ اختلافِها في مَراميها. هذا هو مقام الاستواء، وحضرة وِتر الإنباء.[٤]

فيه تَرِد عليه مخاطباتُ التأنيس، وقواعدُ التأسيس، بعين الاتحاد من غير إلحاد، فتمايلُ ذاتُه في ذلك النور تمايُلَ السراج، مِن وارد السرور والابتهاج، فكأنّه نشوان[٥] أخذ منه الراح؛ فَرَام الارتياح، ولم يجد السراح[٦]، فسَمع منه إليه، فتواجد بعضه عليه، فكان عَشَّاقًا لنفسه، تَوَّاقًا لشمسه؛ فطلعتْ عليه من فؤاده، وأشرقتْ أرضُ بلاده، فتنعّم بعضُه في بعضه، لمّا جادتْ سماؤه علىٰ أرضه.

[١] المقصود به التجرد من السعي في كل ما سوىٰ الله.

[٢] [النجم: ٩]

[٣] [النجم: ٨]

[٤] أي آخر مقام القرب وآخر الحضرات وإليها المنتهىٰ.

[٥] ب، ج (شرح في الحاشية): نشوان: سكران.

[٦] ش: السراج.

تیسرے موتی کا مرجان

اِسی طرح جب انسان اپنے جوتے اُتارے، اپنے دو کپڑوں سے آزاد ہو، اور اپنے دو وجو دوں میں زہد اختیار کرے [1]؛ تو وہ اِس عالی جا میں ٹھہر تا ہے، اور اُس سے دو کمانوں کی دوری یا اِس سے بھی قربت پر ہوتا ہے، یہ وراثتِ نبوی کی قربت ہے۔ (یہ قربت) اس شخص کی استعداد، اور اس کے ہدف کے اختلاف کے مطابق ہے۔ [2] یہی تو مقامِ استوا اور طاق خبروں کی جا ہے۔ [3]

اِسی (مقام) میں اُس پر اُنس والے خطابات، (علم لدنی) کے بنیادی قواعد، الحاد کے بغیر اتحاد کی آنکھ سے وارد ہوتے ہیں، اور اِس روشنی میں اُس کی ذات مسرت اور خوشی سے چراغ کی لو کی مانند جھومتی ہے، گویا کہ یہ سَرشار ہے اور اُس سے اِس نے مے منزہ لی؛ راحت کا متمنی ہے لیکن اسے رہائی نہ ملی، اِس نے اُس کا خطاب سنا تو اِس کا ایک جزو اِس پر وجد میں آگیا، یہ اپنا عاشق اور اپنے سورج کا متمنی تھا؛ گویا کہ یہ (سورج) اُس کے قلب پر طلوع ہوا، اور اُس کی سرزمین کو روشن کیا، یوں اِس کے ایک جزو نے دوسرے سے لذت پائی، جب اِس کے آسمان نے اِس کی زمین پر بارش برسائی۔

---

[1] یعنی ماسوا اللہ کی سعی ترک کرے۔

[2] یعنی یہ قربت مطلقا مقام قربت کے حساب سے نہیں ہوتی بلکہ اس بندے کے حساب سے ہوتی ہے جو اس مقام میں آیا۔

[3] یعنی سب سے اونچا مقام اور سب سے آخری حاضرت ہے۔

مرجانة اللؤلؤة الرابعة

كذلك إذا حصل الإنسان من ذاته في برزخ البرازخ، مقامَ المجدِ الشامخ والعِزّ الباذخ؛ فيه تكون ليلةُ قدرِه، وكمالُ بدرِه. يُميّز فيه بين الأشياء، ويَفْصل بين الأموات والأحياء، ويطَّلعُ على أهل البلاء والنعماء، فيه يبرُز على صحابته بالكتابين: بالشمال واليمين: هؤلاء بأسمائهم وأنسابهم في علّيّين، وهؤلاء كذلك في سجّين، بعد ما يحصل له فيه التجلّي العالي من حضرة المتعالي بـ[١] «هؤلاء للجنّة ولا أُبالي، وهؤلاء للنّار ولا أُبالي».

منه أُنزل الفُرقان، وإليه أُنزل القرآن، وفيه تعلّق[٢] الميزان، وتتطاير صحف[٣] الشمائل والأيمان. في هذا المقام تقوم قيامته الخاصة بذاته، وتقع مساءلة العدل في أسمائه وصفاته، فتنطق الجوارح لبعض العارفين، وتبدو الفضائح لأهل التلوين، والمصالح لأهل التمكين. فيه تُبدّل سيّئاتهم حسنات، وكراماتهم آيات.

فيه يحصل له[٤] بعد قيامِ قيامتِه، واستواءِ قامتِه، الوِرثُ[٥] الإنبائي والمقامُ الاختصاصي، فنادى في ذلك الإنباء الخاص: ألا فانزِل إلى القصاص، وعجِّل بالأوبة، ولاتَ حين مناص[٦]. فمبادِر ومتلكلِك، فمتملَّك ومتملِّك.[٧]

---

[١] ر، ش: - بـ. س: فـ

[٢] ن، و: يُعَلَّق. وحروفها المعجمة مهملة في ب، ج، ش.

[٣] ن: صحائف.

[٤] ن: لهم.

[٥] و: الوزن. هـ: الوارث.

[٦] ج (شرح في الهامش): أي ليس الحين حين مناص.

[٧] فمبادِر: مسرع الى الإجابة. ومتلكلِك: أي مقصر. فمتملَّك: أي سبقت له العقوبة. ومتملِّك:

چوتھے موتی کا مرجان

اِسی طرح جب انسان اپنی ذات سے برزخ البرازخ میں شان و شوکت اور عزت و عظمت والا مقام پائے؛ کہ اِسی میں اُس کی شبِ قدر اور اُس کا کامل بدر ہو۔ تو اِس میں وہ اشیا کے درمیان تمیز اور اموات اور احیا کے درمیان فرق کرتا ہے، اہلِ آزمائش و نعمت پر مطلع ہوتا ہے، اِسی میں وہ اپنے ساتھیوں کے سامنے دو کتابیں لے کر آتا ہے؛ ایک بائیں اور ایک دائیں: (دائیں والے) اپنے اسما اور انساب سے علیین میں ہیں، جبکہ (بائیں والے) سجین میں، بعد اِس کے کہ اس (مقام) میں اُس پر حاضرتِ متعال سے ایک عالی تجلی ہوئی کہ "یہ جنت میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں اور یہ جہنم میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں۔"

اسی (جا) سے فرقان نازل ہوا، اور اِسی کی جانب قرآن اُترا، اِسی میں ترازو لٹکایا گیا اور اعمال نامے دائیں اور بائیں ہاتھوں میں آئے۔ اِسی مقام میں اُس کی ذات سے مخصوص قیامت قائم ہوتی ہے، اور اس کے اسما اور صفات میں عدل کا قصہ واقع ہوتا ہے، چنانچہ بعض عارفین کے اعضا بولتے ہیں؛ اہلِ تلوین کی بُرائیاں اور اہل تمکین کی اچھائیاں ظاہر کرتے ہیں۔ اِسی میں ان کے گناہ نیکیوں سے تبدیل کیے جاتے اور ان کی کرامات کی نشانیاں ہوتی ہیں۔

اِسی میں اسے اپنی قیامت کے قائم ہونے اور اپنی قامت کی درستگی کے بعد اِنبائی وراثت اور اختصاصی مقام ملتا ہے۔ اِس خاص خبر میں (حق) نے پکارا: جا قصاص کو جا، اور لوٹنے میں جلدی کر کہ اب راہِ فرار نہیں۔ سو کوئی جلدی کرتا ہے تو کسی سے کوتاہی ہوتی ہے، کسی پر پہلے سے سزا واجب ہے تو کوئی ازلی عنایت میں ہے۔

من هذه الحضرة ينقلبُ الوليُّ نبيّا، والنبيُّ وليّا.[1] هي حضرة الخليفة والختم، ومحلّة[2] الإفشاء والكتم، وإنْ رَغِمَ أنفُ المنكِر؛ فإنّه العائل المستكبِر[3]، أحد بغضاء[4] الله، إلّا إن حصَل في مضمار الانتباه؛ فيُقلب[5] عَينُه ويتّصل بيْنُه[6]. فيا حضرة فَرْق[7]، ويا مقعد صِدق، ما أعطاهُ بحقّ[8].

سبقت له العناية.

[1] أي أن في هذه الحضرة يكون النبي يرجع إلى مقام ولايته من كونه ولي. والولي الذي هو نبي يرجع إلى درجة نبوته.

[2] ن، ر، و، ج، ش، هـ: ومحل.

[3] مستفاد من الحديث النبوي: "ثلاثة لا يكلمهم الله: الإمام الكذاب والعائل المستكبر والشيخ الزاني". س: العالي المتكبر. هـ: العائل المتكبر.

[4] ن، ج: أخذ بقضاء.

[5] ن، ر، ج، س، هـ: فينقلب.

[6] ب، ج (شرح في الحاشية): البين: الوصل، وهو من الأضداد.

[7] م، ش: فوق.

[8] ر، س: الحق.

اس حاضرت سے ولی نبی کی طرف اور نبی ولی کی طرف لوٹتا ہے۔[1] یہ خلیفہ اور ختم کی حاضرت ہے؛ افشا اور اخفا کا مقام ہے، چاہے منکر نہ مانے؛ کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرنے والا متکبر ہے؛ اُن (تین) میں سے ایک ہے کہ جن پر اللہ غضب ناک ہو گا، ہاں اگر وہ متنبّہ ہو؛ اُس کا انکار تھمے اور یہ فرق مٹے۔ اے حاضرتِ فرق! اور اے نشستِ صدق! اِس نے جو بھی دیا حق سے دیا۔

---

[1] یعنی نبی ولی ہونے کی حیثیت سے اپنی ولایت کی جانب لوٹتا ہے اور وہ ولی جو نبی بھی ہے وہ اپنی نبوت کی جانب لوٹتا ہے۔

مرجانة اللؤلؤة الخامسة

كذلك إذا طلعتْ نجوم العلوم من سماوات الفُهوم، افتقرَ إليه كلُّ شيء، ولم يفتقر هو إلى شيء، وسبحتْ دراري صفاته، في أفلاك ذواته[١]، على بروج مقاماته ومنازل كراماته؛ فتُخلقُ الأيّامُ بدورتها، وتَثبتُ[٢] الأحكام بِكَرَّتِها. فسبعة سابحة في سبعة، لها إقبال في ثمانية وعشرين ورجعة، مقسّمة على اثني عشر مِحلًا، لتصحّ اثنا عشر شهرا حرامًا وحِلًا. فليس إلّا أربعة أعلام: أيّام وجُمَع[٣] وشهور وأعوام. فالأيّام داخلة في الجُمَع، والجمع والأيّام داخلة في الشهور، والأيّام والجمع والشهور داخلة في الأعوام. ثمّ يَرجع الكَوْر ويتوالى الدَّوْر. فالدراري[٤] جمعة تمام، والمنازل شهر، والبروج عام.

فإن كان يومُك الأحد، فإدريس جليسك؛ فلا تلوِ على أحد. وإن كان يومك الاثنين، فآدم جليسك في برزخ النشأتين. وإن كان يومك الثلاثاء، فهارون جليسك؛ فالزم الاهتداء، ويحيى أنيسك فالزم العفاف والاكتفاء. وإن كان يومُك الأربعاء، فعيسى جليسك؛ فالزم الحياة القدسيّة والبيداء. وإن كان يومك الخميس، فموسى جليسك فقد ارتفع التلبيس، وكُلِمْتَ[٥] على كشف ولا إنس ولا أنيس، وقد استبشر المَلَك وخنَس إبليس. وإن كان يومك العَروبة[٦]، فيوسف جليسك صاحب الصفات

---

[١] ن، و، ر، ش: ذاته.

[٢] م: فتثبت.

[٣] أي الأسابيع، جمع جمعة.

[٤] يعني سبعة كواكب مثل سبعة أيام.

[٥] م، ن: وكملت. ش: فكلمت.

[٦] العروبة: الجمعة.

پانچویں موتی کا مرجان

اِسی طرح جب شعور کے آسمانوں پر علوم کے ستارے ظاہر ہوئے، تو ہر شے عارف کی محتاج ہوئی، اور وہ کسی کا محتاج نہ ہوا، اُس کی صفات کے سیارے اُس کی ذوات کے افلاک میں تیرے، اُس کے مقامات کے بروج اور اُس کی کرامات کی منازل میں، اِن کی گردش سے ایام تخلیق ہوئے اور اِن کی تکرار سے احکام ثابت ہوئے۔ لہذا سات سات میں تیر رہے ہیں، اِن کا اٹھائیس میں آنا جانا ہے، اور یہ بارہ جگہوں میں تقسیم ہیں، تاکہ حرمت اور حِلّت والے بارہ مہینے درست ہوں۔ یہاں چار وضع کردہ علامات ہیں: دن، ہفتے، مہینے اور سال۔ دن ہفتوں میں شامل ہیں، دن اور ہفتے مہینوں میں شامل ہیں، جبکہ دن، ہفتے اور مہینے سالوں میں شامل ہیں۔ پھر یہ چکر گھومتا اور دور چلتا ہے۔ پس سات سیارے سات ایام ہوئے، (اٹھائیس) منازل ایک مہینہ، جبکہ (بارہ) بروج ایک سال۔

اگر تیرا روز اتوار ہے تو ادریس تیرا ہمدم و یار ہے؛ اَب کسی اور کی پیروی مت کر۔ اگر تیرا روز پیر ہے تو دو نشاتوں کی برزخ میں آدم تیرا ساتھی ہے۔ اگر تیرا روز منگل ہے تو ہارون تیرا ہم نشین ہے پس ہدایت لازم کر، اور یحییٰ تیرا انیس ہے لہذا عفت اور استغنا اپنا۔ اگر تیرا روز بدھ ہے تو عیسیٰ تیرا مصاحب ہے، لہذا پاک حیات اور بیاباں لازم کر۔ اگر تیرا روز جمعرات ہے تو تجھے موسیٰ کا ساتھ ہے، بے شک فریب کا خاتمہ ہوا، تجھ سے کشف والا کلام ہوا جب نہ کوئی انسان تھا نہ انیس، فرشتے نے بشارت دی اور نامراد ہوا ابلیس۔ اگر تیرا روز جمعہ ہے تو محبوب اور معشوق

المعشوقة المحبوبة. وإن كان يومك السبت، فإبراهيم جليسك؛ فبادرْ بكرامة ضيفك قبل الفوت. فهذه أيّام العارفين، وهؤلاء دراري أفلاك السائرين.

وأمّا شهورهم فأربع جُمَع، فاستمع أيّها السالك واتّبع.

فكشفُ جمعتهم الأولى لَوْحِيّة، والثانية قَلَمِيّة، والثالثة يمينيّة، والرابعة عِلميّة.

وعامهم[١] ﴿اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّـهِ، يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾[٢]، فعليك بالانتباه.

فمحرّم التحريم والتبرّي، وصفَر التخلّي والتحري والتعرّي[٣]، وربيع العرف[٤]، وربيع الكشف، وجمادى الأولى[٥]، وجمادى الآخرة[٦]، ورجب المشهد الأشمخ، وشعبان البرزخ، ورمضان الصمديّة[٧]، وشوّال عين الماهيّة، وذي القعدة البساط، وذي الحجة الانبساط. فهذه شهورهم، وهكذا دهورهم.

فشمسُهم: حياتهم، وزُهرتهم: بصرُهم، وكاتبهم: كلامهم، وقمرهم: عِلمهم، والمقاتل[٨]: قُدرتهم، والمشتري: إرادتهم، والمرّيخ: سمعُهم. فشمسهم: روحهم، وقمرهم: نفسهم، والخنّس:[٩] حواسّهم. وترحيلهم: سيرهم في المقامات.

---

[١] ج: وأما عامهم.

[٢] [التوبة: ٣٦]

[٣] متن كلّ من ب، و: والتحرّي، (وفوقها مباشرة بنفس الخط): والتعري (مع كلمة "معًا"). ج: التخلي والتحري والتعري. ن، ش: التحلي والتعري. هـ: التخلي والتحري.

[٤] أي ربيع العرفان.

[٥] ج، و، ر، ش، وربما ب: الأول.

[٦] ن، ج، و: الآخر. ش، هـ: الأخرى.

[٧] يعني شهر الله. و: المصمدية. هـ: السرمدية.

[٨] المقاتل: كوكب زحل.

[٩] الكواكب الخمسة الباقية مثل الحواس الخمسة.

صفات والا یوسف تیرا یار ہے۔ اگر تیرا روز ہفتہ ہے تو ابراہیم تیرا ہم مجلس ہے ؛لہٰذا موقع کھونے سے قبل اپنے مہمان کی تکریم کر۔ یہ ہیں عارفین کے ایام، اور یہ ہیں سیاروں کے افلاک۔

جہاں تک ان کے مہینوں کی بات ہے تو وہ چار ہفتوں پر مشتمل ہیں، لہٰذا اے سالک غور سے سن اور پیروی کر۔

ان کے پہلے ہفتے کا کشف لوحی ہے، دوسرے کا قلمی، تیسرے کا یمینی اور چوتھے کا علمی۔

اور ان کا سال ﴿کتاب اللہ میں بارہ مہینوں پر مشتمل ہیں جب سے زمین و آسمان بنائے گئے﴾ (التوبہ: ۳۶)لہٰذا بیدار رہو۔

پس محرم تحریم اور برأت کے لیے ہے، صفر (مخالفات) سے تہی اور عاری ہونا ہے، ربیع الاول عرفان اور ربیع الثانی کشف ہے۔ جمادی اول اور جمادی الثانی ہیں، رجب مشاہدے کی عالی جا ہے، شعبان برزخ ہے اور رمضان صمدیت (یعنی اللہ کا مہینہ ہے)، شوّال ماہیت کا عین، ذو القعدہ بساط، اور ذو الحجہ انبساط ہے۔ یہ ہے ان کے مہینے اور اس طرح سے ہیں ان کے سال۔

اِن کا سورج: اِن کی زندگی ہے، اِن کا زہرہ: اِن کی نگاہ ہے، اِن کا عطارد: اِن کا کلام ہے، اِن کا قمر: اِن کا علم ہے، زحل: اِن کی قدرت ہے، مشتری ان کا ارادہ اور مریخ ان کی سماعت ہے۔ پس سورج ان کی روح، چاند اُن کا نفس، اور خنس (یعنی باقی پانچ سیارے) اُن کے حواس ہیں۔ اور

وتأثيرهم: ما ظهر عنهم من الكرامات. ورجوع دوراتهم: نزولهم إلى البدايات بعد النهايات؛ لكن لنشأة أخرى، في يوم طامّة كبرى. فيمانيّة وشماليّة في الترحيل؛ فالترقّي بأسماء خلقٍ لِحَقٍّ[١]، وأسماء حقّ لِخَلْقٍ[٢] على التحريم والتحليل[٣]، وكسوف يعتري لمكمّل قد بري[٤]، وأدنى يَكسف[٥] أعلى[٦]، لِغَلَبِ[٧] الشهادة على ما خفي[٨]، وزيادة في قمر النفس[٩] ونقص وذلك لتعويج[١٠] القوس[١١]. فخروج من حضرة الحقّ ودخول، ومحاق وأُفول[١٢]، ولا يكسف إلّا التراب،[١٣] «ويتوب الله على من تاب.»[(١٤)] ويكسف القمرُ الشمسَ في أَوْجِها إذا حلّ في بُرجها. ولولا طلب الاختصار لأوضحنا هنا[١٤] من الأسرار، ما فيه عبرة لأولي الأبصار. فانظر على هذا الأنموذج في نفسك، واجتهدْ في ترحيل قمرك وشمسك،[١٥] والله يهدي إلى الطريق الأقوم، والسبيل الأقدم.

---

[١] م: المتن غير واضح. هـ: أسماء خلق لخلق. ومعناه: بأسماء خلقٍ لِحَقٍّ (أي أسماء التشبيه)

[٢] س، و: أسماء حق لخلق. هـ: أسماء حق للحق. ومعناه: وأسماء حقّ لِخَلْقٍ (أي أسماء التنزيه)

[٣] على التحريم والتحليل فيما يخص وصف الحق بها بما يقبله العقل.

[٤] أي لما تتجلى الحقيقة على المكمل فيكسف مادته وعنصريته الطينية.

[٥] و: يكشف.

[٦] وذلك لوجوده في حضرته ووقوفه أمامه.

[٧] ر، ش، هـ: لقلب. س: لغيب.

[٨] أي لظهوره بمادته.

[٩] وذلك لإنعكاس نور الفيض عليه.

[١٠] ن: لتعريج.

[١١] أي أن هذه العنصريه والنقص هي سبب كمال العالم.

[١٢] م: فأقول.

[١٣] وهي درجات قبول التجليات على العالم وعلى عناصره والإنسان الكامل الذي هو مختصره.

[١٤] ر، ش: – هنا.

[١٥] يعني نفسك وروحك.

اُن سیاروں کا چلنا؛ مقامات میں اِن کا چلنا ہے۔ اور اُن کی تاثیر؛ اِن سے کرامات کا ظہور ہے۔ اُن کی گردش کی واپسی؛ اِن (اولیا اللہ) کا انتہا کے بعد ابتدا کی طرف جانا ہے؛ لیکن ایک دوسری نشأت میں اس روز جب قیامت برپا ہو گی۔ پس دائیں اور بائیں طرف جانے والے ہیں؛ پس حق کے لیے خلق کے اسما (یعنی اسمائے تشبیہ) سے، اور حق کے لیے حق کے اسما (یعنی اسمائے تنزیہ) سے تحریم اور تحلیل پر ترقی ہے[1]، اور کامل بھی حقیقت کی تجلی پر گہنا جاتا ہے[2]، ادنی اعلی پر گرہن لگاتا ہے، [3]کہ اس میں مخفی پر شہادت کا غلبہ ہے، [4]نفس کے چاند میں کمی اور زیادتی کمان کے ٹیڑھے پن سے ہے۔ [5]پس حاضرتِ حق میں جانا یا اُس سے باہر آنا، اُس کا کم ہونا اور ڈوب جانا، اور مٹی پر ہی گرہن لگتا ہے[6]، "اللہ کا اُس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔" اِسی طرح چاند سورج کو اُس کی اوج میں گرہن لگاتا ہے کہ جب وہ (سورج) اپنے برج میں ہو۔ اگر اختصار کی تمنا نہ ہوتی تو ہم یہاں وہ اسرار واضح کرتے جن میں اولو الابصار کے لیے عبرت ہوتی۔ اپنے نفس میں اِس مثال کو ڈھونڈ، اور اپنے قمر (یعنی نفس) اور سورج (یعنی روح) کو چلانے کی کوشش کر، بیشک اللہ ہی سیدھی راہ اور قدیمی راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

---

[1] یعنی حق سے ان اوصاف کو جوڑنا جو عقلا اس کے حق میں قابل قبول ہوں۔

[2] یعنی اس کا مادہ اور خاکی عنصر گہنا جاتا ہے۔

[3] کہ ادنی اعلی کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

[4] یعنی اس کی روح پر اس کے جسم کا غلبہ ہے۔

[5] یعنی نفس کی کمان ہی ٹیڑھی ہے اور یہی اس کا کمال ہے۔

[6] یعنی ان عناصر میں ہی اس پر گرہن لگتا ہے۔

مرجانة اللؤلؤة السادسة

كذلك إذا كان الإنسان في مقام المجاهدة وعدم القرار؛ فعنصره النار. فإن تلطّفتْ[١] ذاتُه بكشف الإيماء، وفني عن تأثير الإرادات وسلطان الأهواء؛ فعنصره الهواء. فإن كان في مقام التحقّق[٢] بالأسماء، بعد الإسراء والنزول من السماء؛ فعنصره الماء. فإن صمت وهو متكلّم، وتبرّأ من العلم وهو معلِّم، وساوىٰ بين الأقارب والأتراب، وعمّ بخطاب الهداية الأعداءَ والأحباب؛ فعنصره التراب.

---

[١] ش: تلطف.

[٢] ش، س، هـ: التحقيق.

چھٹے موتی کا مرجان

اِسی طرح انسان اگر بے قراری اور مجاہدے کے مقام میں ہو، تو اُس کا عنصر آگ ہے۔ اگر اشاری کشف سے اُس کی ذات لطیف ہو جائے، وہ ارادوں کی تاثیر اور خواہشات کے غلبے سے خلاصی پائے، تو اُس کا عنصر باد ہے۔ اگر وہ (روحانی) معراج سے واپسی اور آسمان سے نزول کے بعد اسماسے متحقق ہوا، تو اُس کا عنصر آب ہے۔ اگر وہ خاموشی میں بھی بات کرے، اور معلم ہوتے ہوئے بھی اپنی کم علمی کا اعتراف کرے، قرابت داروں اور ہم جنسوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے، دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ یکساں ہدایت والا خطاب کرے، تو اُس کا عنصر خاک ہے۔

مرجانة اللؤلؤة السابعة

كذلك إذا علم الإنسانُ أنّ وجودَه سراب إلىٰ جانب وجود الوهاب ﴿يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾[1]، فلولا نفخة[2] الدعوىٰ[3] ما تشبَّه بالماء، فإن ارتقىٰ عن هذا الشكل فسرابُه عبارة عن المِثل، وذلك إذا تجلّىٰ الحقّ إلىٰ قلبه في مكنون غيبه، فسطعتّ أنوارُه عند التجلّي، فتخيّل الظفرَ به في ذلك التدلّي، فوجدَ الأينَ يحصره، والعينَ تبصره، والكيفَ ينعته، والعقلَ في التشبيه يمقته؛ فيرجع بعد الفناء إلىٰ العجز، ويعرف أنّه خلف حجاب العِزّ، فحينئذ يجد الله عنده، فيوفّيه عهده. فتحقّقْ ترشد.[4]

---

[1] [النور: ٣٩]

[2] ب، م، ن: نفحة. ر: كلمة مهملة.

[3] أي التكبر والغرور بالدعوىٰ.

[4] ر، ش: رشده.

ساتویں موتی کا مرجان

اِسی طرح اگر انسان کو یہ پتا چلے کہ اُس کا وجود الوھاب کے وجود کے سامنے ایک سراب ہے ﴿جسے پیاسا پانی تصور کرتا ہے لیکن جب اُس کے پاس پہنچتا ہے تو کچھ نہیں پاتا﴾ (النور: ۳۹) اگر دعوے کا تکبر نہ ہوتا تو یہ پانی سے بھی مشابہ نہ ہوتا، اگر وہ اِس شکل سے اوپر اٹھے تو اُس کا سراب مثل سے عبارت ہے، وہ اس طرح کہ جب حق اِس کے قلب پر اپنے مخفی غیب سے تجلی کرتا ہے، تو اِس تجلی کے نتیجے میں اُس کے انوار چھا جاتے ہیں، اور اِس (تجلی) سے بہرہ مند اِس میں "تدلی" (یعنی نزول) خیال کرتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ مکان نے اُسے گھیرا، اور آنکھ نے اُسے دیکھا، کیفیت نے اُسے بیان کیا، جبکہ عقل اس تشبیہ میں اِس کی مذمت کرتی ہے؛ چنانچہ وہ (بندہ) فنا کے بعد عجز کی جانب لوٹتا ہے، اور جان جاتا ہے کہ وہ (ذات) حجابِ عزت کے پیچھے ہے، اُس وقت وہ اللہ کو وہاں پاتا ہے، اور اللہ اپنا وعدہ نبھاتا ہے۔ اِس کی تحقیق کر تیری رہنمائی ہو گی۔

مرجانة اللؤلؤة الثامنة

كذلك مَن وسع الحقَّ قلبُه، فقد استوىٰ شهادته وغيبه،[1] والتحمتْ يواقيته، وانعدمتْ مواقيته، وكان الحقُّ هنا الساري إلىٰ عبده، رحمة من عنده. وهذا الفرق بين النبيّ والوليّ، والتهامي والنجدي[2]. فإنّ النبيَّ يَسْرِي إلىٰ الخالق العلي[3]، والحقّ يسري إلىٰ الولي؛ إذ لا طاقة له علىٰ السُّرىٰ، لقوّة امتزاجه بالورىٰ، وتثبّته في الثرىٰ.

فمن غلبت عليه روحانيّته، واستولت عليه ربّانيّته، سرىٰ إليه سير النبيّ، علىٰ البراق العملي، ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾[4]، والحقُّ يفرّقه ويجمعه. فمن أراد بَسْط هذه المرجانة ولؤلؤتها علىٰ الاستيفاء، فليُطالع من كتبنا "كتاب الإسراء"، هناك[5] يعرف منزلته، ويكشف مرتبته.

---

[1] أي يستوي عند أهل الكشف الغيب والشهادة.

[2] ب (شرح في الحاشية): تهامة: المنخفض من الأرض، النجد: المرتفع منها.

[3] ن: العالي.

[4] [فاطر: ١٠]

[5] م، ن، ج، ش، هـ: هنالك.

آٹھویں موتی کا مرجان

اِسی طرح جس کے دل میں حق سمایا تو اُس کے لیے غیب اور شہادت برابر ہوئے[1]، اُس کے یواقیت (یعنی اسرار) ایک ہوئے اور اُس کے (فارغ) اوقات نابود ہوئے، یہاں حق اپنی خاص رحمت سے بندے کی طرف آتا ہے۔ نبی اور ولی میں یہی فرق ہے، ایک پست ہے تو دوسرا بلند۔ بیشک نبی ارفع خالق کی طرف جاتا ہے، جبکہ حق ولی کی طرف آتا ہے؛ کہ اِس (ولی) میں پرواز کی طاقت نہیں، کیونکہ وہ لوگوں سے جڑا اور پستی میں ثابت ہے۔

سو جس پر اُس کی روحانیت کا غلبہ اور ربانیت کا تسلط ہوا تو وہ (ولی) بھی (حق کی) جانب نبی کی طرح عملی براق پر سفر کرتا ہے ﴿پاک کلمہ اُسی کی جانب بلند ہوتا ہے اور عمل صالح ہی اِسے بلند کرتا ہے﴾ (فاطر: ۱۰) پھر حق اِسے الگ الگ کر کے جمع کرتا ہے۔ جو کوئی اِس مرجان اور اِس کے موتی کی تفصیل چاہتا ہے تو وہ ہماری "کتاب الاسراء" کا مطالعہ کرے، وہاں وہ اس کی منزلت پہچانے گا، اور اِس کا مرتبہ جانے گا۔

---

[1] یعنی اہل کشف کے نزدیک غیب اور شہادت برابر ہوتے ہیں۔

مرجانة اللؤلؤة التاسعة

كذلك عالم الشهادة تمام العوالم ونكتة العالم، هو مجتمع الأسرار ومطالع الأنوار. به يصحّ المجد وله يَحْصُل الجَدّ[١]. فإن قال: «أنا سيّد العالَم» فله أن يقول؛ لأنّ العقل لم[٢] يصحّ له عِلم إلّا بعد المغيب في هذا الجسد[٣]. وإن قال: ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾[٤] دون زيادة؛ فلاشتراك[٥] في العبادة.

والإنسان في نفسه نسختان؛ ولذلك له إذا صام فرحتان: فنسخةُ إحساسه تفرح بفطرها، ونسخةُ عقله تفرح بلقاء ربّها. فكان الواحد مِثالًا والآخر له تِمثالًا. وقد كان ملَك الروح موجودًا، وعالَم المُلك مفقودًا؛ ولكن يلاحظه في أطوارِ تنقُّله من الأصلاب إلى أوان الانسلاخ منها والانسلاب.

فمن انسلخ عن صُلبه فقد فاز بلذّة قُربه، ومَن تقدَّم رُوحه على حِسّه فقد جاز حضرة قُدسه. ومَن دبَّر مُلكه في عالم الغيب برّأه عند وجوده من العَيب والرَّيب. ومَن كان آدميَّ الوضع محمديَّ الإسراء، فقد حصّل المقامات على الاستيفاء، وكلّمه

---

[١] م، ن، ر، س: الحد.

[٢] ن، ج: لا.

[٣] ن، ج: + والأفول.

[٤] [الكهف: ١١٠]

[٥] ج، و: فلااشتراك.

نوویں موتی کا مرجان

اِسی طرح عالمِ شہادت عوالم کا کمال اور عالم کا نکتہ ہے، یہ اسرار کا انضمام اور انوار کی جائے طلوع ہے۔ اِسی سے عظمت اور بزرگی کا حصول ہے۔ اگر (رسول) یہ کہے: "میں عالم کا سردار ہوں" تو وہ یہ کہہ سکتا ہے؛ کیونکہ عقل تو اِس جسد میں آنے کے بعد ہی علم پاتی ہے۔ اور اگر وہ بغیر کسی اضافے کے یہ کہے: ﴿میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں﴾ (الکہف: ۱۱۰) تو یہ بندگی میں اشتراک کی وجہ سے ہے۔

انسان کے اپنی ذات میں دو نسخے ہیں، اِسی لیے جب وہ روزہ رکھے تو اُس کے لیے دو خوشیاں ہیں: اُس کے حواس کا نسخہ افطار سے فرحت پاتا ہے، جبکہ اُس کی عقل کا نسخہ اپنے ربّ سے ملاقات پر خوش ہوتا ہے۔ پس ایک مثال ہے اور دوسرا تمثال۔[1] اگرچہ روح کا مالک اُس وقت بھی موجود تھا جب عالم شہادت مفقود تھا؛ لیکن یہ اُسے پشتوں میں منتقل ہوتا اور تیزی سے باہر نکلتا دیکھتا رہا۔

سو جو اپنی صُلب[2] سے نکلا تو اُس نے قرب کی لذت پائی، اور جس کی روح اُس کی حِس کی امام ہوئی تو وہ اُس کی حاضرتِ قدس تک پہنچا۔ جس نے عالم غیب میں اپنی مملکت کی تدبیر کی،[3] تو وجود پذیر ہونے پر اِسے عیب اور گمان سے پاک کیا۔ اور جو وضع میں آدمی اور اسراء میں محمدی تھا، تو اُس نے مقامات کو مکمل صورت پر پایا، اور الجبار نے اُس سے آگ کے واسطے سے

---

[1] مثال نسخہ احساس ہے اور تمثال نسخہ عقل۔

[2] صلب یعنی جسمیت سے نکلا۔

[3] یعنی عین ثابتہ کی حالت میں تدبیر کی۔

الجبّار بوساطة الافتقار إلى النار في حقّ الأغيار[١]. كذلك مَن مشى في حقّ غيره، فقد باء بجميع خيره،[٢] فإن مشى في حقّ الحقّ فهو في مقعد صدق. فتحقّق تُرشد.

[١] إشارة إلى قصة سيدنا موسى في قوله: ﴿إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى﴾ [طه: ١٠]

[٢] كما قال في كتاب الإسفار: واعلم أن كل خير في السعي على الغير، والسعي على الأهل من ذلك.

کلام کیا جس (آگ) کا یہ دوسروں کے لیے محتاج تھا۔[1] اِسی طرح جو دوسروں کے حق کے لیے چلا تو وہ تمام خیر سمیٹ کر لوٹا، لیکن اگر وہ حق کے حق کے لیے چلا تو سچائی کی نشست تک پہنچا۔ اس کی تحقیق کر تیری رہنمائی ہو گی۔

---

[1] یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ نے آگ دیکھی تو اپنے اہل کے لیے آگ لینے گئے اور وہاں حق تعالیٰ نے اس آگ میں آپ سے کلام کیا۔

مرجانة اللؤلؤة العاشرة

وإذا كان العارف؛ أمرُه متبوعًا، وكلامه مسموعًا، وحَصّل المشاهد الغيبيّة، وحاز المرتبة القطبيّة، وتاقتْ إليه الأسرار، واطّلَع[١] الأنوار من خلف الأستار، وكانت مادته كالشمس في مادتها، وقَبِلَتْ كلّ ذاتٍ على حسب[٢] حقيقتها؛ فإذا حصل في النور تغييرٌ؛ فذلك راجع إلى محلّ التكوير. فكما لا يُساوي قبول الجسم الصقيل قبولَ الدرِن[٣] للنّور، والفيض واحد؛ كذلك منازل القلوب عند فيض الشاهد. فالقطب يرسِل نورَه، والكونُ منه ما يكشف حجابه ومنه ما يرخي ستوره؛ فالعيبُ[٤] من كون النفس لا من عين الشمس. فالإمداد وِتري، والقبول وِتري وشفعي.

فنور المعرفة كالسراج في الصِّفة: فكما أنّ نور السراج ما قَرُب منه إلى الفتيل أظلم وغار، وما بَعُد عنه وارتفع سَطع وأنار؛ كذلك نور المعرفة ما امتزج منه بعالم الشهادة قَلَّ ضوءُه، وتراكم غمامُه ونَوْءُه؛ فإنّ المحلّ كثيف، ونور المعرفة لطيف، وما تعلّق منه بالعقل والروح، أنار كذات يُوح، وبقي على أصله من الجِلاء، لمّا انسلخ من العماء.

وكما أنّ الفتيلة إذا كان في رأسها دُخان مُسامِتٌ لنور السراج، لاصِق به، جرى نورُ السراج في أنبوب الدخان حتى يستقرّ برأس الفتيلة، فتتّقد[٥] على بُعد، فما ظنّك بنور المعرفة من بَعد! كذلك العارف إذا احترق قلبه بالشوق، وصعدت همّته إلى

---

[١] ر: واطلعت.

[٢] ر، ش: ذات بحسب.

[٣] الدرن: الوسخ.

[٤] م، ر، س، هـ: فالغيب.

[٥] ج: فيتقد. ن، ش: فينفذ. س: فتقد.

دسویں موتی کا مرجان

اگر عارف کا حکم مانا جائے، اُس کی بات سنی جائے، اُسے مشاہدِ غیبی حاصل ہوں اور وہ مرتبۂ قطبیت پر پہنچے، اسرار اُس کی طرف مائل ہوں اور وہ حجابات کے پیچھے سے انوار پر مطلع ہو، اور اُس کا مادہ سورج (یعنی روح) کے مادے کی مانند ہوتا ہے؛ کہ ہر ذات نے اپنی حقیقت کے حساب سے اِسے قبول کیا؛ لیکن اگر نور میں کمی واقع ہوئی؛ تو یہ اُس جا کی وجہ سے ہے (جس نے نور قبول کیا) کہ کھردری سطح روشنی قبول کرنے میں چمکدار سطح جیسی نہیں، جبکہ فیض تو ایک ہی ہے؛ شاہد[1] کے فیض میں قلوب کی منازل بھی اسی طرح سے ہیں۔ قطب تو اپنا نور نچھاور کرتا ہے لیکن بعض موجودات اپنے پردے اٹھا لیتی ہیں اور بعض اپنے پردے گرا دیتی ہیں؛ خرابی تو اس موجود میں ہے نہ کہ سورج میں۔ امداد ایک سی ہے جبکہ قبولیت یکساں بھی ہے اور مختلف بھی۔

معرفت کا نور وصف میں چراغ کی مانند ہے: جیسے چراغ کی وہ لو جو فتیلے سے قریب ہو تو وہ تاریک ہو کر نیچے کو جاتی ہے، اور اس کی وہ لو جو اُس سے دور ہو، تو وہ اوپر اٹھ کر روشن ہوتی ہے؛ معرفت کا نور بھی اسی طرح سے ہے، اس کا جو حصہ عالم شہادت سے ملتا ہے تو اُس کی روشنی کم ہوتی ہے، اُس پر حجاب چھا جاتا اور نور مٹ جاتا ہے؛ کیونکہ یہ جا (یعنی عالم شہادت) کثیف ہے جبکہ معرفت کا نور لطیف ہے، اور اس کا جو حصہ عقل اور روح سے وابستہ ہوتا ہے تو وہ سورج کی طرح چمکتا ہے، اپنی اس اصل چمک دمک پر باقی رہتا ہے جیسے بادل آنے سے پہلے تھا۔

اور اگر فتیلے کے سرے پر دھواں ہو تو یہ (دھواں) چراغ کی روشنی کے سامنے اُس سے جڑا ہوتا ہے، پھر چراغ کا نور دھوئیں کی نلی میں چلتا ہے یہاں تک کہ فتیلے کے سرے پر جا ٹھہرتا ہے، یہ دُوری سے ایندھن لیتا ہے، اب نورِ معرفت کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے! عارف بھی اسی طرح سے ہے جب اس کا دل شوق کی آگ میں جلا، اور اُس کی توجہ اوپر کی جانب اٹھی

---

[1] مشاہدے کا حاصل شاہد کہلاتا ہے۔

الفوق[1]، واتّصلت بنورِ معرفة المعروف، ردَّها إلىٰ قلب العارف بأسنىٰ معروف. فعاش بها زمانًا، وأنار بها أكوانًا.

وكما أنّ السراج إذا طلعتِ الشمسُ لم يتعدّ ضوءُه نفسَه؛ كذلك نور المعرفة في العارف؛ إذا تجلّىٰ الحقُّ للأعيان وأظهر قُدسه: أنار الوجود بتجلّيه، وأنار العارف بذلك التجلّي، وزاد علىٰ الغير بما أودعه فيه. فهو يضيء بنورين، ويشهد الحقَّ من جهتين.

وكما أنّ نور السّراج أبدًا إلىٰ جهة فوق؛ كذلك نور المعرفة متعلّق بالحقّ. فإنْ مرّ علىٰ السّراج هواءٌ تمايَل تمايُل النشوان، فإن اشتدّ عليه الهواء عُدم من العيان؛ كذلك نور معرفة العارِف إن داخله تعلُّقٌ بالأكوان تمايلَ عن الشمائل والأيمان، فإن تعلّق بها تعشُّقًا عُدم من عين المشاهدة تحقُّقا.

وكما أنّ السراج يُطفِئ منه الهواء ما لحِق، ويُبْقِي منه نيّرا ما لم يلحق؛ كذلك نور المعرفة ليس يذهب ذهابًا كلّيًا، ولكن يذهب منه ما تعلّق بالخلق، ويبقىٰ منه ما تعلّق بالحقّ.

وكما يفجأ النفخُ السراجَ[2] بغتةً فيطفيه؛ كذلك الخطرة المستغرقة تطفئ نورُ المعرفة، ولا تكلؤه: فإن بقي مِنه دخان فتلك الهِمّة؛ فسيعود إليه نوره وهو جالس، وإن[3] لم يبق له دخان فسيكون الفرانِق الفارس.

وكما أنّ السراج إذا لم يُمِدّه الدهن طُفِئ؛ كذلك نور المعرفة إذا لم يمدّه التقوىٰ عُدم. وكما أنّ السراج إذا لم يتعلّق بجسم؛ لم يوجَد[4] له عين؛ كذلك نور المعرفة[5] مع

[1] ب (قبل التعديل)، م، س: جهة فوق.

[2] ن، و، ر، ج: للسراج.

[3] ج، و، ر، ش: فإن.

[4] ن، و: يبق. ر، ش: يظهر.

[5] ب: تعبير "إذا لم يمدّه التقوىٰ عدم. وكما أنّ السراج إذا لم يتعلّق بجسم لم يوجد له عين؛ كذلك

تو معروف (یعنی حق) کی معرفت کے نور سے جڑی، تو (حق تعالی) نے اِسے عارف کے قلب میں اعلی ترین معروف کی صورت میں لوٹایا۔ وہ اِس نور کے ساتھ ایک مدت زندہ رہا، اور موجودات کو اِس سے منور کیا۔

جیسے سورج نکلنے پر چراغ کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے، عارف میں معرفت کا نور بھی اِسی طرح سے ہے؛ لہٰذا جب حق اعیان کے سامنے آئے، اپنی قدسیت کو ظاہر کرے تو وجود اُس کی تجلی سے روشن ہوتا ہے اور عارف اِس تجلی سے روشنی پاتا ہے، یہ دوسروں سے زیادہ (روشن ہوتا) ہے کہ اِس میں اُس کا رکھا (نور) ہے۔ چنانچہ یہ دو روشنیوں سے روشن ہوتا اور حق کا دو جہتوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔

جیسے چراغ کا نور ہمیشہ اوپر کو جاتا ہے؛ اِسی طرح معرفت کے نور بھی حق سے جڑتا ہے۔ اگر چراغ سے ہوا ٹکرائے تو اس کی لو سرشار کی مانند جھومتی ہے، اور اگر ہوا تیز ہو جائے تو بجھ جاتی ہے؛ عارف کی معرفت کا نور بھی اسی طرح سے ہے کہ اگر اس کا تعلق موجودات سے جڑے تو (معرفت کا یہ نور) دائیں اور بائیں جھولتا ہے، لیکن اگر یہ موجودات کی محبت میں گرفتار ہو جائے تو حقیقتاً مشاہدہ کرنے والی آنکھ محجوب ہو جاتی ہے۔

جیسے ہوا اُسی چراغ کی لو بجھاتی ہے جس سے ٹکراتی ہے، اور اسے روشن رہنے دیتی ہے جس سے نہیں ٹکراتی؛ اِسی طرح معرفت کا نور مکمل نہیں بجھتا، بلکہ اس کا وہ حصہ بجھ جاتا ہے جس کا تعلق مخلوق سے تھا اور وہ حصہ روشن رہتا ہے جس کا تعلق حق سے ہے۔

جیسے ناگہانی پھونک چراغ کی لو بجھاتی ہے؛ اِسی طرح مستغرق خیال معرفت کا نور مٹاتا ہے کہ اسے باقی نہیں رہنے دیتا، اگر اِس میں دھواں باقی رہے تو یہ عزم ہے؛ اگر وہ (مراقبے میں) بیٹھا رہے تو اُس کا نور عنقریب اس کی جانب لوٹے گا، لیکن اگر اس میں دھواں بھی نہ رہا تو اَب وہ گھڑ سواروں میں سب سے آگے ہو گا۔[1]

اگر چراغ کو تیل نہ ملے تو وہ گُل ہو جاتا ہے؛ اِسی طرح اگر معرفت کے نور کو تقوی کی

---

[1] یعنی واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔

الكون. وكما أنّ السراج لا يكون ضوءُه كاشِفا إلّا حيث الظلام؛ كذلك نور المعرفة في الأجسام. وكما أنّ السراج لا يضيء به إلّا مَن يليه؛ كذلك نور معرفة العارف لا يستضيء به إلّا من يصطفيه ويُدنيه. وكما أنّ السراج لا يستضيء به مَن بَعُد؛ كذلك نور المعرفة لا يستضيء به مَن جَحد.

وكما أنّ السراج يكشفه البعيد والقريب؛ كذلك نور المعرفة يشهد[1] البعيدُ في الأفعال والقريبُ، في وصفه العجيب. وكما أنّ مَن حصل في ضوء السراج لا يَكشف مَا بَعُد عنه وأعماه؛ كذلك نور المعرفة مَن قَرُب منه لا يَعرف سِواه. وكما أنّ السراج يَقِد منه أهلُ الأرض ولا تنقص ذاته؛ كذلك نور المعرفة إذا حُقِّقتْ[2] صفاته. وكما أنّ السراج ما اتّصل[3] منه بالفتيلة اتّسع؛ وما بَعُد عنها خرج مخروط الشكل وسَطع؛ كذلك نور المعرفة إذا تعلّق بالأفعال اتّسع باتّساعها، وإذا تعلّق بالحقّ ضاق ورَقّ لِعجزه بمكانها.

وفي السراج من الاعتبار ما يضيق الديوان عنه، ولا يبلغ له كُنْهُ، فكيف لو أخذنا في اعتبار الشمس في هذا المقام أو القمر في حال نقصه[4] والتمام، أو في كون من الأكوان، لضاق الزمان عن إبراز سرائره للعِيان. فليكفِ من ذلك ما ذكرناه، وليُستدلّ بهذا على ما تركناه. وهذا هو حَظّ الإنسان من اللؤلؤة العاشرة، قد ذُكِر[5] بعضه وأُجمل معناه، لمّا قصر عنه لفظه، والله يهدي إلى الحقّ وإلى صراط[6] مستقيم.

نور المعرفة" ثابت في الحاشية بخط الشيخ ابن العربي.

[1] ن، و، ج، س: يشهده.

[2] ر، ش: تحققت.

[3] ر، ش: اتصلت.

[4] ب: نقصيه.

[5] ن: ذكرنا.

[6] ن، ج، و، ر، ش، هـ: طريق.

امداد نہ ہو تو وہ بجھ جاتا ہے۔ جیسے چراغ اگر مادی نہ ہو تو اُس کی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی، معرفت کے نور کا کائنات سے بھی یہی تعلق ہے۔ جیسے چراغ کی روشنی اندھیرے مٹاتی ہے اِسی طرح معرفت کا نور اجسام کو روشن کرتا ہے۔ جیسے چراغ اپنے ماحول کو روشن کرتا ہے، اسی طرح عارف کی معرفت کے نور سے وہی روشنی پاتا ہے جو اس کے قریب آتا ہے۔ جیسے چراغ کی روشنی سے دور اشیا روشن نہیں ہوتیں؛ اسی طرح معرفت کی روشنی سے منکر کو روشنی نہیں ملتی۔

جیسے چراغ (کی روشنی) نزدیک اور دور سے نظر آتی ہے اِسی طرح معرفت کا نور قریب اور بعید افعال کو دیکھتا ہے،[1] یہ اِس کا عجیب وصف ہے۔ جیسے اگر کوئی چراغ لے کر چلے تو اُسے دور والی اشیا نظر نہیں آتیں؛ اِسی طرح معرفت کے نور کو صرف وہی پہچانتا ہے جو اِس سے قریب ہو، اِسے دور والا نہیں پہچانتا۔ جیسے چراغ کے جلنے سے اس کی ذات میں کمی نہیں ہوتی؛ معرفت کا نور بھی اسی طرح ہے اگر اس کی صفات متحقّق کی جائیں۔ جیسے چراغ کی وہ لو جو فتیلے سے جڑی ہو وہ پھیلتی ہے اور جو فتیلے سے دور ہو وہ مخروط شکل میں اوپر کو اٹھتی ہے ؛ معرفت کا نور بھی اسی طرح سے ہے ؛ جب یہ افعال سے جڑتا ہے تو ان کے پھیلاؤ سے پھیلتا ہے اور جب حق سے جڑتا ہے تو تنگ ہو کر پتلا ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ اس کی معرفت سے عاجز ہے۔

چراغ میں فکر کے وہ پہلو ہیں کہ ایک ہزار سالہ بھی ان کے لیے کم ہے، اس کی انتہا کو پانا آسان نہیں، اُس وقت کیا حال ہوتا اگر ہم اِس مقام میں سورج یا چاند – اور اس کی کمی بیشی – میں غور کرتے، یا موجودات میں سے کسی اور موجود کو لیتے، تو ان اسرار کو آشکار کرنے میں وقت کم پڑ جاتا۔ پس ہم نے جو بتا دیا وہ کافی ہے، اور جو نہ بتایا اب اِسی سے اُس پر استدلال کر لے۔ دسویں موتی میں انسان کا یہ نصیب ہے، جس میں سے کچھ کا ذکر ہوا لیکن جب الفاظ نے ساتھ نہ دیا تو اِس کے معنی کو مختصر کیا گیا، اللہ ہی حق اور صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

---

[1] یعنی معرفت کے نور سے دیکھنے کے لیے مکان کی قید باقی نہیں رہتی۔

إثبات الإمامة على الإطلاق من غير اختلاق

اعلم أنّ الإمامة هي المنزلة التي يكون النازل[1] فيها متبوعًا، وكلامه مسموعًا وعقدهُ لا يُحَلّ، وغرب مُهَنَّدهُ[2] لا يُفَلّ؛ فإذا هَمَّ أَمْضَىٰ، ولا رادَّ لما به قضىٰ. حسامه مُصْلَت، وكلامه مُصْمَت[3]، لا يجد المعترِض مدخلا إليه، وإن رام اعتراضا عوقب عليه. وقد أثبتها سبحانه كبرىٰ وأكبر، وصُغرىٰ وأصغر؛ فأيّ منزلةٍ كانت: صَغُرت أَمْ كبُرت، جلّت أَمْ قلّت؛ فإنّ الطاعة فيها من المأموم واحدة، والمخالفة لها فاسدة؛ إذ قد وقع التساوي في الطريقة، والاشتراك في الحدّ[4] والحقيقة.

وحُكم الإمام علىٰ قسمين: لمّا كان الإمام إمامين: ناطقٌ ومضمَّن نُطقًا، وصادق ومودَع صدقًا؛ كالإمام الذي هو الكتاب الصحيح، الذي يشهد عليه بالتصريح، فيحكم عليك[5] الكتاب بها شاء كيف شاء. ولذلك قال الصادق المختار: «فيسبق عليه الكتاب فيدخل النار». وكلُّ مُلك لا يكون فيه إمام متَّبَع؛ فعمّا قريب ينخرب ذلك المُلك وينصدِع[6]. ولهذا توفّرتْ دواعي كلُّ أمّة إلىٰ اتّخاذ الأئمّة، وهكذا جرت الحكمة الإلهيّة والنشأة الربّانيّة، فقال الحكيم الخبير: ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾[7]، كلّ أمّة علىٰ حسب ما تعطي حقيقتُها، وتقبل رقيقتُها، فإنّ الله تعالىٰ

---

[1] س، هـ: - النازل.

[2] الغرب: الحدَّةُ، المهنّد: السيف المطبوع من حديد الهند.

[3] ب، و: مصمَت (شرح في الحاشية): صامت بلسانه متكلم بهمّته.

[4] هـ: الحق.

[5] م: عليكم. ج، س: عليه.

[6] ج، هـ: ويتصدع. ن، ش، س: يتخرب ذلك الملك ويتصدع.

[7] [فاطر: ٢٤]

دروغ گوئی کے بغیر حکمرانی کا مطلقاً اثبات

جان لے کہ حکومت ہی وہ منصب ہے کہ اِس پر فائز کی اتباع کی جاتی ہے، اُس کی بات سنی جاتی ہے، اُس سے کیا عہد توڑا نہیں جاتا اور اُس کی بات کو موڑا نہیں جاتا؛ اگر وہ کسی شے کا قصد کرے تو اسے نافذ کرتا ہے اور کوئی اُس کا فیصلہ لوٹا نہیں سکتا۔ اُس کی تیغ بے نیام ہے اور خاموشی بھی اُس کا کلام ہے۔ معترض اِس کی راہ نہیں پاتا، اور اگر اعتراض کرے تو سزا اٹھاتا ہے۔ (اللہ) سبحانہ نے اسے کُبری اور اَکبر، صُغری اور اَصغر میں ثابت کیا؛ چاہے یہ مرتبے میں چھوٹی ہو یا بڑی، زیادہ ہو یا کم؛ پیروی کرنے والے کی اِس میں اطاعت ایک سی ہے، اور اِس کی مخالفت نقصان دہ ہے؛ کہ اس کے منہج میں یکسانیت، جبکہ حد اور حقیقت میں اشتراک ہے۔

چونکہ امام دو ہیں تو امام کا حکم بھی دو طرح کا ہے: ایک متکلّم اور دوسرا جس میں کلام رکھا گیا، ایک سچا اور دوسرا جس میں سچائی رکھی گئی؛ جیسا کہ صحیح کتاب بھی امام ہے، جو اِس پر صراحتاً گواہ ہے، پس کتاب تجھ پر مشیت کے مطابق جیسے چاہے حکم لگاتی ہے۔ اِسی لیے تو الصادق اور المختار (نبی ﷺ) نے کہا: "اور اُس پر کتاب سابق آتی ہے تو وہ جہنم میں جاتا ہے۔" ہر وہ مملکت جس میں پیروی والا امام نہ ہو تو عنقریب اِس کی تباہی اور بربادی ہے۔ اِسی لیے ہر قوم نے امام بنانے پر زور دیا، حکمتِ الٰہیہ اور نشأتِ ربانیہ بھی اِسی طرز پر جاری ہے، اُس الحکیم الخبیر کا کہنا ہے: ﴿اور کوئی ایسی امت نہیں جس میں ڈر سُنانے والا نہ آیا ہو﴾ (فاطر: ۲۴) ہر اُمت میں اپنی حقیقت کے مطابق اور اپنے رقائق کے حساب سے ایسا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿اور پروں پر اڑنے والا کوئی پرندہ نہیں مگر وہ بھی تمہاری جیسے امتیں ہیں﴾ (الانعام: ۳۸) پس حق نے چرند پرند کو بھی امتوں میں رکھا، اور اِسے عمومی حکم قرار دیا۔

يقول: ﴿وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾[١]، فألحقَ البهائم بالأمم، وحَكم بذلك وعم.

وكلُّ أمّة في أُفقها ناطقة، وفي أوْجِها عاشقة، فليس في الوجود جماد ولا حيوان إلّا[٢] ناطق بلسان؛ لسان ذاتٍ لا لسان حال، والقائل بخلاف هذا قائل محال. فالحجب كثيفة، والمعاني لطيفة. فلو كُشِف الغطاء وزال الاستبطاء؛ لرأيتَ كلَّ ذاتٍ مسبِّحةً في جنسها، ناطقةً في نفسها، ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾[٣]، مُوفٍ بعهده. ألا ترىٰ أنّ «المؤذِّن يشهد له مدىٰ صوته»[(١٥)]؛ فهذا قد عُرِّفنا بحقيقة نعتِه. وكلام الميّت يسمعهُ كلُّ حيوان، ما عدا الإنس[٤] والجان.

وفي كلّ أمّة من هذه الأمم نذيرٌ من جنسها علىٰ حسب نفسها، ولا بدّ من اتّحادِ[٥] الإمام المتَّبَع، في الشيء الذي قُدِّم له واتُّبع؛ فإن نازعه آخر هلك، وبقي الأوّل علىٰ ما ملَك، إلّا إن ظهر منه نقصٌ في شروط الإمامة، ولم تثبت فيه العلامة؛ فليُعزَل مِن وقته قبل مَقْتِه، وليُقدَّم في تلك المنزلة مَن كانت فيه الشروط علىٰ العقد المربوط. فإمام الأئمّة كلّها، هاديها ومضلّها ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾[٦] فقد قرن الفساد بالاشتراك، وقال إنّ بها يقع الهلاك. فلا بد من اتّحاده[٧]، في حكم بلاده؛ فلا سبيل إلىٰ منازعته، ولا مدخل إلىٰ مطالبته، إلّا كما ذكرتُ لك من كمال الشروط واستيفائها، والوفاء بحقوقها وأدائها.

وإمام الصلاة إمام فيها، علىٰ أركانها ومبانيها: فإذا ركع فاركعوا، وإذا سجد

[١] [الأنعام: ٣٨]

[٢] ع: هنا انتهىٰ النقص الأول الذي بدأ عند "لؤلؤة التحام اليواقيت وانتظام المواقيت".

[٣] [الإسراء: ٤٤]

[٤] ن: الإنسان.

[٥] ن، ج، س، هـ: إتخاذ.

[٦] [الأنبياء: ٢٢]

[٧] هـ: اتخاذه.

ہر امت اپنے اُفق میں متکلّم اور اپنی اوج میں عاشق ہے، وجود میں ہر جماد اور حیوان زبان سے بولتا ہے؛ زبانِ حقیقت سے نہ کہ زبانِ حال سے، اور اِس کے برعکس بات محال ہے۔ حجابات کثیف ہیں اور معانی لطیف۔ اگر پردہ اٹھ جائے اور غفلت دور ہو تو تُو ہر ذات کو اس کی جنس میں تسبیح کرتا اور خود میں بولتا پائے ﴿اور ہر شے اُس کی حمد و تسبیح بیان کرتی ہے﴾ (الاسراء: ۴۴) اپنا عہد پورا کرتی ہے۔ کیا تونے غور نہیں کیا کہ جہاں تک موذن کی آواز جاتی ہے (ہر شے) اُس کی گواہی دیتی ہے؛ ہمیں تواِس کی خوبی کا بتایا گیا ہے۔ میت کا کلام جن واِنس کے سوا ہر حیوان سنتا ہے۔

ان امتوں میں سے ہر امت میں ان کی جنس کے حساب سے ڈر سنانے والے بھی ہیں، لہٰذا کسی ایک امام کی پیروی ضروری ہے وہ جو اِس معاملے سے مخصوص کیا گیا اور جس کی اتباع کی گئی؛ اگر کسی دوسرے نے اس کی مخالفت کی تو وہ ہلاک ہوا، اور پہلا ہی مملکت کا مالک ہوگا، اِلّا یہ کہ یہ (پہلا) شرائطِ امامت پر پورا نہ اُترے اور خود میں اِس (کی) علامت نہ رکھتا ہو؛ ایسی صورت میں یہ امام بننے سے پہلے ہی نا اہل تصور ہوگا، اور اُسے آگے کیا جائے گا جو قانون کے مطابق اِس کی شرائط پر پورا اُترے۔ پس تمام ائمہ کا امام؛ انہیں ہدایت دینے والا یا انہیں گمراہ کرنے والا (اللہ ہی ہے) ﴿اگر یہاں اللہ کے سوا بھی خدا ہوتے تو (زمین و آسمان) تباہ و برباد ہو جاتے﴾ (الانبیاء: ۲۲) اُس نے فساد کو اشتراک سے جوڑا، اور بتایا کہ ہلاکت بہت سے خداؤں میں ہے۔ لہٰذا معاملاتِ حکومت میں حاکم کا ایک ہونا لازم ہے؛ اُس کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں، اُس کے مواخذے کا کوئی راستہ نہیں، مگر جیسا میں نے پہلے بتایا کہ اگر وہ حاکم بننے کی شرائط پر پورا نہ اترتا ہو یا اِس کے حقوق ادا نہ کر سکتا ہو۔

نماز کا امام اِس کے فرائض اور سنن میں امام ہے: جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو، جس نے امام سے پہلے اپنا سر اٹھایا تو اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ ہے۔

فاسجدوا، ومَن رَفع قبل الإمام فناصيته بيد شيطان[1].

وكذلك القاضي إمام فيما نُصب إليه، والقائد إمام فيما قُدِّم عليه، «وكلّكم راع وكلّكم مسئول عن رعيّته». فكلّ إنسان إمام في بيته وبُنيّته. والإمام الأكبر المتّبع، الذي إليه النهاية والمرجع، وتنعقد عليه أمور الأمّة أجمع.

فكلّ إمام لا يخالَف في إمامته، إذا ظهر بعلامته، والكلّ[2] إمام تحت أمر هذا الإمام الكبير، كما أنّه تحت قهر القاهر القدير؛ فهو الآخذ عن الحقّ، والمعطي بحقّ في حقّ؛ فلا تخذلوه وانصروه، ووقِّروه وعزِّروه؛ فإنّه إلى هذه المنزلة الشريفة، الإشارة بقوله سبحانه: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾.[3]

ولمّا وقع الاعتراض عليه[4]؛ جعل المعترضين سُجّدا بين يديه؛ واختُصّ بخِزْي الأبد، مَن أبى عن السجود حين بادر مَن امتثل الأمرَ وسَجدَ. وكفى بهذا شرفًا للإنسان؛ فكيف إذا انضاف إلى هذا كونه على صورة الرحمن؛ فله الفضل على جميع الوجود، بالصورة والسجود[5]: فبالصورة صحّت له الإمامة، وبالسجود صحّت له العلامة، حين شَهِد الحقُّ له أنّه علّامة.[6]

ولمّا كان الأمر على هذا الترتيب، وأعطتِ الحكمةُ هذا التقديم؛ كذلك هذه النشأة الإنسانيّة والنكتة الربّانيّة؛ فيها أئمّة، كما فيها أُمم: أُمّة فوق أُمّة؛ إذ كان أُمّ الكتاب وحضرة اللباب. والروح الفكري إمام، والروح العقلي إمام، والروح المصوِّر والروح الخيالي والروح الوهمي إمام، والحواس أئمّة، ولكلّ إمام من هؤلاء

---

[1] ن، ش: الشيطان.

[2] ن، ر، ش: وكل.

[3] [البقرة: ٣٠]

[4] ن، ع: – عليه.

[5] ع: وبالسجود.

[6] حيث قال: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ [البقرة: ٣١٢]

اِسی طرح قاضی اپنے منصب کے حوالے سے امام ہے، سپاہ سالار اپنی سپاہ میں امام ہے، "تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اُس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" ہر انسان اپنے گھر اور جسم پر امام ہے۔ جبکہ سب سے بڑا امام وہ ہے جس کی پیروی کی جائے، جو ہر غایت کا مرجع ہو، اور جس سے پوری قوم کے معاملات جڑے ہوں۔

ہر وہ امام جو اپنی علامت سے ظاہر ہوا تو اِمامت میں اُس کی مخالفت جائز نہیں، اور یہ سب اُس بڑے امام کے نیچے امام ہیں، جیسا کہ وہ قدرت اور قہر والے قاہر تلے ہے؛ وہ حق سے لیتا اور حق کے مطابق حق سے دیتا ہے؛ اُس کی حمایت مت چھوڑو، بلکہ اُس کی مدد کرو، اُس کی توقیر کرو اور اُس کا ساتھ دو؛ کیونکہ وہ اِس عالی منزلت پر ہے جس کی جانب حق تعالیٰ نے یوں اشارہ کیا: ﴿میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں﴾ (البقرۃ: ۳۰)

جب اِس (خلیفہ) پر اعتراض ہوا؛ تو اعتراض کرنے والے ہی اُس کے سامنے سجدہ ریز ہوئے، اور ابدی رسوائی اس کا مقدر بنی جس نے سجدہ نہ کیا، جبکہ حکم بجالانے والوں نے فوراً سجدہ کیا۔ انسان کا یہی شرف کافی ہے؛ لیکن اگر اِس کے ساتھ اِس کا رحمن کی صورت پر ہونے کا بھی اضافہ کر لیں تو پھر یہ سجدے اور صورت کی وجہ سے تمام وجود سے افضل ہو گا: صورت سے اِس کے لیے امامت ہے اور سجدے سے علامت، کہ حق نے بھی اس کے علّامہ ہونے کی گواہی دی۔

چونکہ یہ معاملہ اِسی ترتیب پر ہے، اور حکمت کی بھی یہی عطا ہے؛ اسی لیے اِس نشأتِ انسانی اور نکتۂ ربانی میں امام ہیں، جیسا کہ اِس میں امتیں ہیں؛ ایک سے بڑھ کر ایک امت؛ کہ یہی "اُمّ الکتاب" اور "حاضرتِ لُباب" ہے۔ روحِ فکری امام ہے، روحِ عقلی امام ہے، روحِ مصور، روحِ خیالی اور روحِ وہمی امام ہے، حواس ائمہ ہیں، اور اِن ائمہ میں سے ہر امام ایک امت ہے۔ جبکہ امام اکبر اور نورِ ازہر وہ قلب ہے جو عالم شہادت اور عالم غیب میں مقدّم ہے، یہی روحِ قدسی اور

الأئمّة أُمّة. والإمام الأكبر والنور الأزهر القلبُ المقدَّم على عالم الشهادة والغيب، وهو الروح القدسي، والإمام النَّدْسي[١]، وإليه أشار صلى الله عليه وسلم بقوله: «إنّ في الجسد بُضعة[٢] إذا صلحت صلح الجسد، وإذا فسدت فسد الجسد، ألا وهي القلب» فإن كان صالحا فروح قدسيٌّ، وإن كان[٣] غير ذلك فشيطان غوي.

فالرعيّة على دين الإمام، سواء في عالم البسائط أو عالم الأجسام. فإمام[٤] الإنسان، هو الذي قال فيه الرحمن: «ما وسعني أرضي ولا سمائي، ووسعني قلب عبدي» حين ضاق عن حمل تجلّيه الأرض والسماء، واستحال عليهما[٥] الاتّصاف بالأسماء؛ فصار قلبُ العارف بيتَ حقٍّ ومقعدَ صدق. فقد ثبت الإمام جمعًا، وأتى الناس إليها كرهًا وطوعًا.

واعلموا أنّ المبايعة لا تقع إلّا على الشرط المشروط، والعقد الوثيق المربوط؛ كلُّ مبايع على قدر عزمه ومبلغ علمه. فقد يُبايَع[٦] شخص على الإمامة، وفي غيره تكون العلامة. فتصحّ المبايعة على الصفات المعقولة، لا[٧] على هذه النشأة المجهولة. فَيُمِدُّ، عند تلك المبايعة للخليفة الناقصِ في ظاهر الحسّ، الخليفةُ المطلوب يده من حضرة القدس؛ فتقع المبايعة عليها، من غير أن ينظر بصرٌ إليها. ولذلك يقع الاختلاف في الإمام المعيَّن لا في الوصف المتبيَّن؛ فَقَلَّ خليفةٌ تجمع القلوب عليه، ولا سيما إن اختلّ ما بين يديه. فقد صحّت المبايَعة للخليفة، وفاز بالرتبة الشريفة. وإن

---

[١] ب، ج (شرح الكلمة): الرفيع.

[٢] ن، ج، و، س، هـ: مضغة.

[٣] هنا انتهت النسخة ع، وصفحاتها الثمان الباقية مفقودة.

[٤] م: فأما.

[٥] م، ن: عليها. ر، ش: عليه.

[٦] ش: تبايع.

[٧] ر، ش: - لا. هـ: إلا.

زیرک امام ہے، اِسی کی جانب آپ ﷺ نے اپنے اِس قول میں اشارہ کیا: "بیشک جسد میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو جسد ٹھیک ہو جاتا ہے، اور اگر وہ خراب ہو جائے تو جسد خراب ہو جاتا ہے، جان لو کہ وہ قلب ہی ہے۔" اگر صالح ہو تو روحِ قدسی ہے اور اگر طالح ہو تو گمراہ کن شیطان ہے۔

رعایا تو امام کے مذہب پر ہوتی ہے، چاہے عالم بسائط ہو یا عالم اجسام۔ انسان کا امام وہی ہے جس کے بارے میں الرحمن نے کہا: "میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہ سما سکا جبکہ میں اپنے بندے کے قلب میں سما گیا" بیشک زمین اور آسمان اس کی تجلی برداشت نہ کر سکے، اور ان دونوں کا اسما سے متّصف ہونا بھی ممکن نہیں؛ چنانچہ عارف کا قلب ہی مسکنِ حق اور نشستِ صدق بنا۔ بیشک امام جماعت سے ثابت ہے اور لوگ چاہتے نہ چاہتے اِس کی طرف آتے ہیں۔

اور یہ بھی جانو کہ بیعت کسی مشروط شرط اور مضبوط اور مربوط عقد پر ہوتی ہے؛ ہر بیعت کرنے والا اپنے عزم کی طاقت اور اپنے علم کے حساب سے (بیعت کرتا ہے)۔ بعض اوقات امامت میں بیعت کسی ایک شخص کی ہوتی ہے جبکہ علامت کسی دوسرے میں ہوتی ہے۔ لہذا بیعت کی درستگی معقول صفات پر ہے نہ کہ اِس مجہول نشأت (یعنی جسم) پر۔ پس ظاہری حِس میں ناقص خلیفہ کی اِس بیعت میں اُس خلیفہ کی جانب ہاتھ بڑھایا جاتا ہے جو حاضرت قدس سے مطلوب ہے؛ اور اسی پر بیعت واقع ہوتی ہے، جبکہ وہ آنکھ سے اوجھل ہے۔ اِسی لیے معین امام میں اختلاف ہوتا ہے نہ کہ نمایاں وصف میں؛ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ سب لوگ ایک خلیفہ پر متّفق ہوں، خاص طور پر اُس وقت جب خرابی اُس کی رعایا میں ہو۔ چنانچہ خلیفہ کی بیعت درست ہے، اور وہ عالی رتبے پر فائز ہوا۔ اور اعتراض صرف بیمار قلوب ہی کرتے ہیں۔

توجّه اعتراض، فلا سبيل إلى القلوب المِراض.[1]

ولمّا كان الحقّ تعالى الإمامَ الأعلى، والمتّبَعَ الأولى، قال: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّـهَ يَدُ اللَّـهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾[2]، ولا ينال هذا المقامَ الأجسم بعد النبيّ المصطفى الأعظم، إلّا ختم الأولياء الأطول الأكرم، وإن لم يكن من بيت النبيّ، فقد شاركه في النسب العُلويّ؛ فهو راجع إلى بيته الأعلى لا إلى بيته الأدنى.

---

[1] ب (في الحاشية)، ن، ج، و، ر، ش: القلوب المنعوتة بالأمراض.

[2] [الفتح: ١٠]

چونکہ حق تعالیٰ ہی سب سے بڑا امام اور سب سے بہترین قابل اطاعت ہے، تو اُس نے کہا:
﴿جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی، اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے﴾
(الفتح: ۱۰) نبیٔ مصطفیٰ ﷺ کے بعد یہ عظیم مقام صرف بزرگ و برتر مکرم "ختم الاولیا" نے پایا،
اگرچہ آپ نبی کے گھرانے سے نہیں لیکن عُلوی نسب میں آپ کے ساتھ ہیں؛ اور اُن کا تعلق
آپ کے اعلیٰ گھرانے سے ہے نہ کہ اِس ادنیٰ گھرانے سے۔

نكتَةُ الشَّرفْ في غُرَفٍ من فوقها غُرف

وكان وليّي[١] وفّقه الله يقول قياسًا، شهادة وإحساسًا: لِـمَ لَـمْ يكن الختم من بيته، ومستخرجا من بنته[٢]، حتى يكون الشرف بالنَّسب أكمل، وأتمّ للمنصب الشريف وأفضل؟ ولو كحّل هذا القائل عينَه، وتحقّق أينَه، ورأى سلمان رضي الله عنه ملحقا بأهل البيت؛ لعرف[٣] أنّ المراد ليس في النبت[٤]:

فَمِنْ شَرَفِ النَّبِيِّ عَلَى الوُجُودِ ... خِتَامُ الأَوْلِيَاءِ مِنَ العُقُودِ
مِنَ البَيْتِ الرَّفِيعِ وَسَاكِنِيهِ ... مِنَ الجِنْسِ المُعَظَّمِ فِي الوُجُودِ
وبَيِّنَتِي الحَقَائِقُ فِي ذُرَاهَا ... وَفَضْلُ الله فِيهِ مِنَ الشُّهُودِ
لَوَ انَّ البَيْتَ يَبْقَى[٥] دُونَ خَتْمٍ ... لَجَاءَ اللِّصُّ يَفْتِكُ[٦] بِالوَلِيدِ
فَحَقِّقْ يَا أَخِي نَظَرًا إِلَى مَنْ ... حَمَى بَيْتَ الوِلَايَةِ مِنْ بَعِيدِ
فَلَوْلَا مَا تَكَوَّنَ فِي أَبِينَا ... لَمَا أُمِرَتْ مَلَائِكَةُ السُّجُودِ[٧]
فَذَاكَ الأَقْدَسِيُّ إِمَامُ نَفْسِي ... يُسَمَّى، وَهُوَ حَيٌّ، بِالشَّهِيدِ
وَحِيدُ الوَقْتِ لَيْسَ لَهُ نَظِيرٌ ... فَرِيدُ الذَّاتِ مِنْ بَيْتٍ فَرِيدِ

---

[١] م (في الحاشية): هو أبو يحيى بن أبي بكر الصنهاجي. و: وكان من ولي.

[٢] و: نبته. ش: أقرب إلى "بيته".

[٣] ن: لعلم.

[٤] ر: البنت. ن، ش، س: البيت.

[٥] ر: – يبقى.

[٦] ب، ج (شرح في الحاشية): يقتله خاليا به.

[٧] ر: بالسجود.

شرف والا نکتہ: ان خانوں میں جن کے اوپر بالا خانے ہیں

میرا دوست – اللہ اسے توفیق بخشے – قیاس سے، گواہی اور احساس سے کہتا ہے[1]: ختم آپؐ کے گھرانے اور آپ کی بیٹی سے کیوں نہیں؟ تاکہ اُسے بھی کامل ترین نسب کا شرف ملتا اور اس شرف اور فضل والے منصب کے لیے اکمل ہوتا؟ اگر اِس (قائل) کی بصیرت روشن ہوتی، اور وہ (ختم) کے مقام کی تحقیق کرتا، اور دیکھتا کہ سلمان رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں؛ تو جان جاتا کہ مراد صرف ظاہری نسل میں نہیں۔

وجود پر نبی کا شرف یہ بھی ہے کہ صدیوں بعد خاتم الاولیا کا ظہور ہے۔ وہ ایک ارفع گھرانے[2] کا مکین ہے؛ وہ جنس (یعنی ولایت) جو وجود میں معظم ہے۔ میں نے حقائق کو ان کے عروج سے واضح کیا ہے، اور اِس میں اللہ کا فضل دکھائی دیتا ہے۔ اگر یہ گھرانہ ختم کے بغیر ہی ہوتا تو چور آ کر نوزائدہ کو مار ڈالتا۔ سوائے بھائی! اِس بات پر بھی غور کر کہ کس نے فاصلے سے دولتِ کدۂ ولایت کی حفاظت کی۔ اگر یہ (نور محمدی) ہمارے باپ میں نہ ہوتا تو فرشتوں کو بھی سجدے کا حکم نہ ہوتا، یہی قدسی (نور) میرا امام ہے، یہ زندہ ہے اور اِسی کا نام شہید ہے۔ یہ یکتائے دہر ہے؛ بے مثل و بے نظیر، ذات میں یگانہ اور آستاں میں فرید

---

[1] مخطوط م کے حاشیے میں اس دوست کا نام ابو یحیی بن ابو بکر الصنہاجی لکھا ہے یہ وہی شخصیت ہیں جن کی خاطر شیخ اکبر نے یہ کتاب لکھی۔

[2] یعنی علوی نسب والا ہے۔

لَقَدْ أَبْصَرْتُهُ خَتْمًا كَرِيمًا بِمَشْهَدِهِ عَلَىٰ رَغْمِ الحَسُودِ
كَمَا أَبْصَرْتُ شَمْسَ البَيْتِ مَكَانَ الحَلْقِ[١] مِنْ حَبْلِ الوَرِيدِ
لَوَ انَّ النُّورَ يُشْرِقُ مِنْ سَنَاهُ عَلَىٰ الجِسْمِ المُغَيَّبِ فِي اللُّحُودِ
لَأَصْبَحَ عَالِمًا حَيًّا كَلِيمًا طَلِيقَ الوَجْهِ يَرْفُلُ فِي البُرُودِ[٢]
فَمَنْ فَهِمَ الإِشَارَةَ فَلْيَصُنْهَا وَإِلَّا سَوْفَ يَلْحَقُ بِالصَّعِيدِ[٣]
فَنُورُ الحَقِّ لَيْسَ بِهِ خَفَاءٌ[٤] عَلَىٰ الأَفْلَاكِ فِي[٥] سَعْدِ السُّعُودِ
رَأَيْتُ الأَمْرَ لَيْسَ بِهِ تَوَانٍ سَوَاءٌ فِي هُبُوطٍ أَوْ صُعُودِ
نَطَقْتُ بِهِ وَعَنْهُ وَلَيْسَ[٦] إِلَّا وَإِنَّ الأَمْرَ فِيهِ عَلَىٰ المَزِيدِ
وَكَوْنِي فِي الوُجُودِ بِلَا مَكَانٍ دَلِيلٌ أَنَّنِي ثَوْبُ الشَّهِيدِ
فَمَا وَسِعَ السَّمَاءُ جَلَالَ رَبِّي وَلَكِنْ كَانَ[٧] فِي قَلْبِ العَمِيدِ[٨]
أَرَدْتُ تَكَتُّمًا لَمَّا تَجَارَىٰ إِلَيْهِ النُّكْرُ مِنْ بِيضٍ وَسُودِ
وَهَلْ يَخْشَىٰ الذِّئَابَ[٩] عَلَيْهِ مَشَىٰ فِي القَفْرِ فِي غَفْرِ الأُسُودِ
وخَاطَبْتُ النُّفَيْسَةَ مِنْ وُجُودِي عَلَىٰ الكَشْفِ المُحَقَّقِ وَالشُّهُودِ:

---

[١] ن، ر، ش، س: الخلق.

[٢] يرفل: يتبختر. البُرود: البرود هو ثياب أهل اليمن يتبختر فيه.

[٣] الصعيد: التراب.

[٤] ر: ليس له حقا.

[٥] م: من.

[٦] م: ليس.

[٧] متن ب، ن، ج، و، س: حل.

[٨] ب (شرح في الحاشية): المحب. ن، هـ: العبيد.

[٩] و، ش: الذباب.

ہے۔ بیشک میں نے "کریم ختم" کو اس کی زیارت گاہ میں دیکھا ہے چاہے حاسد کچھ بھی کہیں۔ جیسا کہ میں نے "شمس البیت[1]" کو اُس کے اتنے قریب دیکھا ہے جتنا حلق شاہ رگ سے قریب ہے۔ اگر اُس کی رفعت سے لحد میں پڑے جسم پر نور پڑے تو وہ بھی زندہ ہو کر کلام کرنے لگے، اور مسکراتے چہرے سے اپنی کپڑوں کی شوخیاں دکھائے۔ جو اشارہ سمجھ گیا تو اَب اُسے چھپائے، نہیں تو وہ عنقریب رسوا ہو گا۔ حق کے نور میں کوئی پوشیدگی نہیں، یہ تو افلاک میں سعد السعود پر ہے۔ میں نے وہ معاملہ دیکھا ہے جس میں کوئی وقفہ نہیں، چاہے یہ نزول میں ہو یا صعود میں۔ جو کچھ میں نے اس کے بارے میں کہا یہ معاملہ ایسا ہی ہے بلکہ یہ اِس سے بھی بڑھ کر ہے۔ وجود میں میرا امکان کے بغیر ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ میں گواہ کا لباس ہوں۔ میرے رب کا جلال آسمان میں نہ سما سکا لیکن یہ ایک عاشق کے دل میں سما گیا۔ اور جب میں نے سفید اور سیاہ (یعنی ساری مخلوق کو) اس کا انکاری دیکھا تو اِسے چھپا لیا۔ اور کیا وہ شخص بھیڑیوں کا خوف کھا سکتا ہے جو بیابان میں شیروں کی حفاظت میں چلتا ہو۔[2] اور میں نے اپنے وجود کے نفیس ترین حصے سے محقق کشف اور شہود سے خطاب کیا: اب اس کشف کے بعد کیا میں انکار کروں؟ اور میرا

---

[1] مراد امام مہدی ہیں۔

[2] یعنی انسان کامل اسرار الٰہیہ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

أَبَعْدَ الكَشْفِ عَنْهُ لِكُلِّ عَيْنٍ جَحَدْتُ، وَكَيْفَ يَنْفَعُنِي جُحُودِي؟
فَرَدَّتْ فِي الجَوَابِ عَلَيَّ صِدْقًا: تَضَـرَّعْ لِلْمُهَيْمِـنِ وَالشَّهِيدِ
وَسَلْهُ الحِفْظَ مَا دَامَ التَّلَقِّي وَسَلْهُ العَيْشَ لِلزَّمَنِ السَّعِيدِ
سَأَلْتُكَ يَا عَلِيـمَ السِّـرِّ مِنِّي عِصَامًا بِالمَوَدَّةِ فِي الوَدُودِ
وَأَنْ تُبْقِي[١] عَلَيَّ رِدَاءَ جِسْمِي بِكَعْبَتِكُمْ إِلَى يَوْمِ الصُّعُودِ
وَأَنْ تُخْفِي مَكَانِي فِي مَكَانِي كَمَا أَخْفَيْتَ بَأْسَكَ فِي الحَدِيدِ
وَتَسْتُرَ مَا بَدَا مِنِّي اضْطِرَارًا كَسَتْرِكَ نُـورَ ذَاتِكَ فِي العَبِيدِ
وَأَنْ تُبْدِي عَلَيَّ شُهُودَ عَجْزِي بِتَوْفِيَتِي مَوَاثِيقَ العُهُودِ

وسيبدو لك أمرُه، ويتّضح لك[٢] سرُّه، ﴿وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾[٣]. فتخلّقْ بالسميع البصير، وتحقّقْ بالعجز والتقصير. فلنذكر الآن نسختك من هذا الخليفة البيتيّ الإمام، ثمّ أختم نسختك من ختم الأولياء الكرام، وبالختم يكون التمام.[٤]

---

[١] ش: يبقى.

[٢] ر، ش: – لك.

[٣] [فاطر: ١٤]

[٤] ب (في الحاشية): ... الشيخ أيده الله.. المقدسي.

انکار مجھے کیا فائدہ دے گا؟ سو اُس نے مجھے صداقت سے یہ جواب دیا: اُس المہیمن اور الشہید کے سامنے عاجزی اختیار کر۔ جب وہ تجھے کچھ دے تو حفاظت کا سوال کر، اور اُس سے سعادت مندانہ اوقات مانگ[1]۔ اے میرے راز آشنا[2]! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ محبوب کی محبت کی حفاظت فرما۔ اور میرے جسم کی چادر (یعنی شریعت) کو مجھ پر باقی رکھ جب تک میری روح میرے جسم میں ہے۔ اور مجھ میں میری منزلت پنہاں کر دے جیسے کہ تو نے اپنی طاقت اور سختی کو لوہے میں چھپایا۔ اور جو کچھ مجھ سے نہ چاہتے ہوئے ظاہر ہو اُسے بھی چھپا، جیسے تو نے اپنے وجود کے نور کو بندے میں چھپایا۔ اور مجھے میری عاجزی کا مشاہدہ کروا تاکہ میں اپنے وعدے پورے کر سکوں۔

عنقریب اُس (ختم) کا معاملہ تجھ پر ظاہر اور اُس کا راز تجھ پر آشکار ہو گا، ﴿اور کوئی تجھے خبیر کی طرح نہیں بتا سکتا﴾ لہذا سمیع و بصیر سے متخلّق ہو، عجز و تقصیر کو متحقّق کر۔ اب میں اِس "بیتی خلیفہ" (یعنی) امام میں تجھے تیرے نسخے کا بتاتا ہوں، اور پھر میں تیرے نسخے کو کرم والے ختم الاولیا سے مُہر لگاؤں گا اور مُہر سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔

---

[1] سعادت مندانہ اوقات وہ ہیں جو تجھے سعید بنائیں یعنی نیکی والے اعمال۔

[2] یہاں راز آشنا سے مراد حق تعالی ہے۔

النكتة المؤخّرة في الدرّة المدّخرة

وَلَمَّا جَلَّ[١] عَتْبِي حَلَّ[٢] غَيْبِي عَلَىٰ عَيْنِي[٣] فَصَيَّرَهُ عَدِيمَا

وَعِنْدَ شُهُودِ رَبِّي حَلَّ حُبِّي عَلَىٰ قَلْبِي فَصَيَّرَهُ سَلِيمَا

وَلَمَّا فَاحَ زَهْرِي هَبَّ سِرِّي عَلَىٰ نَوْرِي فَصَيَّرَهُ هَشِيمَا

وَلَمَّا اضْطُرَّ أَهْلِي لَاحَ نَارٌ مِنَ الرَّحْمَنِ صَيَّرَنِي كَلِيمَا

وَلَمَّا كُنْتُ مُخْتَارًا حَبِيبًا وَكَانَ بُرَاقُ سَيْرِي بِي لَزِيمَا

مَطَوْتُ وَلَمْ أُبَالِ بِكُلِّ أَهْلٍ تَرَكْتُ، فَعُدْتُ رَحْمَانًا رَحِيمَا

وَكُنْتُ إِلَىٰ رَجِيمِ البُعْدِ نَجْمًا دُوَيْنَ العَرْشِ وَقَّادًا رَجِيمَا

وَلَمَّا كُنْتُ مَرْضِيًّا حَضُورًا[٤] وَكَانَ إِمَامُ وَقْتِ الشَّمْسِ مِيمَا

لَحَظْتُ الأَمْرَ يَسْرِي مِنْ قَرِيبٍ عَلَىٰ كُفْرٍ يُصَيِّرُهُ رَمِيمَا

وَكُنْتُ بِهِ لِفَرْدٍ بَعْدَ سِتٍّ لِعَامِ العَقْدِ[٥] قَوَّامًا عَلِيمَا

فَلَوْ أَظْهَرْتُ مَعْنَىٰ الدَّهْرِ فِيهِ لَأَعْجَزْتُ العِبَارَةَ وَالرُّقُومَا

وَلَكِنِّي سَتَرْتُ لِكَوْنِ أَمْرِي مُحِيطًا فِي شَهَادَتِهِ عَظِيمَا

فَسَتَّرْتُ الأُمُورَ بِكُلِّ كَشْفٍ لِعَيْنٍ صَارَ بِالتَّقْوَىٰ سَلِيمَا

---

[١] و، س: حل.

[٢] ن، ج، و: جل.

[٣] ب، م، ج (شرح في الحاشية): أي حقيقتي.

[٤] ر، ش: حضورا.

[٥] متن ج، وربما ب: العقر. هامش ج: الفقد.

چھپائے گئے موتی میں آخری نکتہ

جب میرا نقصان بڑھا تو میرا غیب میری حقیقت پر چھا گیا اور اِسے نابود کر دیا[1]۔ اور اپنے رب کے دیدار کے وقت محبت میرے قلب پر چھا گئی اور اِسے (قلب) سلیم بنا دیا۔ اور جب (اسرار کے) پھول کِھلے اور ان پر میری روح کی ہوا چلی تو انہیں سوکھا دیا۔ اور جب میرے گھر والوں کو ضرورت محسوس ہوئی تو الرحمن کی طرف سے جلائی گئی آگ نے مجھے کلیم بنا دیا۔ اور جب میں مختار حبیب تھا تو اُس وقت براق کو میری سواری اور مجھ سے لازم بنا دیا۔ میں اُس پر سوار ہوا اور اہل و عیال کو چھوڑنے کی پرواہ نہ کی، پھر واپسی پر اُس نے مجھے رحمن اور رحیم بنا دیا۔ میں افلاک کی پہنائی میں عرش سے نیچے اِک ستارہ تھا پر شیاطین کے لیے اُس نے مجھے دھکتا انگارا بنا دیا۔ اور جب میں پسندیدہ اور شہوت سے دور تھا تو اُس وقت شمس کا امام میم[2] تھا۔ میں نے اُس معاملے کو اس حجاب کے قریب سے دیکھا ہے جس (حجاب) نے اسے بوسیدہ بنا دیا۔ اور میں اسے قائم کرنے والا اور اُس کا علم رکھنے والا ہوں جو عقد والا سال چھ کے بعد ہو گا۔[3] اگر میں اِس میں دہر کا معنی ظاہر کرتا تو الفاظ اور عبارت تنگی میں پڑ جاتے۔ لیکن میں نے اِس عظیم معاملے (یعنی اسرار) کو چھپا لیا کہ یہ سب میرے سامنے عیاں تھے۔ میں نے کشفی امور کو ہر اُس آنکھ سے چھپایا جو (آنکھ) تقویٰ سے سرفراز نہیں۔

---

[1] یہاں مراد تجلی الٰہی ہے کہ اس نے مجھے نابود کر دیا۔

[2] یہاں میم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے دور میں محمد ﷺ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت مسلمانوں کے امام محمد مہدی ہوں گے۔

[3] یہ شیخ اکبر کے ختم الولایہ المحمدیہ کے منصب پر فائز ہونے کا اشارہ ہے۔ کچھ نے مراد سال چھ سو ہجری لیا ہے۔

فصل

ولمّا تكلمنا على الشرف النبويّ الأجلى، من طريق البيت الأعلى، حتى نستوفيه في آخر الكتاب من غير اختصار ولا إسهاب، ولكن بيسير[١] ألفاظ جزئيّة[٢]، تدلّ على معانٍ[٣] كليّة.

وصل

كذلك للإنسان نَسبان، وله في العالم منصبان: فأشرف نَسبه وأعلا منصبه؛ أن ينتسب للحقّ لا لوالديه، وأن يقيم سِرَّه أبدا خديما بين يديه. فإذا صحّتْ له هذه الرتبة، وفاز بأعلى درجة القُربة، وتصرّف عن سماع الإذن المتعالي[٤]؛ صحّ له النَّسب العالي؛ فكان إذ ذاك عبد الله لا ابن فلان، وإمامًا يقتدي به الثقلان.

فصل

ولمّا قدّمنا شرف البيت الأعلى، إذ كان الأَسَدَّ والأَوْلى؛ أردنا أن تتميّز الرتب، بالأخذ في شرف النَّسب، الذي يتعلّق به الوِرث الحسّي والغرض النفسي.

وصل

كذلك صحّ التقدّم لعالم غيب الإنسان على ما فيه من نَسب الحيوان[٥]؛ فهو

[١] م، ر، س، ج، ش، هـ: بتيسير.

[٢] م: جزوية.

[٣] م: معاني.

[٤] م، ر: المتعال.

[٥] ر، ش: – الحيوان.

فصل: اعلیٰ نسب کا شرف

چونکہ ہم نے واضح ترین نبوی شرف پر اعلیٰ ترین گھرانے کے حوالے سے بات کی ہے، تو ہم اسے کتاب کے آخر میں افراط اور تفریط کے بغیر مکمل کرتے ہیں، یہ چند ایسے الفاظ ہیں جو کلی معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

وصل

اِسی طرح انسان کے دو نسب ہیں، اور عالم میں اُس کے دو منصب ہیں: اُس کا شرف والا نسب اور اعلیٰ ترین منصب اس کا حق سے منسوب ہونا ہے، نہ کہ اپنے ماں باپ سے، اور یہ کہ وہ اپنے قلب کو ہمیشہ اُس کی خدمت میں لگائے رکھے۔ اگر وہ یہ رتبہ پائے، اور قربت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہو، اور اُس متعال کی اجازت سننے پر تصرف کرے؛ تو تب اُسے عالی نسب ملتا ہے؛ اور اُس وقت وہ "عبد اللہ" (یعنی اللہ کا بندہ) ہوتا ہے نہ کہ "ابن فلاں"، اور ایسا امام کہ جن و انس اُس کی پیروی کرتے ہیں۔

فصل

چونکہ ہم نے اعلیٰ گھرانے (یعنی ولایت) کے شرف کو آگے رکھا، کہ یہی صائب اور اولی تھا؛ تو یہ بھی چاہا کہ نسب کا شرف اخذ کرنے والوں کے مراتب کی بھی تمیز ہو، وہ شرف جو حسی وراثت اور نفسی غرض سے متعلق ہے۔

وصل

اسی طرح انسان کے غیبی عالم کو اس کے حیوانی نسب پر تقدم حاصل ہے؛ اور یہی عالم اس (ظاہر) کو حرکت دیتا، اس کی تدبیر کرتا، اسے آگاہی بخشتا اور بات بتاتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ

محرِّكه ومصرِّفه ومنبّهه ومعرِّفه. ولكن احتجب عن أكثر الناس[١] عالمُ غيبهم بما ظهر؛ فلذلك حُرِموا اكتساب اللآلئ واقتناء الدُرر، وحِيل بينهم وبين الأسرار، وضُرِب بينهم وبين مطلع الأنوار، بِظِلِّ هذا الجدار، وإن كان له وجود شريف وسرٌّ لطيف، سأنبّهك عليه وأندبك إليه، وأُعرِّفك أنّ الوِرث وِرثان، لمّا كان العالم عالمان: فالورثُ الأعلى في عالمه الأجلى وِرثُ أسرارٍ وتجلّيات أنوار، والوِرثُ الأسنى في العالم الأدنى وِرثُ استخلاف على أمصارٍ وتعبُّد أحرار.

فصل

ولمّا كانت الشمس لا بدّ لها من تحوُّل مَطْلِعها وتبدُّل موضعها.

وصل

كذلك لا بدّ من طلوع شمس حقّك على ظاهر خلقك. واعلم أنّ الشمس لم تزل جارية من المغرب إلى المشرق بنفسها، كما لم تزل جارية من الشرق إلى الغرب بغيرها، غير أنّ البصرَ قاصر واللبّ حائر، ولا بدّ لها يوما أن تُظهِر[٢] حركتها وتعطي بركتها. فمَن جاء أجله المسمّى ولم تُغفَر حوبته؛ فقد أُغلق باب توبته، وطلعتْ شمسه من المغرب، ولا ينفعه إيمانٌ ذلك الوقت ما لم يكن آمن وهو قويّ مستبصِر؛ فإنّ «الله تعالى[٣] يقبل توبةَ عبده ما لم يغرغر».

فصل

ولمّا كان هذا الأمر هو الكنز الخفي بالبحر الغربي.

---

[١] ر، ش: + من.

[٢] ش: يظهر.

[٣] ج، ر، ش: – تعالى.

ظاہر کے باعث اپنے غیب کے عالم کو نہیں جانتے؛ اِسی لیے وہ ہیرے موتی چننے سے محروم کر دیے جاتے ہیں، یہ (ظاہری عالم) اُن کے اور اسرار کے مابین آ جاتا ہے، اور اس کی دیوار کا سایہ اُن کے اور مطلع انوار کے درمیان چھا جاتا ہے، حالانکہ یہ بھی ایک شریف وجود اور لطیف راز ہے، میں اس جانب بھی تیری توجہ دلاؤں گا اور اس طرف بھی تجھے بلاؤں گا، اور یہ بھی بتاؤں گا کہ وراثت دو طرح کی ہے جیسا کہ عالم بھی دو ہیں: پس اعلیٰ وراثت اپنے واضح تر عالم میں اسرار، تجلیات اور انوار کی وراثت ہے، جبکہ عالم ادنیٰ میں درخشاں وارثت شہروں پر حکومت اور آزاد لوگوں کو غلام بنانا ہے۔[1]

فصل

چونکہ یہ لازم ہے کہ سورج اپنے جائے طلوع سے ہٹے اور اپنی جگہ تبدیل کرے۔

وصل

اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ تیرے حق کا سورج (یعنی روح) تیرے خلق کے ظاہر پر طلوع ہو۔ اور جان لے کہ سورج ہمیشہ خود سے مغرب سے مشرق[2] کی جانب چل رہا ہے، جیسا کہ یہ اپنے غیر سے مشرق سے مغرب کی طرف چل رہا ہے، لیکن آنکھ میں طاقت نہیں اور عقل متحیّر ہے، اور لازماً ایک ایسا بھی آئے گا جب یہ اپنی حرکت دکھلائے گا اور اپنی برکت دے گا۔ سو جس کی مقررہ مدت آن پہنچی اور اُس کے گناہوں کی بخشش نہ ہوئی، تو اُس پر توبہ کا دروازہ بند ہوا، اور اُس کا سورج مغرب سے نکل آیا، اُسے اِس وقت کا ایمان فائدہ نہ دے گا الاّ یہ کہ وہ صحت و عافیت میں پہلے ایمان لا چکا؛ "بیشک اللہ تعالیٰ موت کی ہچکی سے پہلے اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے۔"

---

[1] یعنی آزاد لوگوں کو قوانین کا غلام بنانا ہے تا کہ نظم و نسق حکومت چل سکے۔

[2] چونکہ اس کی ذات عدم ہے تو وہ خود سے عدم سے وجود کی جانب چلتا ہے۔ اور اس کا غیر وجود ہے تو وہ اپنے غیر سے وجود سے عدم کی جانب چلتا ہے۔

وصل

أشار إلى أنّ القلب هو مقعد الصدق ومحلّ أسرار الحقّ، وهو البحر المحيط، والمعبَّر[1] عنه بالعالم البسيط؛ عنه تكون المركّبات، ومنه تصدر الحركات والسكنات.

فصل

ولمّا قال: ولا يعرف ذلك الكنز إلّا من كان روحًا لا جسمًا، وعلّمه الحقُّ من لدنه علمًا، وأتعبَ مَن كان كليما في طلبه، ليعرف شرف مذهبه، وأظهر المعروف المحمود، في المنكَر المشهود، وجاءه بثلاثة أفعال، من المقام العال: ففِعلٌ أضافه إليه، وفِعلٌ أضافه إلى الحقّ، وفِعلٌ شرّك في العبارة عنه بين الحقّ والخلق.[2]

وصل

كأنّه أشار إلى أنّ الإنسان ما دام[3] في نفسه البهيميّة، ملاحِظا لنفسه النباتيّة، لا ينجلي له أمرٌ ولا يبدو له سرٌّ؛ فإن ارتقى عن درجة الأجسام، وزال من عالم الأوهام، والتحق بمقام الإلقاء والإلهام؛ أتعبَ في طلبه علماءَ الأحكام؛ فصار شاهِدُه يَطلب غائبَه، ليعرف مقاصدَه ومذاهبَه؛ فإن وقع عليه قيّده بشرطه، واستوثق مِن عقدِه وربطِه؛ فأبدى له من المعاني ما ينفر[4] عنه طبعه، ويردّه عليه شَرْعه؛ فيذكّره فيتذكّر[5]، ويعلم أنّ الله قد أنبأ بصدقه وقرّر. فهذه علوم الأدب والحكمة، وباب التواصل إلى حضرة الرَّحمة.

---

[1] ر، ش: وهو المعبر. هـ: المعبر.

[2] يشير هنا إلى أفعال الخضر مع سيدنا موسى عليهما السلام، المذكورة في سورة الكهف.

[3] ب، م، س، هـ: – ما دام. ر: كأنه أشار إلى الإنسان.

[4] م: ينفرد.

[5] م: فيذكر. س: – فيتذكر. هـ: فتذكر.

فصل

چونکہ یہ معاملہ غربی سمندر میں مخفی خزانہ ہے۔

وصل

تو اُس نے قلب کی طرف اشارہ کیا، جو نشستِ صدق اور اسرارِ حق کی جا ہے، یہی وہ بحرِ محیط ہے جسے عالم بسیط کہا گیا؛ اِسی سے مرکبات کی تخلیق اور حرکات و سکنات کا صدور ہے۔

فصل

اور جب اُس نے کہا: اِس خزانے کو وہی پہچان سکتا ہے جو روح ہو نہ کہ جسم، جسے حق نے علم لَدُنی دیا ہو، جس کی طلب میں کلیم کو تھکایا ہو، تاکہ وہ اِس کے مذہب کا شرف جانے، پھر اُس نے مشہود منکر میں معروف محمود کو ظاہر کیا، اور بلند مقام سے تین افعال لایا: ایک فعل کی اضافت اپنی جانب کی، ایک فعل کی اضافت حق کی جانب کی، جبکہ تیسرا فعل حق اور خلق دونوں سے منسوب کیا۔[1]

وصل

گویا کہ اُس نے توجہ دلائی کہ جب تک انسان اپنے نفسِ بہیمی میں رہتے ہوئے اپنے نفسِ نباتی کو دیکھتا ہے، تو نہ اُس پر کوئی معاملہ کھلتا ہے اور نہ کوئی راز آشکار ہوتا ہے؛ لیکن اگر وہ اجسام کے درجے سے ترقی پائے، عالم اوہام سے باہر آئے، مقام القاو الہام تک پہنچ جائے؛ تو (حق تعالیٰ) اِس کی طلب میں علمائے احکام کو بھی تھکاتا ہے؛ اُس کا ظاہر اُس کے باطن کی تلاش میں رہتا ہے، تاکہ وہ اِس کے مقاصد اور مذاہب جانے؛ اور اگر وہ انہیں پائے تو اِسے اِس کی شرط سے قید کرتا ہے، اپنا تعلق اور ربط استوار کرتا ہے؛ پھر وہ اِس پر ایسے معانی ظاہر کرتا ہے جس سے اِس کا مزاج دور بھاگتا ہے، اور جس جانب اُس کی شریعت اُسے لوٹاتی ہے؛ اُسے یاد دہانی کرواتی ہے تو اُسے یاد

[1] یہ حضرت خضر علیہ السلام کے تین افعال کی جانب اشارہ ہے۔

فصل

ولمّا قال: فالذي يعرف حقيقة ذلك الكنز، ومحلّ النجاة والفوز؛ يقيم جدارَه، ويسكن دارَه، ولا يطلب أجرًا، ويُحْدِث لمن أنكر عليه منه ذِكرا.

وصل

أشار إلى كتمان الأسرار من جنب الجبّار، لينظر أهل الإنكار، فيصحّ منهم الاعتذار، ويُنبّئوا[1] بما في طيّ هذه الأخبار.

فصل

ولمّا قال: فإذا بلغ اليتيمان أَشُدّهما، وتُوفي الأدوارُ أمدهما؛ حينئذ يظهر الكنز، وتقوم دولة العزّ.

وصل

كأنّه يقول: فإذا بلغ الروحُ العقليُّ منتهى نظره، وبلغ الروحُ الفكريُّ غاية فِكَره، ووفّت الأدوار الفلكيّة أربعين إخلاصَهَا، وشرّكت بين تقدُّمها في ذلك ومناصَهَا؛ حينئذ جاء الروح القدسيُّ أميرًا، واتّخذ الروحَ العقليَّ وزيرًا، والفكريَّ سميرًا، والحيوانيَّ سريرًا.

[1] ن، ج، و: وينبّئ. ش: – وينبّئوا. ومصحفة في ب. هـ: ويتبوّءُ.

آتا ہے، اور اِسے پتا چلتا ہے کہ اللہ نے اِن (علوم و اسرار) کی سچائی کے بارے میں بتایا اور انہیں ثابت کیا۔ یہ حکمت و ادب والے علوم ہیں، جو حاضرتِ رحمن کے در تک لے جاتے ہیں۔

فصل

اور جب اُس نے کہا: جو کوئی اِس خزانے کی حقیقت، نجات کی جا اور کامیابی سے واقف ہے؛ تو وہ (مثلِ خضر) اِس کی دیوار کھڑی کرتا ہے، اِس کے گھر میں ٹھہرتا ہے، اور صلہ نہیں مانگتا، اور جو کوئی اِس پر انکار کرے تو اُسے اُسی کی بات یاد دلاتا ہے۔[1]

وصل

اُس نے الجبار سے متعلق اسرار کے چھپانے کی جانب اشارہ کیا، تاکہ اہلِ انکار غور کریں، اُن کا عُذر درست ہو، اور انہیں بتایا جائے کہ ان اخبار میں کیا ہے۔

فصل

اُس نے کہا: اور جب یہ دونوں یتیم بچے بڑے ہو جائیں، اور مقررہ وقت آن پہنچے، تو اس وقت یہ خزانہ ظاہر ہو اور قوت والی مملکت قائم ہو۔

وصل

گویا کہ وہ یہ کہتا ہے: جب روحِ عقلی اپنی سوچ کی غایت کو پالے، اور روحِ فکری اپنے فکر کی نہایت تک پہنچ جائے، اور ادوارِ فلکی چالیس چکر پورے کریں، اور اس کے تقدم اور تاخر میں شریک ہوں؛ تو اُس وقت روحِ قدسی امیر کی حیثیت میں آئے گی، روحِ عقلی کو اپنا وزیر بنائے گی، (روحِ) فکری کو ہمنشین اور (روحِ) حیوانی کو کالبُد[2] بنائے گی۔

---

[1] جیسے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو یاد دلایا کہ انہوں نے بھی تو کنویں سے پانی بھرنے کی اجرت نہیں لی تھی۔

[2] قالب، ڈھانچہ جسم یا ہیئت۔

فصل

ولمّا قال: وتُشرق من الدين أَسِرَّتُه، وتُعقد عليه أَزِرَّتُه،[1] ويظهر العدل ويكون الفضل، ولكن إلى الشرق رجوعها، بعد ما ينقضي من الغرب طلوعها.

وصل

كأنّه يقول: وإذا كان السّرُّ من القلب طالعًا، فقد كان فيه غارِبًا، ولكن كان غروبُه طلوعَ ذلك الأُفق العلي، وغروبًا عن المقام الإلّي، ثمّ قد يكون له طلوعٌ من الأفق النفسي يكون غروبًا عن الأفق العقلي.

فصل

ولمّا قال: فإذا ظهر الأمر في مجمع البحرين، ولاح السّرُّ المكتّم لذي عينين.

وصل

كأنّه يشير إلى ظهور النكتة الربّانيّة، في هذه النشأة الإنسانيّة؛ فإنّه مجمع لبحري الإلّي[2] والكون[3]، والأين والعين. وقوله: لذي عينين، يشير إلى صاحب الصفتين. فمن فهِم فقد فاز فوزا عظيما، وكان بالله عليما.

فصل

ولمّا قال: وقام سَمِيُّ النبيّ وعن يمينه سميّه الولي. وذلك عندما تنعدم "الخاء" ويخطّ الألف في السماء، ويجري وادي مِنًى[4]، ويظهر الإنسان في الماء، وتكون الشمس

[1] ن: بلغ. إلى هنا انتهي المتن في نسخة نور عثمانية.

[2] و: لبحر الإل. ر: لبحري الإلّ. ج: لبحر الإلي.

[3] س: لآلي الكون. هـ: الآلاء والكون.

[4] أي للبيعة للمسيح.

فصل

اور جب اُس نے کہا: اور جب دین کے اسرار ظاہر ہوں گے، اور اِس کی کڑیاں باندھی جائیں گی، عدل اور فضل کا ظہور ہو گا، اور مشرق کی جانب اِن (اسرار) کا لوٹنا ہے، بعد اس کے کہ یہ مغرب سے طلوع ہوں گے۔

وصل

گویا کہ وہ یہ کہتا ہے: جب قلب سے راز طلوع ہوتا ہے تو وہ پہلے اِس میں ڈوبا ہوتا ہے، لیکن اِس کا ڈوبنا اِس بلند افق کا طلوع ہونا اور مقام اِلّی سے غروب ہونا ہے، پھر ہو سکتا ہے کہ یہ افق نفسی سے طلوع ہو جب یہ افق عقلی سے غروب ہوا۔

فصل

اور جب اُس نے کہا: اور جب دو سمندروں کے ملنے کی جا پر معاملہ ظاہر ہو، تو آنکھوں والے پر مخفی راز آشکار ہو۔

وصل

گویا کہ وہ اِس انسانی نشأت میں نکتہ ربانی کے ظہور کی جانب اشارہ کر رہا ہے؛ کیونکہ یہ خدا اور مخلوق، این اور عین کے دو سمندروں کے ملنے کی جا ہے۔ اور اُس کا کہنا: آنکھوں والا، مطلب دو صفتوں والا۔ جو سمجھ گیا اُس نے بڑی کامیابی پائی، اور اللہ نے علم پایا۔

فصل

اور جب اُس نے کہا: اور جب نبی کے نام والا کھڑے ہوا اور اس کے ساتھ ولی کے نام والا تھا۔[1] یہ اُس وقت جب (حرف) "خاء" معدوم ہوا اور آسمان میں "الف" لکھا گیا، جب منٰی کی

---

[1] جب حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کھڑے ہوئے۔

في الجوزاء. فإذا استوىٰ الفُلك علىٰ الجودي ﴿وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[١]، وقُتِل السفياني وكان[٢] من الفاسقين، ونادىٰ الأبُ ابنَه وقيل[٣]: ﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ .. إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾.[٤]

وصل

أشار بذلك إلىٰ الورث النبويّ والمقام البرزخيّ، ورفع الحجاب الإلهي في قتل السفياني، وتحصيل المركب الإحساسي علىٰ الجودي الإنبائي.

فصل

ولمّا قال: وكانت علامة أيمن الخدّ، الخال المكرّم الأسود.

وصل

أشار إلىٰ الحجر الأسود الحالك، وكونه يمين الواحد المالك. فمن ثبتتْ له تلك العلامة؛ فقد صحّت له الإمامة.

فصل

ولّما كانت المبايَعة لهذا الإمام بين الركن والمقام، وليس وراءها مرمًىٰ لرام.

---

[١] [هود: ٤٤]

[٢] ج، و: وصار.

[٣] ج، و: + له.

[٤] [هود: ٤٦]

وادی چلنے لگی[1]، اور انسان پانی میں ظاہر ہوا[2]، اس وقت سورج (برج) جوزاء میں ہو گا۔ سو جب کشتی جودی پر جا ٹھہری ﴿اور کہا گیا ظالموں کی قوم دور ہوئی﴾ (ھود: ۴۴) سفیانی قتل ہوا اور وہ فاسقوں[3] میں سے تھا، اور باپ نے اپنے بیٹے کو پکارا تو کہا گیا: ﴿وہ تیرے اہل میں سے نہیں... اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہل مت بن﴾ (ھود: ۴۶)

وصل

اِس (بات) سے اُس نے وراثتِ نبوی اور مقام برزخی کی جانب اشارہ کیا، اور سفیانی کے قتل میں حجاب الٰہی کے اٹھنے کا بتایا، اور اِس احساس والی کشتی کو خبر دینے والے جُودی تک پہنچایا۔

فصل

اور جب اُس نے کہا: دائیں گال کی علامت خوبصورت سیاہ تل ہے۔

وصل

یہ شدید سیاہ پتھر (حجر اسود) کی طرف اشارہ ہے، اور یہ اُس بادشاہِ واحد کا دائیاں ہاتھ ہے۔ سو جس میں یہ علامت ثابت ہوئی تو اس کی امامت بھی درست ہے۔

---

[1] یعنی عیسی علیہ السلام کی بیعت کے لیے منی کی وادی سے لوگ آئے۔

[2] یہ اس حدیث کی جانب اشارہ ہے کہ مسیح دجال کے پاس آگ اور پانی ہو گا۔ سو جو لوگوں کو پانی دکھائی دے گا وہ آگ ہو گی اور جو آگ دکھائی دے گی وہ پانی ہو گا۔ اور جو اس کا ادراک کر لے گا اور جب مسیح دجال اسے آگ میں ڈالے گا تو وہ پانی میں جائے گا۔

[3] فاسق وہ ہوتا ہے جو رب کے حکم سے نکل جائے۔ فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے ابلیس کے بارے میں کہا: ﴿وہ جن تھا لیکن اپنے رب کے حکم سے نکل گیا﴾ (الکہف: ۵۰)

وصل

كذلك إذا كان واقفا بين مقام الخلّة[١]، ورُكْنِ مَن رام بأضيافه سدّ الخلّة، الذي قال فيه صلى الله عليه وسلم في صحيح الخبر: «يرحم الله أخي لوطًا لقد كان يأوي إلى ركن شديد» خطابًا لجميع البشر، هنالك يُوصف بـ ﴿عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ﴾[٢]، وتُعقد له مبايعةُ التعيين، في الحرم المنيع والبيت الرفيع.

فصل

ولمّا كان فتحُ المدينة التي هَيَّأتُها هكذا[٣] بالتكبير والتهليل، وفي مَقْدَم العَسْكر جبريل، وقد[٤] عطف اللواء المشرِق نحو بلاد المشرق، ورياح الغرب تزعجه، وبشائر الفتح تلهجه[٥]، والملائكة حافّون، وعليه مُلتفّون، وأمامه مصطفّون.

ولمّا كان فتح المدينة التي هيّأتها هكذا

---
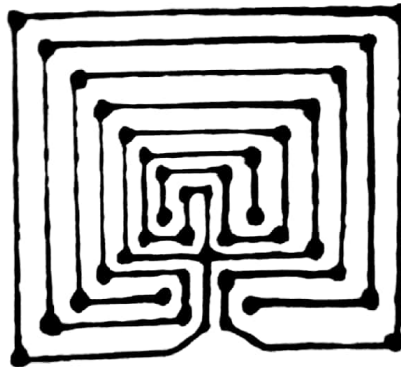
[١] يقصد به مقام سيّدنا إبراهيم الخليل.

[٢] [التكوير: ٢٠، ٢١]

[٣] أي وفق الشكل المرفق. وجاء هذا الشكل على صورة دائرة في ش. وتركت النسخة م، و، ر فراغا للرسم، في حين لم يرد في ج.

[٤] ر، ش: وهو.

[٥] و: تلمحه.

فصل

چونکہ اِس امام کی بیعت رکن (یمانی) اور مقام (ابراہیم) کے درمیان ہے، تو خواہش کرنے والے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خواہش نہیں۔

وصل

اِسی طرح جب وہ مقام خلت اور اُس کے رُکن کے درمیان کھڑا ہو جو اپنے مہمانوں کی تلاش میں رہتا ہے تو وہ ضرورت پوری کرتا ہے، جس کے بارے میں نبی ﷺ نے ایک صحیح خبر میں فرمایا: "اللہ میرے بھائی لوط پر رحم کرے کہ وہ مضبوط سہارے کی پناہ چاہتے تھے" یہ بات سب لوگوں کے لیے ہے، تو وہاں اُسے یہ صفت دی جاتی ہے ﴿عرش والے کے ہاں مکین اطاعت گزار اور امین﴾ (التکویر: ۲۰) تو حرمت والے حرم اور رفعت والے گھر میں اُس کی تعیین والی بیعت ہوتی ہے۔

فصل

چونکہ اُس شہر کا فتح ہونا تکبیر اور تہلیل سے ہے جس کی ہیئت کچھ اس طرح سے ہے، اس لشکر کے آگے جبریل ہوں گے، اور روشن پرچم مشرقی علاقوں کی طرف لوٹا، غربی ہوا نے اُسے پریشان کیا، اور فتح کی بشارتوں نے اپنی جانب کھینچا، فرشتے اس (انسان کامل) کے اردگرد جمع ہوئے، اسی کی جانب ملتفت ہوئے اور اُسی کے سامنے کھڑے ہوئے۔
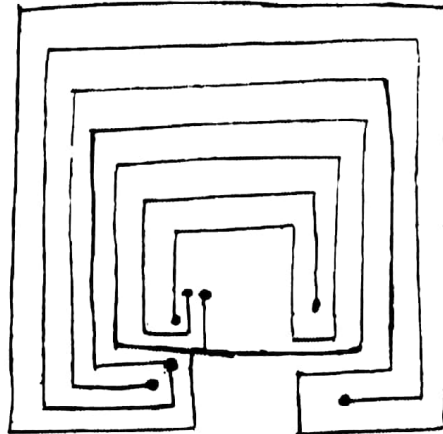
* مختلف مخطوطات میں یہ شکل مختلف آئی ہے۔ یہ شکل مخطوط اورہان-۶۰۶ کی ہے۔

وصل

كذلك إذا فتح العارفُ مدينَته الكبرىٰ بالمجاهدة والمعاناة والمكابدة[1]، وارتقىٰ إلىٰ فتح مدينة الرسول، ففتحها بالتهليل؛ وذلك بتنزّل الروح الأمين مِن ربّه علىٰ قلبه، بسرائر غيبه[2]، والملائكة من بين يديه ومن خلفه رصدا؛ فحينئذ يرجع من حيث[3] جاء مسرورا، وقد ترك البلاد بُورا. فتحقّق وتخلّق، والله الموفّق.

فصل

ولمّا قال: فإذا أخذ في هذا الرحيل؛ فاطْوِ بساطك أيّها الخليل، وسِر معه بما معك من كثير وقليل. فإن لم يكن عندك قوّة مال، ولا طاقة لك بحمل[4] العيال، فسِر إلىٰ معدن الإمامة؛ يحثو لك من المال ما استطعتَ أن تحمله، وذلك أيضًا له علامة، مع جِلىٰ الجبهة وقِنىٰ الأنف[5]، وسيرته في المُلك بين اللِّين والعنف. فاصحبٌ ذلك الركب المحفوظ، المصان الملحوظ، فإنّه لا خير فيما يَبقىٰ بعده، ولكنّ الخير أمامه وعنده.

وصل

كذلك العارف إذا نزل روحُ قدسِه إلىٰ فتح مدائن نفسه، ورجع إلىٰ حضرة أُنسه؛ لزِم الجوارح أن يرجعون[6] وراءه، ويلازمون[7] تلقاءه؛ فإن افتقروا استمدّوه،

---

[1] ر: بالمجاهدة والمعاندة.

[2] ر: عينه، وحروفها المعجمة مهملة في ب.

[3] ر، ش: – حيث.

[4] ر: يحمل.

[5] قَنِيَ الأنفُ قَنًا: ارتفع وَسَطُ قَصَبَتِهِ وضاق منخراه.

[6] ب، ر، و: يرجعوا. هـ: ينزلوا.

[7] ش، هـ: ويلازموا.

وصل

اِسی طرح جب عارف نے مشقت، سختی اور مجاہدے سے اپنے بڑے شہر کو فتح کیا، اور پھر "پیامبر کے شہر" (یعنی قلب) کو فتح کرنے کی جانب چلا تو اِسے تہلیل سے فتح کیا؛ وہ اِس طرح کہ اُس کے رب کی طرف سے ایک امانت دار روح غیب کے اسرار لے کر اُس کے قلب پر اتری، فرشتے آگے اور پیچھے سے اس کی نگرانی کر رہے تھے؛ پھر وہ جہاں سے آیا وہیں مسرور لوٹا، کہ وہ بنجر شہر چھوڑ آیا۔ تحقیق کر اور متخلّق ہو، اور اللہ ہی توفیق دیتا ہے۔

فصل

اور جب اُس نے کہا: اور جب اِس سفر میں جانا ہو؛ تو اے دوست! اپنی بساط سمیٹ، اور اس (امام) کے ساتھ وہ سب لے کر چل جو تیرے پاس تھوڑا یا زیادہ ہے۔ اگر تیرے پاس مال کی کمی ہے، اور نہ ہی تو عیال کو لے کر چل سکتا ہے، تو پھر "امامت کے مصدر" کے پاس جا؛ وہ تجھے اتنا مال دے گا جتنا تو اٹھا سکے، اور یہ بھی اُس کی ایک نشانی ہے، جبکہ دیگر نشانیوں میں روشن جبین، اٹھی ناک، اور مملکت کے معاملات میں نرمی اور سختی کے درمیان چلنا ہے۔ لہذا اس محفوظ، مامون اور ملحوظ قافلے کے ساتھ رہ، کہ اِس کے بعد کسی شے میں خیر نہیں، بلکہ خیر اُس کے پاس اور اُس کے ساتھ ہے۔

وصل

اِسی طرح جب عارف کی پاک روح اُس کے نفس کے شہروں کو فتح کرنے کے لیے نکلی، اور اپنی حاضرتِ انس (یعنی قلب) کی جانب لوٹی؛ تو اعضا پر لازم ہے کہ وہ اِس کی پیروی کریں اور اِس کا حکم مانیں؛ اگر محتاج ہیں تو اِس سے مدد طلب کریں، اور اگر مشکلات کا سامنا ہو تو اسی کی جانب لوٹیں۔

وإن غِير عليهم استعدوه.

فصل

وبعد انقضاء هذه الدول، يخرج الأعور وفي رجله قَزَل، فيميت بإذن الله فتنة، ويحيي بإذن الله ما أمات، ويُنزل الله له[١] الغيث ويخرج له النبات، وتأتي إليه الأموال، وتنعقد عليه الآمال، إلّا من آمن[٢] وتحصّن وتصبّر، وأكل من الحشيش الجِزَر، حتى يأتي الأمرُ الألد، فيقتله[٣] بباب لُدّ، ويظهر دمه في الحربة، ويسرع إلى الانحصار بالأوبة.

ويخرج من وراء السدّ بأكثر عَدد وأقوى عُدد، فيدعو عيسى بن مريم – صلى الله عليه وسلم – على أولئك الأمم، بعد ما لم يَتركوا بالأرض ديّارا، وأَرسلوا السهام في الجوّ ليقتلوا مَن في السماء، فيردّها سبحانه عليهم مخضوبة بالدماء، فيسلّط الله عليهم في ليلة[٤] داء النغف[٥] في أعناقهم فيموتون في ليلة إلى آخرهم. ثمّ تخصب الأرض، ويكثر الزرع، وتعظم[٦] الثمرة، وتُظِلُّ الرهطَ الكثيرَ الشجرةُ، وتحيا الشريعة المحمديّة، وتظهر الحقيقة الأحديّة إلى أمدٍ معلوم وقدرٍ محتوم[٧]. وتنفخ دابّة، وتطلع شمس، ولا يُقبل عند ذلك إيمانُ نفس. والله يعصمنا من غوائل الفِتن، ويصرف عنّا وجوه المحن.

---

[١] ر، س: – له.

[٢] ش: – آمن.

[٣] ر، ش: – فيقتله.

[٤] ر، ش: – في ليلة.

[٥] النغف: دود عقف يتسلخ عن الخنافس، وهو داء يصيب الجراد في أعناقه فيهلك.

[٦] ر، ش: وتعطيهم.

[٧] ج، ر، ش: مختوم.

فصل

ان تبدیلیوں کے بعد کانا اور لنگڑا (دجال) نکلے گا، وہ اللہ کی طرف سے آزمائش کے لیے مارے گا، اور جسے مارے گا پھر اُسے اللہ کے حکم سے زندگی بھی بخشے گا، اللہ اُس کے لیے بارش برسائے گا اور کھیتی اگائے گا، اُس کے پاس (اموال) آئیں گے اور وہ امیدوں کا مرکز بن جائے گا، سوائے اُس کے جو ایمان لایا، جس نے اپنی عزت بچائی اور صبر کیا، اور گاجر مولی کھا کر گزارا کیا، یہاں تک کہ وہ سخت معاملہ آن پہنچا، جب (مارنے والا) اِسے لُد کے مقام پر مارے گا، نیزے پر اِس کا خون سب کو دکھائے گا، اور پھر تیزی سے ایک جگہ (یعنی کوہ طور پر) چھپ جائے گا۔[1]

پھر دیوار کے پیچھے سے ایک کثیر فوج (یعنی یاجوج و ماجوج) مضبوط ترین جنگی آلات کے ساتھ نکلیں گے، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اِن قوموں کے حق میں بدعا کریں گے، بعد اِس کے کہ انہوں نے زمین پر کوئی شہر باقی نہ چھوڑا ہو گا، اور اپنے تیر آسمان کی جانب برسائے ہوں گے تاکہ آسمان والے بھی مر جائیں، پس اللہ اِن کے تیر انہی کی جانب خون آلود بھیجے گا، پھر ایک رات اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں ایسی بیماری ڈالے گا کہ اسی رات سب کے سب مر جائیں گے۔ پھر زمین زرخیز ہو گی، کھیتوں میں کثرت ہو گی، پھلوں میں برکت ہو گی، ایک درخت بڑی جماعت کو سایہ دے گا، شریعت محمدی کا احیا ہو گا اور حقیقت احدی ایک معلوم مدت اور پہلے سے طے شدہ وقت تک ظاہر ہو گی۔ پھر دابہ الارض نکالا جائے گا، سورج (مغرب سے) طلوع ہو گا، اور اُس وقت کسی نفس کا ایمان قبول نہ کیا جائے گا۔ اللہ فتنوں کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے، اور آزمائشوں کے رخ ہم سے موڑ دے۔

---

[1] یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب اشارہ ہے کہ وہ دجال کو لُدّ کے مقام پر قتل کریں گے اور پھر یاجوج ماجوج سے بچتے ہوئے کوہ طور پر چڑھ جائیں گے۔

نكتة تمام الإنباء في تعيين ختم الأولياء

وهو النسب الأعلىٰ الذي تقدّم ذِكره في نكتة الشرف؛ جهِل مَن جهِل، وعرف مَن عرف

ولمّا أشار مَن إشارته عِلم وطاعته غُنم، وهو الذي يلقي الأمور ويشرح الصدور، أن أُنبّه علىٰ تعيين هذه النكتة، وأن نأتي بها كالساعة بَغتة، وذلك لتوفير داعِيَة، من أُذن واعية؛ فلا بدّ مِن بسطها، وحلّ ما قوي مِن ربطها، وما ذكر الله تعالىٰ في كتابه في هذا الختم من الأسرار، وما ورد عن النبيّ عليه السلام فيه من الأخبار. وورد الأمر بأن أذكر من الكتاب العزيز مقاماته وآياته، ونلغِز إيضاح أسمائه وصفاته.

فاعلم أيّدك الله بِكَلِمِه، ووهبك معالم حِكَمِهِ، وأوضح لك سرّ قِدَمِه: أنّ الختم الذي يحمل لواء الولاية، ويكون المنتهىٰ للمقام والغاية؛ أنّه قد كان ختما لا يُعرف، وكان له أمر لا يردّ ولا يُصرف، في روحانيّة متجسّدة وفردانيّة متعدّدة. خَتَم أمرا جسيما فاستتر، وختم أمرا مقاميّا فظهر، وإن ظهر بعده وليّ، فليس له المقام العليّ؛ فإنّه من جملة أتباعه، وصحابته وأشياعه.

ألا ترىٰ الأمرَ الإلهي قد حكم، ونفذ تقديره وختم؛ فصيَّر مَن كان نبيّا، عندما بُعث نبيّنا صلىٰ الله عليه وسلم، وليّا[1]؛ بحسن الاستماع وحُكم الاتّباع، والتحق بالأمّة، وكان من بعض أكوار[2] العمّة[3]. كذلك جرىٰ الحُكم في هذا الوليّ، الآتي بعد الختم العليّ. فليس الختم بالزمان، وإنما هو باستيفاء مقام العيان. وإن كان لا بدّ أن

---

[1] المقصود هنا هو النبي عيسىٰ عليه السلام.

[2] ج، و: أطوار.

[3] ش (في الحاشية): العمة = العمامة.

ختم الاولیا کی تعیین میں کامل ترین خبر

یہی وہ اعلی نسب ہے جس کا ذکر نکتہ شرف میں ہو گزرا؛ جس نے اِسے نہ جانا اُس نے نہ جانا اور جس نے جانا اُسی نے جانا۔

جب اُس نے اشارہ کیا۔ جس کا اشارہ علم اور جس کی طاعت غنیمت ہے، وہی تو ہے جو معاملات القا کرتا اور سینوں کو کشادگی بخشتا ہے۔ کہ میں اِس نکتے کی تعیین پر بات کروں، اور اِسے ناگہاں ساعت کی طرح بیان کروں، وہ اِس لیے کہ سننے والا کان اسے سننے کو بے تاب ہوا؛ سو اِس کا بیان اور عقدہ کشائی لازم ہے، اور یہ کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اِس ختم کے کیا اسرار بیان کیے، اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اِس کے بارے میں کیا کچھ کہا۔ یہ حکم آیا کہ میں کتابِ عزیز میں اِس کے مقامات اور آیات کا بھی تذکرہ کروں، اور اِس کے واضح اسما اور صفات کو لُغز میں چھپاؤں۔

اللہ اپنے کلمات سے تیری تائید کرے، اپنی حکمت کے معالم تجھے وہب کرے اور اپنے قِدم کا راز تجھ پر کھولے، یہ جان کہ ولایت کا علمدار ختم جو مقام اور غایت کی منتہا ہے؛ وہ ایک غیر معروف ختم ہے، اور اُس کا حکم لوٹایا اور اُلٹایا نہیں جاتا، وہ ایک متجسّد روحانیت اور متعدّد فردانیت میں (قید) ہے۔ اُس نے ایک عظیم معاملے کو ختم کیا تو چھپ گیا، اور ایک مقامی معاملے کو ختم کیا تو ظاہر ہوا، اگرچہ اِس کے بعد بھی ولی ہے لیکن اُس ولی کے لیے یہ عالی مقام نہیں؛ کیونکہ یہ سب اُس کے پیروکار، اصحاب اور ساتھی ہیں۔

کیا تو نے فیصلہ شدہ امر الٰہی پر غور نہیں کیا، کہ اُس نے اپنی تقدیر کو نافذ کیا اور مہر لگائی؛ کہ پہلے جو نبی تھا، ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کے بعد اب وہ بہترین ساعت اور اتباع کے حکم سے ولی ہے[1]، اب وہ امت (محمدیہ) سے جا ملا، اور اِس عمامے کا ایک چکر ہوا۔ اِسی طرح اِس عالی ختم کے بعد آنے والے ولی کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ ختم زمانے سے نہیں، بلکہ وہ تو صاحب مقام کے

[1] یہ حضرت عیسی عَلَیْہِ السَّلَام کی جانب اشارہ ہے۔

يقارِن حركةَ فلكٍ هي زمانه، ووقته وأوانه؛ فيُنسب إلى الزمان من هذا الجانب، وهكذا أمرُه في سائر المراتب.[١]

[١] س: بلغ المقابلة.

ظہور سے ہے۔ اگرچہ یہ بھی لازم ہے کہ وہ حرکت فلک کے تحت کسی دور، وقت اور زمانے میں ہو، اور اِس حیثیت میں زمانے سے منسوب ہو، تمام مراتب میں اُس کا معاملہ اسی طرح سے ہے۔

إفصاح الكتاب العزيز بمقاماته، والإعلام بأحواله وآياته

واعلم أنّ الله تعالىٰ ذكر هذا الختم المكرَّم، والإمام المتبوع المعظَّم، حامل لواء الولاية وخاتمها، وإمام الجماعة وحاكمها. وأنبأ به سبحانه في مواضع كثيرة من كتابه العزيز، تنبيها عليه وعلىٰ مرتبته ليقع[1] التمييز. فإنّ الإمام المهدي، المنسوب إلىٰ بيت النبيّ، لمّا كان إمامًا متبوعًا وآمِرًا مسموعا، ربما اشتبهتْ علىٰ الدخيل صفاتهما، واختلطتْ عليه آياتهما. وأمّا عيسىٰ عليه السلام فلا يقع في آياته اشتراك، فإنّه نبيّ بلا ريب ولا ارتباك.

ولمّا كان الختمُ والمهديُّ كلّ واحد منهما وليٌّ، ربما وقع اللّبس وحصل التعصّب لدواعي النفس، فلهذا الأمر الكُبَّار، ما نُبِّه عليه لأهل البصائر والأبصار. وأمّا العوام، فليس لنا معهم كلام، ولا له بساحتهم إلمام؛ فإنّهم تابعون لعلمائهم، مقتدون بأمرائهم. والأمراء والعلماء يعرفونه، ويقتفون أثره ويتبعونه، حتىٰ أنّ عيسىٰ عليه السلام ليدركه، فيشهد له بين الأنام: أنّه الإمام الأعظم والختام، لمقام الأولياء الكرام، وكفىٰ بعيسىٰ عليه السلام شهيدا. وإنّ وراءكم له عقبة كئودا، لا يقطعها إلّا مَن ضمَّرَ بطنَه، وسَهَّل حَزْنَه[2]. فموضع نبَّه عليه سبحانه أنّه سيُظهَر علىٰ أوليائه ويُنصَر علىٰ أعدائه، وذلك فاعلم.[3]

---

[1] ر، ش: + له.

[2] الحَزن: الوعر.

[3] أي فاعلم قوله تعالىٰ: ﴿وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾ [البقرة: ٨٧]

کتاب عزیز میں اس کے مقامات کا بیان، اس کے احوال اور آیات سے آگاہی

یہ جان کہ اللہ تعالی نے بھی اِس مکرّم ختم اور متبوع معظّم امام کا ذکر کیا ہے، یہ ولایت کا علمدار اور خاتم ہے، جماعت کا امام اور حاکم ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی کتابِ عزیز میں متعدّد مقامات پر اِس کے بارے میں بتایا، اُس کی اور اُس کے مرتبے کی آگاہی بخشی تاکہ تمیز واقع ہو۔ بیشک نبی کے گھرانے سے منسوب امام مہدی متبوع امام اور مسموع آمر ہیں، ہو سکتا ہے کوئی انجان اوصاف سے اِن دونوں میں فرق نہ کر پائے، اور اُس پر ان دونوں کی نشانیاں گڈ مڈ ہو جائیں۔ جہاں تک عیسی علیہ السلام کی بات ہے تو آپ کی نشانیوں میں اشتراک نہیں، کیونکہ آپ بلاشک وشبہ نبی ہیں۔

چونکہ ختم اور مہدی دونوں ہی ولی ہیں، تو ہو سکتا ہے کہ معاملہ التباس کا شکار ہو اور نفوس کی اغراض میں تعصب آشکار ہو، اِس عظیم امر کی جانب اہل بصیرت واَبصار نے بھی رہنمائی نہ کی۔ جہاں تک عوام کی بات ہے، تو میں اُن سے مخاطب نہیں نہ اس (ختم) کا ان سے سروکار ہے؛ کیونکہ وہ اپنے علما کے تابع اور اپنے امرا کے پیروکار ہیں۔ امرا اور علما تو اِسے جانتے ہیں، اِس کے اثر کی پیروی اور اس کی اتباع کرتے ہیں، حتی کہ جب عیسی علیہ السلام اُسے پائیں گے تو بھری محفل میں اُس کی گواہی دیں گے[1]؛ کہ وہ امام اعظم اور اولیائے کرام کے مقام کا ختم ہے، اور عیسی علیہ السلام کی گواہی کافی ہے۔ بیشک تمہارے سامنے ایسی گھاٹی ہے جس پر چڑھنا دشوار ہے، اُسے وہی پار کر سکتا ہے جو اپنا پیٹ کم رکھے، وہ جس پر غم دشوار نہیں۔ ایک جگہ پر (اللہ) سبحانہ نے آگاہی بخشی کہ وہ اولیا اللہ پر ظاہر کیا جائے گا اور اُس کے اعدا پر اِس کی نصرت کی جائے گی، وہ جگہ یہ ہے، اسے جان۔[2]

---

[1] یہ گواہی ویسے ہی ہے جیسے آپ نے اپنے بارے میں گواہی دی: ﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم:۳۳)

[2] ﴿اور ہم نے عیسی ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطا کیں اور روح القدس سے ان کی مدد کی﴾ (البقرة:۸۷)

وهذا فصلٌ يحتوي على مولده ونسبه، ومسكنه وقبيلته، وما يكون مِن أمره إلى حين موته، واسمه وأسماء[1] أبويه ممّا[2] تضمّنه نصّ القرآن الصحيح، والخبر الواضح الصريح

فأمّا القرآن فتضمّن ذِكْرَه وذِكْرَ أخيه[3]، وأمّا الخبر فضَمّ ذِكره دون أخيه، إلّا في موضع واحد وذَكَره مع متّبعيه. وتتبّعتُ مواضع التنبيهات عليه والتنصيص في القرآن، فوجدته كثيرا لكن على تقاسم البرهان، فمنها في "البقرة" موضعان، فيها علاماته، ومكانته وآياته.

وفي "آل عمران" أربعة مواضع: الاعتناء به قبل وجود عينه، وتقدُّم شرفه قبل كَونه، وآثاره الحميدة، وأفعاله المشهودة[4]، وإلحاقه بالنقص والحطّ، والنقض والحلّ بعد الشدّ والربط،[5] ومسكنه الذي لا تغيّره الذاريات[6]، ولا تجهله التاليات. أوجبَ

---

[1] ج: واسم.

[2] ب: النص الذي يبدأ هنا ثابت في هامش الكتابة الرمزية التي أثبتنا صورتها في الصفحة التالية، وهو بخط الشيخ الأكبر، ويبدو أنه أضافه فيما بعد، وينتهي عند عبارة: "فانظروا ما أشار إليه ابن بطّال وصاحب كتاب المعلّم". وهذا النص لم يرد في النسخة هـ، وورد في متن كل من ر، ش كبديل عن الكتابة الرمزية.

م: من هنا يبدأ النقص في النسخة بمقدار أربعة صفحات.

[3] ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّـهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ [آل عمران: ٥٩] فالختم عيسى وأخيه آدم عليهما السلام.

[4] ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّـهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ [آل عمران: ٤٥]

[5] ﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ [آل عمران: ٥٠]

[6] ﴿إِذْ قَالَ اللَّـهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران: ٥٣]

یہ فصل ختم کی جائے پیدائش، نسب، مسکن اور قبیلے سے متعلق ہے اور موت تک اُس کا معاملہ کیا ہو گا، اُس کا اور اُس کے والدین کا نام جو قرآن کی صحیح نص اور واضح اور صریح احادیث میں آیا ہے

جہاں تک قرآن کی بات ہے تو اِس میں ختم اور اُس کے بھائی کا اکٹھے ذکر ہے [۱]، لیکن حدیث میں صرف اُس کا ذکر ہے اُس کے بھائی کا نہیں، سوائے ایک مقام کے جہاں (ختم) کا ذکر اُس کے پیروکاروں کے ساتھ ہے۔ میں نے قرآن میں اُن جگہوں پر غور کیا ہے جہاں اس کا ذکر اور آگاہی آئی تو یہ بہت سے مقامات ہیں، ان میں (سورۃ) البقرۃ کے دو مقامات جہاں اس ختم کی علامات، مرتبے اور نشانیوں کا ذکر ہے۔

(سورۃ) آل عمران میں چار مقامات: اِس کے وجود سے قبل اس پر مہربانی کا ذکر، اُس کی تکوین سے قبل اُس کے شرف کا ہونا، اس کے آثارِ حمیدہ، اس کے مشہود افعال [۲]، اس کا نقص اور حقارت سے جڑنا، اس کا ایک مربوط معاملے کو کھولنا اور منسوخ کرنا، [۳] اور اُس کی وہ جائے سکونت جو تیز ہوا کی پہنچ سے دور ہے [۴]، اور جس سے تلاوت کرنے والے انجان نہیں۔ اُس (ختم) کے خالق نے (ہم پر) اِس کی تصدیق واجب کی، اور اِسے شریعت کا حصہ بنایا۔

---

[۱] سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۹ جس میں حضرت عیسیٰ اور آپ کے بھائی آدم علیہما السلام کا اکٹھے ذکر ہے۔

[۲] سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۴۵۔

[۳] یعنی شریعت موسوی کو اپنی شریعت سے منسوخ کرنا۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۰۔

[۴] یعنی آپ کا آسمانوں میں اٹھایا جانا۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۳۔

التصديقَ به خالِقُه، وأودعه في الشرع فاتِقُه.[1]

[illegible]

[ومعناه[2] ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾[3] ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّـهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ. وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾[4]. ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ. وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّـهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ

[1] ش: فائقة، وناقصة في ب.

[2] الصفحة ذات الحروف الرمزية من ب فقط، في حين أشارت ج إلى وجود "حاشية رمزية".

[3] [البقرة: ٨٧]

[4] [آل عمران: ٤٥، ٤٦]

﴿اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطا کیں اور روح القدس سے ان کی مدد کی﴾ (البقرۃ:۸۷) ﴿جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم، وہ دنیا اور آخرت میں خوب رو اور مقربین میں سے ہو گا، وہ گہوارے اور بڑی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا﴾ (آل عمران: ۴۵-۴۶) ﴿اور اللہ نے اسے کتاب وحکمت تورات وانجیل کی تعلیم دی،

وَأُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّـهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ﴾[1] ﴿إِذْ قَالَ اللَّـهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾[2] ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّـهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾[3]]

وفي "النساء" أربعة مواضع، التحقَ في بعضها بصاحب النور[4]، وتنزَّه في ذاته عن قول الزور، ومناجاته مع إخوانه، وجولانه في ميدانه[5]. أفرده بالصدق في نُطقه، مناسبةً بينه وبين خلقه. جاء حرف تنبيه لا تبعيضه[6] فأبانه، وأظهر للعقول السليمة منزلته ومكانه، ثمّ ذكره بما دلّ عليه أبو يزيد في مناجاته بسماء التوحيد، وشاركه في واضح[7] الأسماء، صاحبُ سورة الإسراء.[8]

وفي "المائدة" في ثمانية مواضع: عِلمُه الرَّاسخ، ومنصبُه الشامخ، ونورُه الأوضح، وسرّه الأنصح[9]، ونصحه وتحريضه[10]، وتخصيصه وتحضيضه، لاطَهُ[11]

---

[1] [آل عمران: ٤٨، ٤٩]

[2] [آل عمران: ٥٥]

[3] [آل عمران: ٥٩] هنا انتهت ترجمة رموز هذه الصفحة.

[4] ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا﴾ [النساء:١٦٣]

[5] ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّـهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ [النساء: ١٧١]

[6] ش: لا تنقيضه. ر: حروفها المعجمة مهملة. ومطموسة في ب. والصفحات مفقودة في م، ن.

[7] ج، س: أوضح.

[8] ﴿لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّـهِ﴾ [النساء: ١٧٢] والاسم المراد هنا: عبد الله.

[9] في ر، و، ش: يمكن قرأتها أنصح وأفصح، وأفضح. ر، س: أفصح.

[10] ب، ش: وتحريفه. و: وتخويفه.

[11] لاطه: ألصقه. ش (معدلة): لإحاطته.

اور بنی اسرائیل کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں، میں تمہارے لیے مٹی کی مورت بنا کر پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، میں کوڑھی اور اندھے کو ٹھیک کرتا ہوں، اور اللہ کے حکم سے مردہ میں جان ڈالتا ہوں، میں تمہیں وہ بھی بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو﴾ (آل عمران: ۴۸-۴۹) ﴿جب اللہ نے کہا: اے عیسی! میں تیرا قیام یہاں پورا کروں گا اور تجھے اپنی جانب اٹھا لوں گا، پھر تجھے ان کافروں کی کہی باتوں سے پاک کروں گا، اور تیری اتباع کرنے والوں کو روز قیامت کافروں پر غلبہ دوں گا﴾ (آل عمران: ۵۵) ﴿بیشک اللہ کے سامنے عیسی کی مثال آدم کی سی ہے، اسے مٹی سے تخلیق کیا اور پھر کہا ہو جا تو وہ ہو گیا﴾ (آل عمران: ۵۹) (رمزی عبارت ختم ہوئی)

سورۃ النساء میں چار مقامات ہیں، ان میں سے ایک میں آپ صاحبِ نور (یعنی رسولِ ظہور ﷺ) سے جا ملے،[1] اور اپنی ذات میں جھوٹی بات سے منزہ ہوئے، اپنے بھائیوں کے ساتھ آپ کی مناجات، اور آپ کے میدان میں آپ کی چال[2]۔ آپ کو بولنے میں سچائی سے ممیز کیا جو آپ کی اور آپ کی تخلیق کے مابین مناسبت ہے، پھر حرفِ تنبیہ لایا نہ کہ تبعیض، پس اِسے آشکار کیا، عقول سلیمہ پر آپ کی منزلت اور مقام کا اظہار کیا، پھر آپ کا ذکر ایسے کیا جس جانب ابو یزید نے آسمانِ توحید میں اپنی مناجات سے دلالت کی، اور آپ کو واضح ترین اسم میں صاحب سورۃ الاسراء کا شریک بنایا۔[3]

سورۃ المائدہ میں آٹھ مقامات ہیں: آپ کا راسخ علم، آپ کا عالی منصب، آپ کا واضح نور، آپ کا آشکار راز، آپ کی نصیحت اور اکسانا، آپ کی خصوصیت اور ترغیب، آپ کا صریح نص سے عالم ادنی سے جڑا ہونا، تاکہ آپ کے علم کی تکمیل اور فہم کی تہذیب ہو۔ حق نے اپنے بندوں سے آپ کی زبانی کلام کیا، جیسا کہ اُس نے اپنے انبیا اور رسولوں کے ساتھ کیا، آپ کا ذکر آنکھ سے

---

[1] سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۳۔

[2] سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۱۔

[3] سورۃ النساء کی آیت ۱۷۲۔ اور آپ کے اسم سے مراد عبد اللہ ہے۔

بالعالم الأنقص بصَريح[١] النص، لتكميل عِلمه وتنقيح فهمه. خاطب الحقُّ عبادَه على مِقْوَلِه[٢]، كما فعل بأنبيائه ورسله، وذكره بالأفعال المغيّبة في العين، وردّه من عالم البقاء إلى عالم لبس الكون. طولب بحظّه الأعلى من المقامات العُلى، فأُلحق[٣] بالسفلى وبالعدول عن الطريقة المثلى.

اتّحد سِرُّه بربّه، تعشُّقا لانسلاخ زمان قُرْبِه، فأراد الرجوع على مدرجه[٤]، والسلوك على منهجه؛ فنودي في الأعيان، في عرصات الكيان، بلسان الشرك، والبراءة[٥] من الإفك، فوَحَّدَ[٦] واستشهد، وسجد للواحد الأحد.

وفي "الأنعام" موضِعٌ رتقه[٧] رتقًا لا يُفْتَق، وجعله خلقًا لا يخلق.[٨]

وفي "براءة" موضعٌ لمّا وقف على حقيقة شرف نفسه، ناطه بما يسّر من جنسه.

وفي "مريم" موضعان، تُوِّج[٩] فساد، وأخمد نار العناد.[١٠]

---

[١] و، ج: تصريح.

[٢] مِقْوَلِه: لسانه.

[٣] ر، ش: وألحق.

[٤] ر: مدرجته.

[٥] ر: أو البراءة، وغير واضحة في ب.

[٦] ش: فوجد.

[٧] ش: - رتقه.

[٨] ﴿وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [الأنعام: ٨٥]

[٩] حروفها المعجمة مهملة في كل من و، ر، ش. توج بمعنى ألبس التاج. فساد بمعنى صار من سادات القوم بأنه قال: ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّـهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾ [مريم: ٣٠]

[١٠] يعني هذه الآيات: ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا﴾ [مريم: ٣١-٣٣]

او جھل افعال سے کیا، اور آپ کو عالم بقاسے وجود کے وہمی عالم میں لوٹایا۔ جب آپ نے عالی مقامات سے اعلیٰ حصہ طلب کیا، تو آپ لوٹائے گئے اور اپنی شریعت سے ہٹ کر چلے۔

آپ کی روح عشق و شوق میں اپنے ربّ سے جا ملی، جب تک کہ قربت والا دور ختم نہ ہوا، سو آپ نے اپنی حالت کی طرف لوٹنا اور اپنے منہج پر چلنا چاہا، تو وجود کے آنگن میں اعیان میں زبان شرک، اور جھوٹ سے برأت سے پکارا گیا، پس آپ نے توحید کی گواہی دی اور واحد الاحد کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔

(سورۃ) الانعام میں آپ کی صلاح کی جا، ایسی صلاح جس میں اَبتری نہیں، اور آپ کو ایسی تخلیق بنایا جس میں بگاڑ نہیں۔[1]

(سورۃ) البراءۃ میں ایک مقام پر جب آپ کے نفس کے شرف کا بتایا، تو آپ کو آپ کے ہم جنسوں سے (مقام عبودیت میں) ملایا۔

(سورۃ) مریم میں دو مقامات، ایک میں آپ کو تاج نبوت پہنایا گیا اور سردار بنایا گیا جبکہ دوسرے مقام پر آپ نے اُن کے عناد کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔[2]

---

[1] سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۵۔

[2] سورۃ مریم کی آیت نمبر ۳۰، ۳۱، ۳۲۔

وفي "الأنبياء" موضعٌ زُكّيَ فتزكّى، ونودي فلم يتلكّأ.[1]

وفي "المؤمنين" تشامّ[2] فربع[3]، وأخصب ورتع.[4]

وفي "الصافات" عرّض بأخيه مع جملة بنيه.[5]

وفي "الشورى" موضعٌ مهّد له السبيل، وعرف أسباب التنزيل.[6]

وفي "الزخرف" موضعٌ نبّه على مقامه تنبيهًا لا يُرَد، ببرهان لا يُصَد.[7]

وفي "الحديد" موضعٌ أُلحِق تاليا[8]، ولم يصحّ أن يكون متلوًّا،[9] فكان صدّيقا وليّا. فإنّ النبيّ هو المتلوّ لا التالي، والوليّ المولّى عليه ليس الوالي.

---

[1] ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ [الأنبياء: ٢٦-٢٧]

[2] تشام: انتسب إلى الشام. وحروفها المعجمة مهملة في كل من ج، ر، ش، وغير واضحة في ب.

[3] ج، س: فرجع. و: فرفع.

[4] ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾ [المؤمنون: ٥٠]

[5] يعني ذكر إبراهيم عليه السلام وبنيه.

[6] ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ [الشورى: ١٣]

[7] ﴿وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾ [الزخرف: ٦٣]

[8] ر: بالياء. ش: بالباء. ﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ﴾ [الحديد: ٢٧]

[9] ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ﴾ [الأنبياء: ٢٦-٢٧]

(سورۃ) انبیا میں وہ مقام جہاں آپ کو پاک کیا گیا اور آپ پاک ہوئے، اور جب پکارا تو آپ نے (حکم بجالانے میں) دیر نہ کی۔[1]

(سورۃ) المومنین میں آپ کے شام میں ٹھہرنے، اور (اس سرزمین) کی زرخیزی اور کھیتی کی کثرت کا ذکر ہے۔[2]

(سورۃ) الصافات میں آپ کے بھائی اور اُن کے بیٹوں کا ذکر ہے۔[3]

(سورۃ) الشوریٰ میں وہ مقام جہاں اُس نے آپ کے لیے راستہ ہموار کیا اور نزول (آیات) کی وجوہات بتائیں۔[4]

(سورۃ) الزخرف میں وہ جا جو آپ کے مقام کی ایسی آگاہی بخشتی ہے جو رد نہیں ہوتی، اور جو برہان سے بھی بند نہیں ہوتی۔[5]

(سورۃ) الحدید میں وہ جا جہاں آپ کو اتباع کرنے والا کہا گیا[6]، اور ایک حیثیت میں آپ کی اتباع نہیں؛ کہ آپ صدیق ولی بھی ہیں۔ بیشک نبی متبوع ہوتا ہے نہ کہ تابع، اور ولی تابع ہوتا ہے نہ کہ والی۔

(سورۃ) الصف میں دو مقامات: ایک میں آپ کا ذکر آیا تو آپ نے کچھ کہا، اور ان (یعنی کافروں) کے دین کا رد کیا تو ان کا استحکام نہ رہا۔[7]

(سورۃ) التحریم میں آپ کی حرمت، بلند مقام اور سلامتی کا ذکر ہے۔[8]

---

[1] سورۃ الانبیا کی آیت نمبر ۲۶-۲۷۔

[2] سورۃ المومنین کی آیت نمبر ۵۰۔

[3] سورۃ الصافات میں حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹوں کا ذکر ہے۔

[4] سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۳۔

[5] سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۶۳۔

[6] سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۷۔

[7] سورۃ الصف کی آیت نمبر ۶ اور ۱۴۔

[8] سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۱۲۔

وفي "الصفّ" موضعان: قيل عنه فقال[١]، وردّ دينه[٢] فزال المِطال.[٣]

وفي "التحريم" حرّم، وأقرّ له بالمقام وسلّم.[٤]

وأمّا الخبر الصحيح في مثل البخاري ومسلم، فانظروا ما أشار إليه ابن بطّال وصاحب كتاب المعلّم.

فسمّاه الله سبحانه [illegible][٥]، وسمّاه الله سبحانه في موضع آخر من كتابه العزيز على [illegible][٦] فقال [illegible][٧] ثم ذكره صلى الله عليه وسلم على ما رواه مسلم في مسنده والبخاري والترمذي رضي الله عنهم [illegible][٨] على نبيّنا محمد [illegible] فقال: [illegible]

---

[١] ﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّـهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [الصف: ٦]

[٢] ج: رد دينة. ر: رد دنية.

[٣] ﴿كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّـهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّـهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ﴾ [الصف: ١٤]

[٤] ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ﴾ [التحريم: ١٢]

[٥] أي "بالمسيح وعيسى"

[٦] أي " على لسانه صلى الله عليه وسلم"

[٧] أي "إِنِّي عَبْدُ اللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا. وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ" [مريم: ٣٠، ٣١]

[٨] أي "إنه صلّى الله"

جہاں تک بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کی بات ہے، تو ابن بطال اور صاحبِ کتاب المعلم کے اشارات پر غور کرو۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو [illegible][1] کے نام سے موسوم کیا، اور اِسی طرح (اللہ) سبحانہ نے اپنی کتاب عزیز میں ایک دوسرے مقام پر [illegible] کہا: فرمایا: [illegible][2] [illegible][3] پھر آپ ﷺ

---

[1] یعنی "مسیح اور عیسیٰ"

[2] یعنی "آپ ﷺ کی زبانی"

[3] یعنی ﴿بیشک میں عبد اللہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا، اور میں جہاں بھی رہوں مجھے برکت والا بنایا﴾ (مریم: ۳۰-۳۱)

[illegible][1] ثم [illegible][2] صلى الله عليه وسلم فقال [illegible][3]، وقال [illegible][4] إلى[5] غير ذلك من الآيات البيّنات.

وأمّا النبيّ محمد صلى الله عليه وسلم، فإنّه اجتمع به في الأرض التي خلق منها آدم، وفي هذه[6] الأرض من العجائب ما يَعظم سَماعُهُ، ويَكبر استبشاعُهُ، وقد ذكرتُ هذه الأرض وما فيها من العجائب، وما تحويه من الغرائب، في كتاب أفردته لها سمّيته بكتاب: "الإعلام بما خلق الله من العجائب في الأرض التي خُلقت من بقيّة طينة آدم عليه السلام".

واعلموا أنّ زمانه أربع من صورة العقود الأول، على حسب ما خُطّ[7] له في الأزل. فكان العام الأوّل كشهر، والعام الثاني كجمعة، والعام الثالث كيَوْم، والعام الرابع كساعة، وما بقي من الأعوام كخطرات الأماني والأوهام، وأنّه زائلٌ عن مرتبته بختمِه، وظاهرٌ بعِلم غيرِه لا بعلمه، وجارٍ في حُكمه[8] على خلاف حُكمه، ولولا ظهورُه بهذا العِلم، وحُكمه بهذا الحُكم، ما صحّ له مقام الختم، ولا ختمتْ به ولاية، ولا كَمُلَتْ به هداية.

---

[1] أي "ينزل فيكم عيسى ابن مريم حكما مقسطا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير"

[2] أي "نعته"

[3] أي "ووصفه"

[4] أي "فيه وشعره يقطر ماء كأنما خرج من دياس" هنا انتهت ترجمة رموز هذه الصفحة التي وردت في ب فقط في الصفحة التالية لصفحة الرموز الأولى.

[5] من هنا استأنفت النسخة م بعد توقفها بداية هذا الفصل.

[6] م: هذا.

[7] ج: خطه.

[8] و: حلمه. س: فلكه.

نے مسلم، بخاری اور ترمذی رضی اللہ عنہم کی روایت کے مطابق آپ کا ذکر کیا، [illegible] [1] ہمارے نبی محمد [illegible] [2] آپؐ نے فرمایا: [illegible] [3] پھر آپ ﷺ نے [illegible] [4] فرمایا: [illegible] [5] یا اِس طرح کی دیگر روشن نشانیاں۔

جہاں تک (ہمارے) نبی محمد ﷺ کی بات ہے تو آپؐ نے اُس سر زمین میں اِن سے ملاقات کی جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اور اِس زمین کے عجائب حیرت اور استعجاب کا باعث ہیں، میں نے اِس زمین کے عجائب، اور اِس میں متضمن غرائب کا ذکر اِس سے مخصوص ایک کتاب میں کیا ہے، جس کا نام "الإعلام بما خلق الله من العجائب في الأرض التي خُلقت من بقيّة طينة آدم علیہ السلام" رکھا ہے۔

اور جان لو کہ اُن کا دور زمانے کی اُن اولین چار صورتوں پر ہے جو ازل میں آپ کے لیے لکھی گئیں۔ پہلا سال ایک مہینے کے برابر ہو گا، دوسرا سال ایک ہفتے کے برابر، تیسرا سال ایک دن کے برابر اور چوتھا سال ایک گھنٹے جتنا، اور باقی ماندہ سال تمناؤں اور اوہام کے مانند ہوں گے، آپ مرتبہ ختمیت کی وجہ سے اپنے اصلی مرتبے سے معزول ہو کر اپنے غیر کے علم سے ظاہر ہوں گے نہ کہ اپنے علم سے، آپ اُسی کے حکم پر چلیں گے نہ کہ اپنے حکم پر [6]، اگر اِس علم سے آپ کا ظہور

---

[1] یعنی "اور درود ہوں"

[2] یعنی "پر کہ"

[3] "تم میں عیسی ابن مریم منصف حاکم کے طور پر اُتریں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔"

[4] آپ کی تعریف اور صفت بیان کرتے ہوئے۔

[5] اور آپ کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہو گا گویا کہ آپ ابھی حمام سے نکلیں ہیں۔

[6] یعنی اُس وقت آپ کا ظہور بحیثیت ختم الاولیا ہو گا نہ کہ بحیثیت نبی، اور آپ رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے ظاہر ہوں گے نہ کہ اپنی شریعت سے۔

وإنّ له حشرين، ولِصُبْحِه فجرين، ولِوجهه نورَين[١]، وفي حِفظه عِلمين[٢]، وله عالمَين يشركهما في حُكم، ويخصّ أحدهما بِحُكم، فهو صاحِب حُكمين.[٣]

وهو من العَجَم لا من العَرب، آدم اللون أصهب، أقرب إلى الطُّول منه إلى القِصَر، كأنّه البدر الأزهر، اسمه عبدُ اللّـهِ[٤] وهو اسم كلّ عبد لله.

وأمّا اسمه الذي يختصّ به، فلا يظهر فيه إعراب،[٥] وينصرف في صناعة الأعراب. أوّله عين اليقين، وآخره قيّوميّة التمكين. ونصف دائرة الفَلك، من جهة النصف الذي هلك، لا يُدّعَىٰ باسْم سِواه، ولا يُعرَفُ أباه. إن[٦] وقف قلتَ سَرْوَلة، وإن مشىٰ مشىٰ بين السعي والهرولة. مَرْضِيُّ القول مشكور الفعل، وهذا هو فاعلمه: [illegible][٧]

---

[١] أي نور الولاية ونور النبوة.

[٢] أي علم الإنجيل وعلم القرآن.

[٣] أي شريعتين.

[٤] ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّـهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾ [مريم: ٣٠]

[٥] أي لوجود ما يمنع الأعراب في آخره لوجود الألف المكسورة.

[٦] ج: فإن.

[٧] أي عيسىٰ ابن مريم عليه السلام. ووردت هذه الرموز في م، و، س، هـ. ولم ترد في ر، ج، ش.

نہ ہوتا، اور یہ حکم آپ کا حکم نہ ہوتا تو آپ کو مقام ختمیت بھی نہ ملتا، نہ آپ سے ولایت ختم ہوتی اور نہ ہی آپ سے ہدایت مکمل ہوتی۔

اور آپ کے دو حشر ہیں، آپ کی صبح کے دو فجر ہیں، آپ کے چہرے کے دو نور [1] اور آپ کے حفظ میں دو علم [2] ہیں، آپ کے دو عالم ہیں اور حکم میں آپ دونوں میں شریک ہیں، ان میں سے ایک آپ کے حکم سے مخصوص ہے، سو آپ دو حکموں والے ہیں۔ [3]

آپ عجمی ہیں نہ کہ عربی، سرخ و سفید رنگت کے ساتھ حسن و جمال کا پیکر ہیں، آپ دراز قد ہیں نہ کہ پستہ قد، گویا کہ آپ چودھویں کا چاند ہیں، آپ کا نام عبد اللہ ہے اور ہر اللہ کے بندے کا یہی نام ہے۔

جہاں تک آپ سے مخصوص (دنیاوی) نام کا تعلق ہے، تو اُس میں اعراب کا ظہور نہیں [4]، کیونکہ اسما میں صناعت صرف کا عمل دخل نہیں۔ اِس (نام) کا اول یقین کا "ع" [5] ہے، اور اِس کا آخر قیومیت تمکین ہے؛ نصف دائرہ فلک اُس نصف کی جہت سے جو مٹ گیا، [6] آپ کو اس کے سوا کسی نام سے نہیں پکارا جاتا، اور نہ ہی آپ کے والد معروف ہیں۔ اگر کھڑے ہوں تو سرو قامت اگر چلیں تو تیز رو۔ آپ کی بات پسندیدہ اور فعل مشکور ہے، اور آپ کا نام یہ ہے: [illegible] [7]

---

[1] نور ولایت اور نور نبوت۔

[2] علم انجیل اور علم قرآن۔

[3] یعنی دو شریعتوں والے۔

[4] چونکہ آپ کا نام عیسی ہے اور آخر میں الف مکسورہ ہے تو اس میں حرکات کی تبدیلی نہیں۔ لہذا اعراب کا ظہور نہیں۔

[5] آپ کے نام کا پہلا حرف ع ہے۔

[6] یعنی آخر حرف الف مکسورہ ہے جو "ی" کی صورت میں لکھا جاتا ہے، یہ نصف دائرہ کی مانند ہے۔

[7] یعنی "عیسی ابن مریم علیہ السلام"

فهذا قد أوضحتُ لك فيه الدليل، ومهّدتُ لك السبيل، وأغلقتُ عليك بالنصّ بابَ التأويل، وعيّنتُه لك باسمه ونسبه، وسِرّه الشريف ومنصبه: [illegible][١]

وأنّ الصدّيق الأكبر تحت لوائه، وأنّه سيّد الأولياء كما أنّ سيّدنا سيّد الأنبياء.[٢]

وإن شئتَ أن أُوضِحُه لك في العدد، وأقسم لك بهذا البلد: إنّه لَلسيّد الصمد، فانظره في ثلاثين عددا،[٣] وكن لشيطان جهلك شهابًا رصدًا. فإن لم تَقْوَ على التفسير، فعن قريب يأتيك بقميصه البشير؛ فيكشف كُروبَك، ويرتدّ بصيرًا يعقوبُك: هو شِقٌّ في خَلقه، وشطرٌ من جهة خُلقه وحَقِّه، فانظر هناك تجده أباك.[٤]

وأمّا الختم في حقّ الإنسان؛ فهو عبارة عن المقام الذي ينتهي بك إليه، ويوقَف بك لديه، وكلّ سالك حيث وصل، ومقامه حيث نزل، فلا يتعيّن فيوقَف عنده، ويظهر العارف لنا حدّه، ولكن ختم المقامات التوحيد، وأسرار الوجود في مزيد.

---

[١] أي روح الله وكلمته عليه السلام

[٢] ب (قبل تعديلها)، م، ر، ش: أنبيائه.

[٣] وهو عمره وقت نزول الرسالة.

[٤] أي أنه مثل والده آدم عليه السلام.

اب تو میں نے دلیل سے تجھ پر بات واضح کی، تجھے راہ پر ڈالا، اور نص کی بدولت تجھ پر تاویل کا باب بند کیا، تجھے آپ کا نام اور نسب تک بتا دیا، آپ کا شرف والا راز اور منصب یہ ہے:

∀✕ΨΔl γ2ΔZ γŧ∀ΔԻع γΔΔl ꝯعc[1]

اور یہ کہ صدّیق اکبر بھی آپ کے جھنڈے تلے ہیں، آپ سید الاولیا ہیں جیسا کہ ہمارے آقا سید الانبیا ہیں۔

اگر تو چاہتا ہے کہ میں تجھے عدد میں بھی بتاؤں، اور تیرے لیے اِس شہر کی قسم کھاؤں: تو یہ سید الصمد کی طرف لوٹتا ہے، لہٰذا اِسے عدد "تیس" میں کھوج[2]، اور اپنی جہالت کے شیطان کے لیے آگ کا گولا بن جا۔ اگر تو اِس کی تشریح نہ کر پائے، تو عنقریب تیرے پاس ان کی بشارت والی قمیص آئے گی؛ جو تجھے رنج و غم سے نجات دلائے گی، اور تیرا یعقوب پھر سے بینا ہو گا۔ آپ کا آدھا حصہ مخلوق ہے اور باقی آدھا حق اور اخلاق کی جہت سے ہے، اِس مقام پر غور کر تو انہیں ان کے باپ کی طرح پائے گا۔[3]

جہاں تک انسان میں ختم کی بات ہے؛ تو یہ وہ مقام ہے جس تک تو پہنچے اور جس کے پاس ٹھہر جائے، ہر سالک اپنی پرواز کے حساب سے، اور اُس کا مقام وہیں ہے جہاں وہ ٹھہرے، یہ متعین نہیں کہ اِسی پر ٹھہرا جائے، اور عارف ہمیں اِس کی حد بتائے، بلکہ مقامات کا "ختم" توحید ہے اور وجود کے اسرار مزید ہیں۔

---

[1] یعنی "روح اللہ وکلمتہ علیہ السلام"

[2] آپ کو منصب رسالت تیس برس کی عمر میں عطا ہوا۔

[3] یعنی آپ کو مثل آدم پائے گا۔

اللؤلؤة اللاحقة بالياقوتة السابقة

ولمّا كانت القطوف دانية، في انعطاف القرون الثلاثة المتوالية، وكان قطفٌ فوق قطف، وعطفٌ فوق عطف، وانتهىٰ الأمر، وقيل: ما بقي خير ولا مَيْر، واستمسَكوا بحديث النبي صلىٰ الله عليه وسلم حين بلغهم عنه أنّه «ما ينقضي زمانٌ إلّا ويأتي شرٌّ منه»، وغفلوا عن القرن الرابع، الآتي بعد الثلاثة التابع[١]، الذي هو زمن[٢] المهدي، والخاتم الولي، ونزول عيسىٰ النبي.

وذلك أنّه لمّا انتهت القرون الثلاثة، ودخل صفر؛ ظهر الفساد في البَشر، وتوالت أدوار النحوس في الأكَر، إلىٰ أن دخل رجب الفرد، الملحَق بأوّل الثلاثة[٣] السرد، فالتحقَ بأصحابه، وتميّزَ في أترابه، والتحمتِ القرون بظهور السّرّ المصون. ولمّا كان ذو الحجة وسَطَ الثلاثة المحرَّمة، وكان من أعظم الشهور المعظَّمة، إذ كان شهر ضمان التبعات، والمغفرة لأهل عرفات. فهو الأوّل بالفضليّة[٤]، وهو الوسط بالدورة الزمانيّة، والحكمة الاصطلاحيّة. فخذ[٥] روحانيّته في التقديم، وذلك من باب الحكمة لا التحكيم؛ فهو الأوّل وإن كان وَسَطا، ولم أقل في ذلك شططا.

ثمّ لمّا كان الترجيب: التعظيم، التحقَ الآخرُ بصاحب التقديم، وهو الأصبّ والأصمّ، الملحَق بالثلاثة الحُرم. لكن أقوىٰ ما تقوم عليه الحجّة، لحاقه في التعظيم بذي الحجة، وقد يكون الآخر بالجسم يتقدّم علىٰ الأوّل في الحُكم. ألا ترىٰ النبيّ صلىٰ

---

[١] و: – التابع. ش: الباتع.

[٢] ج: زمان. و: رمز.

[٣] ب، م، ر، ش: الثلاث.

[٤] م، ج، ر، ش، س، هـ: بالفضيلة.

[٥] ش: فجد، وحروفه المعجمة مهملة في ر.

پچھلے یاقوت سے جڑا موتی

اگرچہ تین متواتر ادور میں خیر ہی خیر تھی، کہ ایک سے بڑھ کر ایک خیر کا موقع تھا لیکن یہ معاملہ اپنے انجام کو پہنچا، اور کہا گیا: اب کوئی بھلائی اور بہتری نہیں، انہوں نے اِس حدیثِ نبوی ﷺ کو تھا جب اُن تک آپ کا یہ قول پہنچا: "اب ہر آنے والا دور پہلے سے بد تر ہو گا۔" لیکن وہ اُس چوتھے دور سے غافل رہے، جو کہ ان تین متواتر کے بعد آئے گا، جو امام مہدی، خاتم ولی اور عیسی نبی کے نزول کا دور ہے۔

وہ اِس طرح کہ جب تین ادوار اپنے اختتام کو پہنچے، اور ماہ صفر کا آغاز ہوا تو لوگوں میں فساد پھیل گیا، اس کُرے میں نحوست کے پے درپے ادوار آئے، یہاں تک کہ رجب الفرد آیا؛ جو تین لگاتار حرمت والے مہینوں کا پہلا ہے، اور یہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا، اور اپنے ہم جنسوں میں متمیز ہوا، پھر یہ تمام ادوار سربستہ راز کے ظہور میں ایک ہوئے۔ چونکہ ذوالحجہ تین حرمت والے (مہینوں) کا وسط ہے؛ تو یہ عظمت والے مہینوں کا سردار ہے، کہ یہ گناہگاروں کی ضمانت اور اہل عرفات کی مغفرت کا مہینہ ہے۔ یہ افضلیت میں اوّل اور دورہ زمانی اور اصطلاحی اعتبار میں اوسط ہے۔ چنانچہ پیش روئی میں اِس کی روحانیت کو لے، اور یہ حکمت (الہام) کے باب سے نہ کہ تحکیم (اجتہاد) کے باب سے؛ پس وہ (افضلیت میں) اول ہے اگرچہ (ترتیب میں) وسط ہے، اور میری یہ بات بے تکی نہیں۔

چونکہ ترجیب (ماہ رجب) تعظیم ہے، لہذا بعد والا پہلے والے سے جا ملا، اِس میں پکار نہیں سنی جاتی،[1] یہ تین حرمت والے مہینوں سے جڑتا ہے۔ لیکن اِس کی سب سے بڑی دلیل تعظیم میں ذوالحجہ سے جڑنا ہے، بعض اوقات جسم میں بعد والا حکم میں پہلے والے سے بھی آگے ہوتا ہے۔ کیا

---

[1] رجب کا مہینہ عربوں کے ہاں حرمت والا مہینہ تھا لہذا اس مہینے میں وہ جنگ کے لیے نہیں پکارتے تھے۔ اس حیثیت میں اسے اصم یعنی بہرہ مہینہ کہا جانے لگا۔

الله عليه وسلم مؤخَّرا في النشأة الدنياويّة، مقدَّما في النشأة الأخراويّة. وإذا صحّ التقدّم فالتساوي أحرىٰ، ولهذا أشار مَن جرىٰ هذا المجرىٰ. ألا ترىٰ نصّ الرسول عليه السلام لأصحابه عنكم: «للعامل منهم أجر خمسين(١٦) منكم. فقالوا: بل منهم. فقال: بل منكم» فأكّد بالعطفِ التفاضلَ في القطف. فانظر إلىٰ عظيم هذا البذل، وعميم هذا الفضل.[١]

فإن احتجّ عليك الخصم الضعيف، بمفاضلة المُدِّ والنصيف، فاعلم أنّ للمفاضلة أبوابا، وأنّ لها عند المُفَضِل[٢] أسبابا؛ إذ هي راجعة إلىٰ الزيادة والنقص، بالحكم الاصطلاحي والنصّ. فقد فضُل الواحدُ صاحبَه بتكليم الله له، وفضَله الآخرُ بإحياء الموتىٰ وإبراء الأكمه والأبرص. وإذ وقد صحّ[٣] القول وتبيّن التساوي، فقد فضلونا من غير الجهة التي فضلناهم، وعرفونا بغير الدليل الذي عرفناهم. وقد يقع الاشتراك بيننا في الصفة، ونجتمع في بعض مراتب المعرفة. فإذا تحقّقتَ هذا[٤] التفضيل فقد فتح لك في التفصيل، وساغ لك التأويل.

ولمّا كان ذو الحجة أوانُ الفصل[٥] والتعيين، حملنا ما بعده من الشهور علىٰ المئين من السنين. فكان طلوعه[٦] بعد انقضاء الخاء من حروف الهجاء[٧]، وكان ميلاده بعد انقضاء الصاد والثاء[٨]، بعد ميلاد الإنشاء وانتظام الأجزاء. ولعلّ الناقد يدخل من

---

[١] ر، ش: وعسير هذا الفصل.

[٢] م: الفضل.

[٣] ر، هـ: قد وضح.

[٤] انتهت نسخة ش عند هذه الكلمة.

[٥] م، و، ج، س، هـ: الفضل. ر: مهملة.

[٦] ب، م، ر، و، ج (في المتن): طلوع.

[٧] قيمة حرف الخاء في حساب الجمّل هو ٦٠٠، فتكون الإشارة هنا إلىٰ ظهوره هو كختم محمدي بعد هذا العام.

[٨] قيمة حرف الصاد في حساب الجمّل ٩٠ وعند الشيخ الأكبر ٦٠ (كما جاء في الباب الأوّل من

تو نے نبی ﷺ پر غور نہیں کیا کہ آپ دنیاوی نشأت میں موخر ہیں لیکن اُخروی نشأت میں مقدم ہیں۔ اگر اولیت درست ہے تو برابری تو اس سے بھی بڑھ کر ہو گی۔ اِسی لیے اس راہ پر چلنے والے نے یہ اشارہ کیا۔ کیا تو نے رسول علیہ السلام کی اپنے اصحاب کو بتائی بات پر غور نہیں کیا: "اُن میں عمل کرنے والا تم میں سے پچاس کے عمل کا اجر پائے گا۔ صحابہ بولے: کیا اُن میں سے پچاس کا۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم میں سے پچاس کا۔" پس فضیلت زمانے اور عمل کے حساب سے ہے۔ لہذا اِس عظیم عطا اور عمیم فضل پر غور کر۔

اگر ناتواں مخالف[1] تجھ پر "مد اور اِس کے نصف" والی حدیث سے حجت قائم کرے، تو یہ جان کے فضیلت کے بہت سے ابواب اور فضیلت دینے والے کے ہاں اس کے اسباب ہیں؛ کہ یہ حکم اصطلاحی اور نص سے کمی اور زیادتی کی جانب لوٹتی ہے۔ پس ایک اپنے نبی کو اللہ کے ساتھ کلام کرنے کی وجہ سے فضیلت دیتا ہے، تو دوسرا اِسے مردے زندہ کرنے اور اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کرنے پر افضل سمجھتا ہے۔ اگرچہ برابری بتانے والا قول بھی درست ہے، لیکن اِن کی ہم پر فضیلت اُس جہت سے ہے جس جہت سے ہماری اُن پر فضیلت نہیں، اور انہوں نے ہمیں اُس دلیل کے سوا پہچانا جس سے ہم نے انہیں پہچانا۔ اگرچہ صفت میں ہمارا اشتراک ہے اور معرفت کے بعض مراتب میں بھی ہم ایک جیسے ہیں۔ اگر تو فضیلت کی یہ حقیقت جان گیا تو تجھ پر تفصیل کا در کھولا گیا، اب تیرے لیے تاویل جائز ہے۔

چونکہ ذو الحجہ تفصیل اور تعیین والا مہینہ ہے، تو ہم نے اس کے بعد والے مہینوں کو سو سالوں کے حساب سے گنا، اُس کا ظہور حروف تہجی کے حرف "الخاء"[2] کے ختم ہونے پر ہے، اور

---

[1] یہاں شیخ اکبر نے "کمزور مخالف" کے الفاظ استعمال کیے اور بتایا کہ وہ مد اور اس کے نصف والی حدیث سے حجت قائم کریں گے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ نے شیخ اکبر کے سو سال بعد فتاوی ابن تیمیہ میں بعینہ یہی حجت قائم کی، جس کا جواب شیخ اکبر پہلے ہی اس کتاب میں دے چکے ہیں۔

[2] یعنی سن ۶۰۰ ہجری۔

السابع في العلم، فقل له: ذلك أوان الحكم في دولة العزّ بظهوره، وعند انقضائه وجود ختم أوليائه، عند فناء العدد الوِتر المذكور في الشعر.

كمل الكتاب. [1]

الفتوحات المكيّة)، وقيمة حرف الثاء ٥٠٠، لنفهم من هذا أنّ ميلاده كان في عام ٥٦٠، ليتبين لنا من ذلك أنه يشير إلى تاريخ ميلاده هو الذي كان في عام ٥٦٠ ه.

[1] ب: كمل الكتاب ... على سيّدنا محمد .... الأول سنة سبع وتسعين وخمسمائة.

م: كمل الكتاب بحمد الله تعالى ورحمته يوم الأحد ثاني عشرين جمادي الأخرة سنة ستة وثلاثين وستمائة بمدينة حلب حرسها الله تعالى وصلى الله على سيدنا محمد وآله أجمعين.

خط الشيخ في تمام النسخة: اللهم إني أقدم إليك في يدي كل نفس ولمحة ولحظة وطرفة يطرف بها أهل السماوات والأرض وكل شيء هو في علمك كائن أو قد كان. أقدم إليك في يدي ذلك كله، الله لا إله إلا هو الحي القيوم إلى آخر الأية.

ج: كمل الكتاب بحمد الله وعونه.

و: كمل الكتاب بحمد الله وعونه، وصلّى الله على سيّدنا محمد وآله وصحبه وسلّم تسليما كثيرا.

ر: تمّ الكتاب بحمد الله وعونه في الثالث من ربيع الأول سنة تسع وعشرين وستمائة، والحمد لله رب العالمين، ولا حول ولا قوّة إلا بالله العلي العظيم. (واضح أنّ الناسخ نقل هذه العبارة من نسخة الشيخ القونوي أصل هذه النسخة).

هـ: كمل الكتاب بحمد الله سبحانه وعونه وحسن توفيقه وكان الفراغ من نسخته ليلة الأربعاء خامس عشرين ذي القعدة المحرم سنة خمس وتسعين وتسعمائة على يد أفقر عباد الله إلي الله الحقير عبد الكريم بن محمد العريبي الصالحي، كشف الله عن قلبه الحجاب أنه تواب وهاب، رحيم كريم عليم حليم حكيم كليم.

اس کی پیدائش "الصاد" اور "الشاء"[1] کے ختم ہونے پر ہے، بعد اِس کے کہ نشأت کی ولادت ہوئی اور اجزا نظم میں آئے۔ شاید ناقد سات کو بھی ذہن میں لائے، تو اُس سے کہہ: یہ عزت والی مملکت میں اُس کے ظہور سے حکومت کی مدت ہے، اور اس کے خاتمے پر ختم اولیا کا وجود ہے، جب شعر میں مذکور طاق عدد فنا ہو جائے گا۔

کتاب مکمل ہوئی۔[2]

---

[1] یعنی ۵۶۰ = ۶۰ + ۵۰۰۔

[2] اللہ کے فضل اور شیخ کی عطا سے کتاب "عنقا مغرب" کا ترجمہ مکمل ہوا، قبل نماز جمعہ ۲۰ اپریل ۲۰۱۸ء۔ (ابرار احمد شاہی)

اللہ کے کرم اور عطا سے کتاب کی پہلی تصحیح مکمل ہوئی، بروز جمعہ ۲۷ جولائی، ۲۰۱۸ء۔ (ابرار احمد شاہی)

پہلا پروف مکمل ہوا؛ بروز بدھ مورخہ ۴ جولائی ۲۰۱۸، رات آٹھ بجے۔ (ہمیش ملک)

کتاب کے منتخب مقامات پر دوسری تصحیح مکمل ہوئی، بروز ہفتہ ۱۱ اگست، ۲۰۱۸ء۔ (ابرار احمد شاہی)

کتاب کے چند مقامات پر تیسری تصحیح مکمل ہوئی، بروز منگل، ۲۸ اگست، ۲۰۱۸۔ (ابرار احمد شاہی)

تکمیل و تصحیح ترجمہ مورخہ ۱۵ ستمبر ۲۰۱۸ بروز ہفتہ رات گیارہ بج کر بیس منٹ پر۔ (نذیر احمد)

الحمد للہ دوسرا پروف مکمل ہوا، بروز ہفتہ رات گیارہ بجے ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۸۔ (ہمیش ملک)

الحمد للہ پروف مکمل ہوا، ماہ ستمبر ۲۰۱۹۔ (قاری: ہمیش گل، سامع: ابرار احمد شاہی)

کتاب کی چوتھی تصحیح اور ترجمے کی درستگی مکمل ہوئی، بروز منگل ۸ اکتوبر ۲۰۱۹۔ (ابرار احمد شاہی)

کتاب کی فارمیٹنگ اور دیگر تبدیلیاں مکمل ہوئیں، جنوری ۲۰۲۰ء۔ (ابرار احمد شاہی)

الحواشي

[1] ر: + هذه صورة خط الشيخ صدر الدين قدّس سرّه في ظهر نسخة عنقاء مغرب التي كتبها بيده، وكتبت هذه النسخة منها وقابلتها، والحمد لله على توفيقه. كتاب عنقاء مغرب ونكتة سر الشفاء في القرن اللاحق بقرن المصطفى، إنشاء سيدنا وشيخنا الإمام العالم الراسخ محيي الملة والدين، أبي عبد الله محمد بن علي بن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي، رضي الله عنه وأرضاه، رواية خادمه وربيب نظره، محمد بن إسحق بن محمد عنه.

(صورة خط الشيخ محيي الدين بن العربي رضي الله عنه): صحت روايته عنّي بهذا الكتاب كما ذكر، وكتب ابن العربي منشئه بخطه في شهر ربيع الأول سنة تسع وعشرين وستمائة.

س: + تاليف: الشيخ الإمام العالم بالله الرباني الكامل المكمل أبي عبد الله محمد بن علي بن محمد العربي الطائي الحاتمي الأندلسي ثم المرسي قدس الله سره العزيز الأقدس بحرمة الروح الأعظم صلى الله عليه وسلم.

[2] م: + قال الشيخ الإمام العالم الصدر الكامل المحقق المتبحر محيي الدين، شرف الإسلام، لسان الحقائق، علامة العالم، قدوة الأكابر، ومحل الأوامر، أعجوبة الدّهر وفريدة العصر، أبو عبد الله محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي، ختم الله له بالحسنى.

ن: + رب يسر برحمتك، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلّم.

و: + وبه نستعين، قال سيّدنا وإمامنا وقدوتنا الشيخ الإمام العالم الكامل المحقق محيي الدين أبو عبد الله محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي، رضي الله عنه وأرضاه، وحقّق تابعيه بسلوك منهجه المستقيم، إنه جَوادٌ كريم.

ر: + وعليه أتوكل وبه أستعين، صلّى الله على سيّدنا محمد وآله، ربّ تمّم بكرمك.

ش: + وعليه أتوكل وبه نستعين، ربّ تمّم، قال العبد الفقير إلى الله تعالى، محمد بن علي بن محمد بن

العربي الطائي الحاتمي ختم الله له بالحسنىٰ.

س: قال الشيخ الأكبر الإمام العالم العارف بالله أبو عبد الله محمد بن علي بن محمد بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي قدس الله سره بمحمد وآله.

ج: + صلىٰ الله علىٰ محمد وآله وسلم. قال سيدنا الشيخ الإمام العارف العالم المحقق محيي الدين أبو عبد الله محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي، رضي الله عنه وأرضاه وحقق تابيعه بسلوك منهجه المستقيم أنه جواد كريم.

هـ: + قال الشيخ الأكبر والنور الأزهر محيي الدين ابي عبد الله محمد بن علي ابن العربي الطائي الأندلسي نفع الله به وبعلومه بمحمد وآله.

[٣] إشارة إلىٰ الآية: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ١٢٨]

[٤] يقول الشيخ الأكبر في الفتوحات المكية عن الإمام المهدي: اعلم – أيدنا الله – أن لله خليفة يخرج وقد امتلأت الأرض جورا وظلما، فيملؤها قسطا وعدلا. لو لم يبق من الدنيا إلا يوم واحد، طوّل الله ذلك اليوم حتىٰ يلي هذا الخليفة. من عترة رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم، من ولد فاطمة، يواطئ اسمه اسم رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم، جدّه الحسن بن علي بن أبي طالب. يبايع بين الركن والمقام. يشبه رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم في الخَلْق – بفتح الخاء – وينزل عنه في الخُلُق – بضم الخاء – لأنه لا يكون أحد مثل رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم في خلقه. والله يقول فيه: ﴿وإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾.

هو أجلي الجبهة، أقنىٰ الأنف، أسعد الناس به أهل الكوفة. يقسم المال بالسوية، ويعدل في الرعية، ويفصل في القضية، يأتيه الرجل فيقول له: يا مهدي؛ أعطني؟ وبين يديه المال. فيحثي له في ثوبه ما استطاع أن يحمله. يخرج علىٰ فترة من الدين. يزع الله به ما لا يزع بالقرآن. يمسي جاهلا، بخيلا، جبانا، ويصبح أعلم الناس، أكرم الناس، أشجع الناس؛ يصلحه الله في ليلة. يمشي النصر بين يديه. يعيش خمسا أو سبعا أو تسعا. يقفو أثر رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم لا يخطئ؛ له ملَك يسدّده من حيث لا يراه. يحمل الكَلَّ، ويقوّي الضعيف في الحقّ، ويقري الضيف، ويعين علىٰ نوائب الحقّ.

يفعل ما يقول، ويقول ما يعلم، ويعلم ما يشهد.

... ويقبض الله المهدي إليه طاهرا مطهرا وفي زمانه يقتل السفياني عند شجرة. [مخطوط: السفر – ٢٥، ص ٤٣ب]

[5] وفي الحديث: الحجرُ الأسوَدُ من حجارةِ الجنَّةِ وما في الأرضِ من الجنَّةِ غيرُه وكان أبيضَ كالمَها ولولا ما مسَّه من رجسِ الجاهليَّةِ ما مسَّه ذو عاهةٍ إلَّا برِئ. (الترغيب والترهيب للمنذري)

[6] يقول الشيخ الأكبر في مفاتيح الغيب: واعلم أن المفاتيح الأول لا يعلمها إلا هو، وأما المفاتيح الثواني فمعلومة لنا، وهي أسماؤه، وبها فتح غيوب الممكنات، فظهرت في أعيانها بعدما كانت غيبا عدميا.

[7] حديث سعد بن أبي وقاص رفعه: إني لأرجو أن لا يعجز اللّـه أمتي أن يؤخرهم نصف يوم وإنه قيل لسعد: وكم نصف يوم؟ قال: خمسمائة سنة، الذي أخرجه أبو داود وصححه الحاكم وغيره. فالنصف يوم ٥٠٠ سنة ليصبح إذن عام ٥٩٥ وهو العام الذي بشر به قدس الله سره بالختمية فيقول في الفتوحات المكية: "الختم فهذا زمانه وقد رأيناه وعرفناه تمم الله سعادته علمته بفاس سنة خمس وتسعين وخمسمائة."

[8] ورد اسمه في المراجع التاريخية وفي الفتوحات المكية "أبو موسى الديبلي" وهو ابن أخت أبي يزيد البسطامي. والديبُل فرضة بلاد السند وفق الإصطخري في "المسالك والممالك"، ونقل الزركلي أنها مدينة كراتشي.

[9] ن: البعير. أي اقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم. روي عن عائشة أنها قالت: دخل النبي ﷺ على عائشة، وعندها عجوز فقال: من هذه؟ قالت: إحدى خالاتي. قال: أما إنه لا يدخل الجنة العجز، فدخل العجوز من ذلك ما شاء الله. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ﴿إنا أنشأناهن إنشاء﴾ خلقا آخر يحشرون يوم القيامة حفاة عراة غرلا، وأول من يكسى إبراهيم خليل الرحمن». ثم قرأ النبي صلى الله عليه وسلم: ﴿إنا أنشأناهن إنشاء﴾ (البعث والنشور للبيهقي ٣٥٤/ ١).

وروى البيهقي في السنن الكبرى (٢٤٨/ ١٠): حدثني حميد عن أنس قال كان ابن لأم سليم يقال له أبو عمير، كان النبي صلى الله عليه وسلم ربما يمازحه إذا جاء. فدخل يوما يمازحه فوجده حزينا.

فقال: ما لي أرىٰ أبا عمير حزينا فقالوا: يا رسول الله؛ مات نغيره الذي كان يلعب به. فجعل يناديه: يا أبا عمير؛ ما فعل النغير.

[١٠] وفي الحديث: «... فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّابِرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا ... قِيلَ: يَا رَسُولَ الله، أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ، قَالَ: لَا بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنْكُمْ»

[١١] أن الصفات المعنوية في الموصوف هي التي إذا رفعتها عن الذات الموصوفة بها لم ترتفع الذات التي كانت موصوفة بها. والصفات النفسية هي التي إذا رفعتها عن الموصوف بها ارتفع الموصوف بها ولم يبق له عين في الوجود العيني ولا في الوجود العقلي.

[١٢] كما جاء في الحديث: «إنّ لله سبعين ألف حجاب من نور وظلمة لو كشفها لأحرقتْ سبحات وجهه ما أدركه بصره.»

[١٣] النقير: النكتة في ظهر النواة. والقطمير: القشرة الرقيقة علىٰ النواة. وهما يضربان أمثالا للشيء التافه الحقير القليل.

[١٤] من الحديث النبوي: «لوْ أنَّ لابْنِ آدَمَ وادياً مِنْ ذهبٍ؛ أحبَّ أنْ يكونَ لهُ واديانِ، ولنْ يَملأَ فاهُ إلا التُّرابُ، ويتُوبُ اللهُ علىٰ منْ تابَ».

[١٥] وفي الحديث رواه أبو داوُد: المؤذِّنُ يُغفرُ له مدىٰ صوتِه ويشهدُ له كلُّ رطبٍ ويابسٍ وشاهدُ الصلاةِ يُكتبُ له خمسٌ وعشرون صلاةً ويكفِّرُ عنه ما بينهما.

[١٦] هنا في جميع النسخ: "سبعين" لكن في الفتوحات المكية وكتاب الإسفار وفي الحديث: «... فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّابِرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا ... قِيلَ: يَا رَسُولَ الله، أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ، قَالَ: لَا بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنْكُمْ».

عنقاء مغرب؛ قلم مرموز

ختم ولایت کی جائے پیدائش، نسب، مسکن اور قبیلے کے حوالے سے شروع ہونے والے باب میں شیخ اکبر نے ختم ولایت کے حوالے سے آئی آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس باب کی ابتدا میں آپ فرماتے ہیں: "جہاں تک قرآن کی بات ہے تو اِس میں ختم اور اُس کے بھائی کا اکٹھے ذکر ہے، لیکن حدیث میں صرف اُس کا ذکر ہے اُس کے بھائی کا نہیں، سوائے ایک مقام کے جہاں (ختم) کا ذکر اُس کے پیروکاروں کے ساتھ ہے۔ میں نے قرآن میں اُن جگہوں پر غور کیا ہے جہاں اس کا ذکر اور آگاہی آئی تو یہ بہت سے مقامات ہیں، ان میں (سورۃ البقرۃ کے وہ دو مقامات جہاں اس ختم کی علامات، مرتبے اور نشانیوں کا ذکر ہے۔"

یہاں شیخ نے سورۃ البقرۃ پھر سورۃ آل عمران اور پھر دیگر سورتوں کے حوالے سے رمزا بات کی ہے لیکن وہ آیات متن میں صریحاً بیان نہیں کیں۔ اس کی وجہ جو ہماری سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ شیخ نے اپنی اس کتاب عنقاء مغرب کسی مقام پر بھی ختم ولایت یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کا براہ راست نام درج نہیں کیا، بلکہ انہیں چھپایا ہے۔ یا تو عبارت میں چھپایا ہے یا پھر قلم مرموز میں نام لکھ کر چھپایا ہے۔

قلم مرموز کیا ہے؟

یہ شیخ اکبر کی طرف سے عربی حروف کے مقابل ایجاد کردہ وہ حروف ہیں جو لکھتے وقت لاطینی حروف کی طرح الگ الگ لکھے جاتے ہیں۔ اب اگلا سوال یہ ہے کہ شیخ اکبر نے یہ حروف کہاں سے اخذ کیے؟ اس سوال کا حتمی جواب دینا تو مشکل ہے۔ البتہ میری سمجھ کے مطابق شیخ اکبر اندلس کے رہائشی تھے اور اندلس میں عربی کے علاوہ دیگر قدیمی زبانوں کے پڑھنے لکھنے والے بھی موجود تھے۔ ہو سکتا ہے آپ نے کسی قدیمی زبان شاید یونانی یا کسی اور کے حروف پڑھ اور سمجھ رکھے ہوں۔ اور جب آپ نے عنقاء مغرب لکھی اور اس کتاب میں ختم ولایت کے حوالے سے

حضرت عیسی علیہ السلام کا تذکرہ آیا تو آپ نے مناسب نہ سمجھا یا آپ کو اجازت نہ دی گئی کہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا ذکر بحیثیت ختم ولایت ایک کتاب میں صریحا درج کر دیں۔ چنانچہ آپ نے حکم کے مطابق یہ اپنی رائے کے موافق اس کے لیے ایک رسم الخط ایجاد کیا۔

ابن العربی فاونڈیشن میں ایک بڑا چیلنج یہ بھی تھا کہ اس رسم الخط کو آج کے دور کے مطابق کمپیوٹر کے فونٹ میں تبدیل کیا جائے تاکہ ہم یہ رمزی عبارت بھی اسی طرح ٹائپ کر سکیں جس طرح عربی اور اردو کتاب ٹائپ کی ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے مخطوط برلین کے نسخے کو بنیادی حیثیت دی اور اس کی وجہ بھی واضح تھی کہ اسی نسخے میں یہ رمزی عبارت شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے خط میں دستیاب ہے۔ باقی تمام نسخوں میں اسے کاتبوں نے نقل کیا ہے۔ لہذا ہم نے ہر ہر حرف پر غور کیا اور ان حروف کو تمام لاطینی زبانوں کے فونٹس سے ملا کر دیکھا کہ یہ کس زبان سے زیادہ قریب ہیں۔ انٹرنٹ پر اس حوالے سے بہت سے فونٹس دستیاب تھے لیکن ہماری خوش قسمتی کہ ہمیں Brill کی طرف سے تیار شدہ The Brill Typeface نامی فونٹ مل گیا جو سن ۲۰۱۲ میں تیار کیا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسا لاطینی فونٹ ہونا چاہیے جس میں ہر لاطینی حرف درست طرح سے ٹائپ کیا جا سکے۔ اس فونٹ کے بارے میں Pim Rietbroek اپنے آرٹیکل The Brill typeface User Guid & Complete List of Characters میں لکھتے ہیں: بہت ہی کم ایسے فونٹس ہیں جو کسی لکھاری کو مکمل لاطینی حروف تک رسائی دیتے ہیں، جس میں ہر حرف اور اعراب کی ہر حرکت تک دی جائے، اسی طرح یونانی زبان - جدید ہو یا قدیم - کی سپورٹ تو بہت ہی کم فونٹس میں ہوتی ہے۔ "برل فونٹ" اسی مقصد کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ علوم انسانیہ کے تمام سکالرز کے لیے ایک بہترین ٹول ہو گا۔ پھر انہوں نے اس فونٹ میں شامل حروف کا تفصیلی ذکر کیا، جن میں بنیادی لاطینی حروف سے لے کر مرکب حروف، اعداد، حسابی اصطلاحات، مشابہ حروف، مختلف علامات، اور یونانی اور پیرو سلافی اقوام میں رائج رسم الخط یعنی تمام Cyrillic حروف بھی شامل ہیں اور یہ کل ملا کر پانچ ہزار سے زائد حروف بنتے ہیں۔

جب ہم نے اس فونٹ کے حروف کا شیخ اکبر کے قلم مرموز سے موازنہ کرنا شروع کیا تو یونانی حروف کے باب میں ہمیں بہت سے مشابہ حروف ملنا شروع ہو گئے۔ اگرچہ یہ حروف مکمل

طور پر تو شیخ کے ذکر کردہ حروف جیسے نہیں ہوتے تھے لیکن ان کی بنیادی ساخت میں مماثلت تھی۔ پھر ہم نے ان یونانی حروف میں سے ستائیس ایسے حروف کا انتخاب کیا جن کی مدد سے ہم شیخ اکبر کے اس قلم مرموز کا فونٹ بنا سکتے تھے۔ ہم نے اس فونٹ کے یونانی حروف کو نہایت ہی باریکی سے مخطوط برلین کی اشکال میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ بالآخر اللہ کے فضل و کرم سے وہ وقت آن پہنچا کہ ہم شیخ اکبر کے قلم مرموز کو ایک کمپیوٹر فونٹ میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے لیے ہمیں بہت وقت لگانا پڑا، اگر ہم کہیں کہ صرف ایک ماہ تو اس فونٹ کو بنانے میں لگ گیا تو یہ بے جا نہ ہو گا۔ لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اب ہم جب چاہیں ان حروف کی مدد سے عربی عبارت ٹائپ کر سکتے ہیں۔

ابن العربی فاونڈیشن سے چھپنے والی عنقا مغرب وہ واحد کتاب ہے جس نے شیخ اکبر کے اس مرموز قلم کو فونٹ میں ڈھال کر متن کتاب میں شامل کیا، حالانکہ اس سے پہلے یہ کتاب جہاں سے بھی شائع ہوئی اور جس زبان میں بھی ترجمہ ہوئی وہاں اس مرموز قلم کو ہاتھ سے ہی لکھا گیا۔ اس پر ہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں، اور ہر اولیت ایک اعزاز ہوتی ہے۔ نیچے دیئے گئے جدول میں آپ اس مرموز قلم اور اس کے مقابل عربی حروف کو دیکھ سکتے ہیں:

عربی حرف	مرموز قلم	عربی حرف	مرموز قلم	عربی حرف	مرموز قلم
ا	l	ر	c	ك	ה
ب	ﺡ	ز	ϵ	ل	Δ
ت	[illegible]	س	Ψ	م	∇
ث	[illegible]	ش	ш	ن	ϱ
ج	ح	ص	○	ه	ɣ
ح	ঌ	ط	ɗ	و	ع
خ	[illegible]	ع	[illegible]	لا	⋇
د	x	ف	ɑ	ي	2
ذ	x	ق	[illegible]	.	Ɒ

مخطوط کی مثالیں

(* مخطوطہ برلین-۳۲۶۶ (رمز:ب) صفحہ نمبر ۴۶)

(* مخطوطہ ولی الدین -۱۷۵۹، یہ مخطوط سارے کا سارا شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھا ہے)

اب اگلا اہم سوال یہ ہے کہ شیخ نے اس قلم مرموز میں کیا لکھا؟ تو اوپر مخطوط برلین والے نسخے سے یہ واضح ہے کہ شیخ نے یہاں قرآن مجید کی آیات لکھی ہیں۔ اور یہ وہی آیات ہیں جن کی جانب آپ نے اس باب کے شروع میں اشارہ کیا تھا، آپ فرماتے ہیں: سورۃ البقرۃ کے دو مقامات پر اس ختم کی علامات، مرتبے اور آیات کا بیان ہے۔ اس مرموز قلم میں وہ آیت لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح سورۃ آل عمران کے بارے میں فرمایا کہ اس میں چار مقامات پر ختم کا بیان ہے، پھر اس مرموز قلم میں وہ چار آیات لکھی گئیں ہیں۔ شاید آپ کے مغربی دور میں آپ کو ختم ولایت کے حوالے سے کھلم کھلا بتانے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے قرآنی آیات اور احادیث نبوی میں حضرت عیسی علیہ السلام کا ذکر اس مرموز قلم میں کیا گیا تاکہ یہ صرف وہی جان سکے جو اس قلم سے شناسیت رکھتا ہو۔ لیکن بعد میں آپ نے فتوحات مکیہ اور دیگر کتب میں کھل کر یہ نام ظاہر کر دیا، لہذا بعد کے دور میں شیخ اکبر کے اپنے کلام میں بھی ختم ولایت کی نشاندہی کوئی ایسا راز نہ رہا جس کی پردہ داری کی جاتی۔ آج یہ مرموز قلم ہمیں اس دور کی یاد دلاتا ہے جب شیخ نے حضرت عیسی کا نام و مقام چھپانے کے لیے ایک رسم الخط ایجاد کیا۔ اسے شیخ اکبر کی تخلیقی صلاحیتوں کے ایک نمونے کے طور پر دیکھا اور یاد رکھا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ابن العربی فاؤنڈیشن فہرست

التدبيرات الالٰهية
في إصلاح المملكة الإنسانية

شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی نے اس کتاب میں روح نفس اور خواہش کی حقیقت بیان کی ہے ان تمام جنگوں کا ذکر کیا ہے جو اس شہر جسم کی تدبیر میں روح اور خواہش کے درمیان جاری ہیں۔ کتاب مقدمہ تمہید اور بائیس ابواب پر محیط ہے۔ کتاب تحقیق شدہ عربی متن، اردو ترجمے اور منتخب مقامات کی شرح کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔

PAGES: 472, EDITION: 2ND, 2014
ISBN: 978-969-9305-06-1

الفتوحات المكيّة
في معرفة الأسرار المالكية والملكية

شیخ اکبر کی مشہور ترین کتاب فتوحات مکیہ کا آخری باب پہلی مرتبہ تحقیق شدہ عربی متن اور سلیس اور قابل فہم اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ یہ دو جلدیں کتاب کے آخری باب پر مشتمل ہیں اور یہ باب اس قدر آسان ہے کہ ہر کوئی اسے پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ ان شاء اللہ اگر اللہ نے چاہا تو باقی جلدوں پر بھی کام ہوگا۔

PAGES: 448, EDITION: 1ST, 2016
ISBN (VOL-36): 798-969-9305-092
ISBN (VOL-37): 798-969-9305-108

ISBN (VOL-37): 798-969-9305-108

مِشْكَاةُ الْأَنْوَارِ فِيمَا رُوِيَ عَنِ اللّٰهِ مِنَ الْأَخْبَار

101 احادیث قدسی

شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے سن 599ھ میں شہر مکہ میں احادیث قدسی کا یہ بیش قیمت مجموعہ مرتب کیا۔ ابن العربی فاونڈیشن کی طرف سے کتاب مکمل اعراب شدہ عربی متن اور سہل اردو ترجمے اور منتخب احادیث کی شرح پر مشتمل ہے۔

PAGES: 256, EDITION: 2ND, 2016
ISBN: 978-969-9305-03-0

ابن العربی فاؤنڈیشن فہرست

كِتَابُ الإِسْفَار عَنْ نَتَائِجِ الأَسْفَار — روحانی اسفار اور ان کے ثمرات

اس کتاب میں آپ نے روحانی اسفار کی مختلف اقسام مثالوں سے بیان کی ہیں اور قرآن کریم میں بیان کردہ مختلف انبیائے کرام کے اسفار کا اپنے نفس میں جائزہ لیا ہے۔ ہم نے کتاب کو تحقیق شدہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا ہے۔

PAGES: 256, EDITION: 2ND, 2016
ISBN: 978-969-9305-11-5

روح القدس في مناصحة النفس — اصلاح نفس کا آئینۂ حق

شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب نفس کے ساتھ ایک مکالمہ ہے۔ کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے، اس میں صحابہ کرام کے احوال سے لے کر اپنے دور تک کے شیوخ کے واقعات کے ذریعے نفس کو نیکی کی رغبت دلائی گئی ہے۔ راہ طریقت کی حقیقت جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ اور اس پر عمل ضروری ہے۔

PAGES: 472, EDITION: 2ND, 2017
ISBN: 978-969-9305-12-2

کتاب کا مطالعہ اور اس پر عمل ضروری ہے۔

PAGES: 472, EDITION: 2ND, 2017
ISBN: 978-969-9305-12-2

مَوَاقِعُ النُّجُومِ وَمَطَالِعُ اَهِلَّةِ الْاَسْرَارِ وَالْعُلُومِ

میں نے اِسے شہر المریہ میں رمضان المبارک سن ۵۹۵ ھ کے گیارہ ایام میں تالیف کیا۔ یہ (کتاب) شیخ سے بے نیاز کرتی ہے بلکہ شیخ کو اس کی ضرورت ہے، بے شک شیوخ میں عالی بھی ہیں اور اعلیٰ بھی، اور یہ کتاب اس اعلیٰ مقام پر ہے کہ جس پر کوئی شیخ ہو سکتا ہے سو یہ (کتاب) جس کے ہاتھ لگے تو اُسے چاہیے کہ اِس پر توفیق الٰہی سے اعتماد کرے؛ کیونکہ اِس کا فائدہ عظیم ہے۔

مَوَاقِعُ النُّجُومِ
وَمَطَالِعُ اَهِلَّةِ الْاَسْرَارِ وَالْعُلُومِ

PAGES: 584, EDITION: 1ST 2019
ISBN: 978-969-9305-13-9
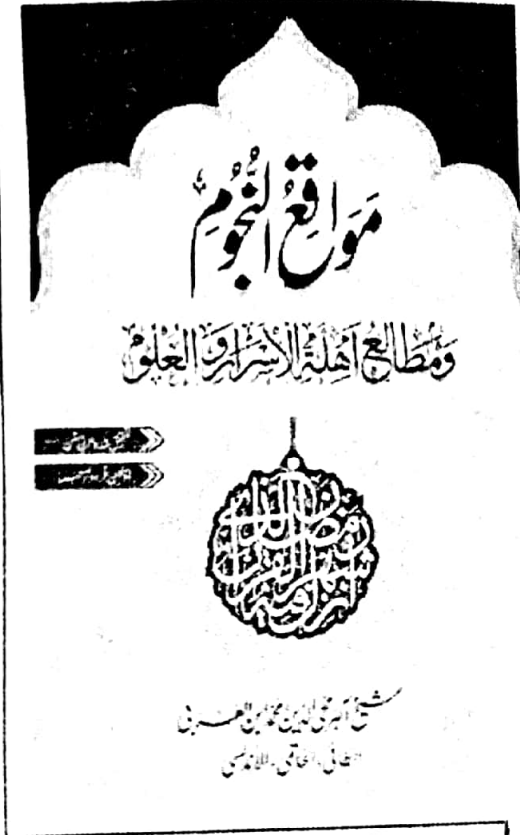
ابن العربی فاؤنڈیشن فہرست

فُصُوصُ الحِکَم وَخُصُوصُ الکَلِم

یہ آپ کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے جو آپ کو خواب کی صورت میں القا کی گئی۔ اس مبارک خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا: یہ کتاب فصوص الحکم ہے، اسے لو اور لوگوں تک پہنچاؤ تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ہم نے اس کتاب کو بہترین عربی متن اور سلیس اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا ہے

Pages: 664, Edition:2019
Isbn: 976-969-9305-14-6
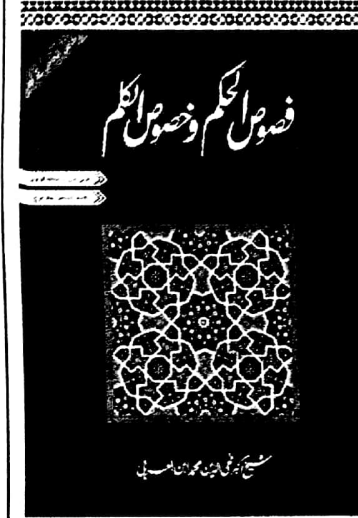
رسائل ابن العربی جلد اول

اس مجموعے میں شیخ اکبر کے پانچ رسائل کو جمع کیا گیا ہے۔ اور یہ پانچوں رسائل پہلی مرتبہ تحقیق شدہ عربی متن، اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیے گئے ہیں، جو کہ ایک اعزاز ہے۔ ان رسائل میں کتاب الحجب اہمیت کا حامل ہے جس میں شیخ نے مختلف اقسام کے حجابات کا ذکر کیا ہے۔ دیگر رسائل میں کتاب الباء، کتاب الازل، نقش الفصوص اور مختصر الدرۃ الفاخرہ شامل ہیں

Pages: 512, Edition: 1st, 2014
Isbn: 978-969-9305-05-4
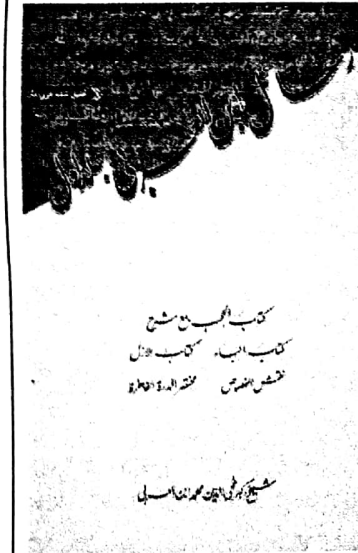
کشف المعنی عن سر اسماء اللہ الحسنیٰ

اسمائے الٰہیہ کے اسرار و معانی

کشف المعنی عن سر أسماء الله الحسنی   اسمائے الٰہیہ کے اسرار و معانی

اسمائے الٰہیہ کے حقائق پر مبنی اپنی طرز کی ایک منفرد کتاب جس میں شیخ اکبر نے 99 اسمائے الٰہیہ سے تعلق، تحقق اور تخلق کی حقیقت بیان کی ہے۔ جو حضرات اسمائے الٰہیہ کے اصل معانی تک رسائی چاہتے ہوں اُن کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ تحقیق شدہ عربی متن اور ترجمے کے ساتھ ساتھ اسمائے الٰہیہ کی مطالب کی شرح بھی ساتھ دی گئی ہے۔

PAGES: 432, EDITION: 1ST, 2014
ISBN: 978-969-9305-07-8

پھر بروزِ جمعہ جب خطیب منبر پر جلوہ افروز تھا، اللہ کے دوستوں اور اُس کے بندوں کے دلوں کو اللہ کی جانب بلا رہا تھا، عین اُسی وقت میں نے حاضرتِ قرب سے جذب والی ہتھیلی کی ٹھنڈک محسوس کی اور اِس بے دھیانی میں چند کلمات اخذ کیے، اور میرے دل کے تاثرات ان علامات کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ پاک مقام سے ایک نفیس خطاب تھا: اے متعجّب خطیب اور متحیّر ناقد! کیا تو اِس نام سے راضی ہے:

"عنقاء مُغْرِب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب، ونكتة سرّ الشـــفا في القرن اللاحق بقرن المصطفى"!

پس "شمس مغرب": تیرے غیبی عالم میں علوم کے انوار کا طلوع ہونا، تیرے قلب پر خصوص اور عموم کے اسرار کی تجلی ہے۔ جیسا کہ "ختم" وہ مُہر ہے جو تیرے آخری مقام کا تعین کرے۔
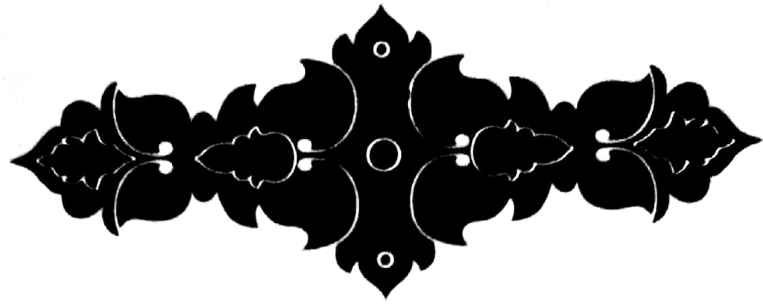
اب میرا ارادہ ہے کہ اِس (کتاب) میں وہ کچھ لکھوں، جو کبھی بتاؤں اور کبھی چھپاؤں: وہ یہ کہ اِس روحانی نشأت اور انسانی نسخے میں امام مہدی کا مقام کیا ہے؛ وہ (مہدی) جو مرتبے اور نسب کے اعتبار سے گھرانہ نبی سے منسوب ہے؟ اور اِس (نسخۂ انسانی) میں "ختم اولیا" اور "مُہر اصفیا" کہاں ہیں؟ کہ اِنسان میں اِن دو مقامات کی معرفت دیگر تمام حادث موجودات سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ پھر میں نے اِس (نسخے) میں حق کے چھپائے اسرار دیکھے تو اِسے منظرِ عام پر لانے کے لیے اُس پر بھروسا کیا۔ اور اِس کتاب کو اِن دو مقامات کی معرفت کے لیے لکھا۔

میں نے اپنی اِس کتاب یا دیگر کتب میں جب بھی حوادث موجودات میں سے کسی حادث کا ذکر کیا، تو میری غرض سننے والے کی سماعت میں اِس کا اثبات تھا، اور میں انسان میں اس کی مثل سے اسے تولتا ہوں، کہ اِس بارے میں غور و فکر کا محور ہماری ذات ہے، کہ یہی ہماری راہِ نجات ہے۔ میرے دوست کو چاہیے کہ اِس کتاب میں غور کرے! میں عالم اکبر کا معاملہ ذکر کروں گا تو اِسے پوست قرار دوں گا، اور انسان میں اس کے مثل کو مغز قرار دوں گا۔ اِس کتاب میں - ان شاء اللہ - میں تجھے سیپیوں کے موتی (یعنی الفاظ کے معانی) اور برزخ کے معاملات (یعنی حقائق اور معارف) کے بارے میں بتاؤں گا۔

محمد ابن العربیؒ

ISBN: 9789699305146